

CALL No. 9055-13 ACC. NO. 9341
 AUTHOR عن نظامی
 TITLE عن نظامی

R07.12.00.

URDU STACKS

9055-13

9055-13

9341

9341

Date	No.	Date	No.



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-book and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.

۵۳۶۸۲
۹۲۹۱۸

۵۳۶۸۲ مولد کل

غدر دہلی کے افسانوں کا چوتھا حصہ

بہادر شاہ کا منقہ

جو حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ آخری تیموریہ بادشاہ پر
غدر شاہ کے بعد انگریزوں نے چلایا تھا اور جس میں

غدر کے تمام حالات و اسباب

اور عبرتناک مباحثے ہیں!

ترجمہ

مصوٰفط حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی



کارکن حلقہ شایخ بک ڈپو دہلی
ستمبر ۱۹۲۳ء عیدین دوسری
چھپوا کر شائع کیا

CHECKED

Date

مطبوعہ

دہلی پرنٹنگ ورکشاپ

قیمت فی جلد ۱۰

(کتابتہ نئی)

بار دوم دہلی

کو لکھا تھا جس میں لیا ہے اور اس کے اقتباس درج ذیل ہیں۔
 ساتھ ہی ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بادشاہ سابق کی زندگی
 بہت پسند کیا۔
 نئے ذمہ لے لیا ہے اور یہ میجر جنرل ولسن کی ہدایت کے بموجب
 دہلی جیل کی کمیشن کو مجاز نہ ہوگا۔ کہ ان پر کوئی سزا مقرر کرے۔ یا اپنی تحقیقات
 بناب میں آپ کے مستحق تحریری شہادت جو مجھے دستیاب ہو سکیں

کے مقدمہ کی تجویز ختم کر چکنے کے بعد میں سلسلہ دینے و گواہان کو ہم پہنچانے
 بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی بھی بناوت میں شامل

قابل اطمینان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقدمہ کی سٹر جس مرنی ڈی کلکٹر
 یعنی بادشاہ برائز مات قائم کئے جائیں اور انہیں پیروی کیے و اعلیٰ درجہ کے زبان
 میرے خیال میں کسی دوسرے طریقے سے بادشاہ کا جرم یا برہمنی کے موافق بطور
 اس طریقہ کا فیصلہ بے انصافی اور ایک طرفہ کارروائی

اگر کسی امر واقعہ پر جو تفتیش میں آئے یا اس فیصلہ کی سٹر مختصر
 ہوں ہوگا۔ کہ مقدمہ کے دونوں رخ سنے اور سمجھے جائیں ایسا فیصلہ
 اکا ہو یا بریت کا، موافق ہو یا مخالف مستند اور قطعی فیصلہ تسلیم کیا رہے
 اذہذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ یہ طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ صرف یہی ہے
 جس سے عدالت ملزم۔ اور عوام کسی اطمینان بخش نتیجہ پہنچ سکتے ہیں

اگر آپ فیصلہ نہ کر سکتے ہیں تو میں فی الفور درخواست تیار کروں گا۔ جس
 کی بنا پر سابق بادشاہ دہلی موقوفہ کئے جاسکتے ہیں۔ اس کی ترہیب میں وہی طریقہ
 جس کا جو عام طور سے ایسی حالت میں برتا جاتا ہے۔

صلاح کا طالب آپ کا نیازمند

فریڈرک میرٹ میجر ڈیٹو کیٹ جنرل

جب انہوں نے رضا مندی
کئے مسلح باڈی کارٹون نے ان
مسٹر فریز کو قتل کیا۔ اسی وقت کہ
قلعہ دار صاحب کی قیادت

کہیں اگرچہ
گئی کہ خدا کا

اخذ

میں رعایت کر لی گئی۔ اور یہ
در وارد جرم تیار کی گئی۔ اور مقدمہ باضابطہ
وہ پہلا خیال کہ لٹاوت سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات
لی جائے۔ ترک نہیں کیا گیا۔ اس بات کا ذکر یہاں کرنے سے
ان واقعات کو بھی شامل کر لیا جائے۔ جو ظاہر ہے ملاقات معلوم ہو
ن کو ختم کرنے کے بعد میں مقدمہ ہذا کے تعلق کچھ الفاظ کہتا ہوں۔

روايات جرم ہیں۔

ہر دو

حفاظ لازم کے مرتبہ کے۔ اور پیکل نقطہ نظر سے ان۔ نہ ہونے

پیش نظر رکھتے ہوئے۔ مقدمہ معمولی مقدمہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ

کے صفحات پر محفوظ رہنے والا معاملہ ہے۔ مقدمہ حقیقتاً اہم اور نادر

خاتمہ ایک فیصلہ پر ہوگا تاہم وہ فیصلہ ہر اہل لوگوں کی نظر سے گذرے گا اور

جذبات سے دیکھیں گے جن سے کوئی اور فوجداری کا مقدمہ نہ دیکھا گیا ہو

ذیل میں خط نمبر ۱۹ مورخہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۴۷ء سے اقتباس کیا گیا ہے جو

قائم مقام کٹر دہلی نے سیرجنل جی۔ سی۔ بی۔ کا ڈیوٹنگ دہلی فینڈ فورس کو تحریر کیا

تھا۔ جو اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ عدالت کے اختیارات کہیں صرف فیصلہ

تک محدود نہ گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ سیرجنل ولسن نے لازم سے کہہ دیا

کہ کہیں سزا موت نہ دی جائے گی۔ مسٹر سائڈرس کا خط یہ جب

سر جان لارنس لکھا گیا ہے اور اس کے اقتباس درج ذیل ہیں۔
 میں ساتھ ہی ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بادشاہ سابق کی زندگی
 کا کپتان ہڈسن نے ذمہ لے لیا ہے اور یہ میجر جنرل ولسن کی ہدایت کے بموجب
 کیا گیا ہے۔ پس فوجی کمیشن کو مجاز نہ ہوگا۔ کہ ان پر کوئی سزا مقرر کرے۔ یا اپنی تحقیقات
 کی بنا پر تجویز جرم کرے۔

میں مقدمہ ہذا کے متعلق تحریری شہادت جو مجھے دستیاب ہو سکیں
 پیش کرنا ہوں اور ہر وقت اپنے مفدور بھرا ہوا دینے و گواہان کو بہم پہنچانے
 کے لئے موجود ہوں۔

میرے پاس ورٹیکلر تحریری شہادت ہے جسے مسٹر جیمس مرنی ڈپٹی کلکٹر
 محصول سرکاری دہلی نے مزید احتیاط سے ترجمہ کیا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کے زبان
 داں ہیں۔ اور اگر آپ منظور فرمادیں تو وہ خود کو آپ کی مرضی کے موافق بطور
 مترجم پیش کر سکتے ہیں۔

تحریری شہادت بہت لمبی چوڑی ہے۔ اور اسے حتی الامکان مختصر
 کرنے کے لئے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول۔ کاغذات متفرقہ۔ دوم وہ جن
 میں قرض کا بیان ہے۔ سوم۔ وہ جن میں سپاہیوں کی تنخواہ کا مذکور ہے چہاں
 میں تمام فوجی معاملات کا ذکر ہے۔ اور پنجم وہ جن میں واردات قتل کا حال ہے
 اور یہ خاص طور سے چہاں سے علاقہ رکھتا ہے۔

اس تحریری شہادت کے کثیر حصے کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ خود
 لازم کے لکھے ہوئے احکام ہیں اور اس کی گرفت کے لئے گواہی طلب کی جائے
 گی۔ دیگر کاغذات کی بھی اسی طور سے ترتیب دی جائے گی۔ یا جیسا صورت
 حالات کے مناسب ہوگا کیا جائے گا لیکن مجھے خوف ہے کہ چند کاغذات ایسے



بھی آپ کے رو برو پیش کئے جائیں گے جن کا کوئی یقین ثبوت نہ ہوگا۔ کہ وہ کہاں سے آئے اور جن کی طرف یہ منسوب ہیں وہ کون ہیں، اس صورت میں عدالت کو خیال ہوگا کہ پوری تحقیقات نہایت ضروری ہے اور یہ کبھی پوری نہ ہو سکے گی اگر شہادت جو بجائے خود معتبر ہو صرف اس وجہ سے کہ خفیف ضابطہ سے منطبق نہیں ہو سکتی رد کر دی جائے۔ آپ ان مشکلات کو پیش نظر رکھیں گے جو کسی تحریر کے اثبات میں حائل ہو جاتی ہیں اور جبکہ منسوب الیہ انکار کی کافی وجوہات رکھتا ہے اور وہ تحریر اس کی کلمی ہوئی نہیں ہیں اور اسے ملزم سے کوئی تعلق نہیں رہا بی شہادت پر مجھے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں وہ معتد ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن یہ ذہن نشین ہو جانا چاہئے کہ ہر مہندوستانی طبقے میں بطور گواہ کے عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔ وہ ضرور اپنے اظہار کو مفید مطلب بنانے کے لئے کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل کرے گا۔ اور غدر کے ان مستند واقعات کی موافقت نہ کرے گا۔ جن کا ہمیں اول ہی سے علم ہے۔ میں اب تحریری شہادت سے شروع کرتا ہوں اور پہلی شہادت تحریری ملزم و فیضان افرا کی جو شہادت میں شریک تھے۔ ثبوت استغاثہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

الغیاث جے۔ میرٹھ سیکرٹری

ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل وکیل سرکار

یہاں وکیل سرکار نے نہایت دلچسپ خطوط عدالت کے سامنے پیش کئے جن میں ہمیں بہادر شاہ کے نام ان کے اہل و عیال اور ان کے فوج و غیہ کے ہیں اور بعض خود بادشاہ کے مذکورہ لوگوں کے نام ہیں اکثر خطوط خود بادشاہ کی تحریر ہیں اور دستخط موجود بیان کئے گئے تھے۔ میں نے ان خطوط کو غامض و پیچیدہ قرار دیا ہے اور نہایت

باو شاہ کے دستخط ان پر ہیں اور کند لال مردم کے اسٹیل سکرٹری کی مہر ہے نمبر ۶۵ گواہ کو دکھایا جاتا ہے۔ اسے وہ کند لال کی تحریر بتاتے ہیں اور بادشاہ کی خاک مہر شاہی ثبت ہے۔

بیج ایڈووکیٹ پھر متذکرہ کا غذات کا ترجمہ نمبر ۶۵ تک پڑھتا ہے۔ اب دھانی بیج گئے مردم پٹنی پڑھانے کی درخواست کرتے ہیں۔ عدالت دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیتی ہے۔

دوسرے روز کی کارروائی

جمعرات ۲۸۔ جنوری ۱۸۵۷ء

آج پھر عدالت بوقت گیارہ بجے صبح قلمہ دہلی کے ویوان خاص میں منعقد ہوئی پریسیڈنٹ جمیل ان مترجم اور ڈپٹی بیج ایڈووکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔ مردم عدالت میں حاضر کئے گئے۔

حکیم احسن المدخال عدالت میں طلب کئے گئے۔ اور گزشتہ تصدیق کی باو دھانی کا گئی۔

اس مردم استدعا کرتے ہیں کہ ایک قانون پیشہ غلام عباس نامی ان کی طرف سے عدالت میں باریاب کیا جائے تا انہیں قانونی مدد دے سکے۔

عدالت منظور کرتی ہے اور غلام عباس اپنے مقام پر بلا لیا جاتا ہے۔ پھر مترجم اعلیٰ کا غذات کو پڑھتا ہے جس کا ترجمہ بیج ایڈووکیٹ نے کل پڑھا تھا اور مردم کے مدکار کو سمجھایا جاتا ہے کہ گواہ نے ہر ایک کا غذی کیسی شہادت دی جب مترجم اعلیٰ فارسی کا غذات کو نمبر ۶۵ تک پڑھ چکا ہے، تو بیج ایڈووکیٹ نمبر ۶۵ تک انگریزی ترجمہ پڑھتا ہے۔

مقدمہ پر غرض کی حالت طاری ہو گئی۔ لہذا عدالت دو بجکر بیس منٹ پر دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے برخاست کی گئی۔

تیسرے روز کی کارروائی

یوم جمعہ ۲۹ جنوری ۱۸۵۵ء

عدالت گیارہ بجے دیوان خاص، واقع قلعہ دہلی میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ۔ ممبران۔ مترجم۔ جج۔ ایڈووکیٹ۔ سب موجود ہیں۔

مقدمہ عدالت میں لائے گئے اور غلام عباس مختار بھی موجود تھا۔

مترجم نمبر ۶ تک اصلی فارسی کا غذا پڑھتا ہے کل جن کو جج ایڈووکیٹ نے

انگریزی میں پڑھ کر سنایا تھا۔ وکیل غلام عباس گواہ کی حیثیت سے اظہار و قیاس ہے۔

جج ایڈووکیٹ اظہار لیتا ہے

سوال ۱۰۔ اسی شہداء کو جب باغی فوجیں میرٹھ سے آئی تھیں۔ تم کہاں تھے؟

جواب۔ میں اس دیوان خاص میں تھا۔

سوال ۱۱۔ تم نے جو کچھ اس موقع پر دیکھا ہو بیان کرو؟

جواب۔ ۸ بجے صبح پانچ یا چھ سواروں کی آمدنی گئی۔ اور وہ بادشاہ کی نشست گاہ

کے باہر تھے۔ پہلے انہوں نے بہت زور زور سے چلانا شروع کیا جس پر بادشاہ نے

اپنے غلاموں کو دیکھنے کے لئے کہا کہ کون لوگ شور مچاتے ہیں۔ ایک غلام برآمدہ میں آیا

اور سواروں سے تھوڑی دیر گفتگو کرتے رہنے کے بعد بادشاہ کے پاس واپس چلا گیا

مجھے نہیں معلوم کہ اس نے بادشاہ سے جا کر کیا کہا۔ مگر اسی وقت بادشاہ نشست گاہ

سے اٹھ ہوئے دوسرے کمرے میں آئے اور مجھے طلب کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ

یہ سوار میرٹھ میں بغاوت پھیل کر چلے آ رہے ہیں اور اب چاہتے ہیں کہ مذہب

کی حمایت میں انگریزوں سے لڑیں اور انہیں قتل کریں پھر کچھ فی القہر کپتان ڈگلز کے پاس جانے کی ہدایت کی اور کہا کہ انہیں سب حال بنا دینا اور انتظام کے لئے درخواست کرنا۔ بعدہ اپنے کسی شاہی خدمتگار سے کہہ دو وازہ بند کر لیا جسے میں کپتان ڈگلز کے پاس گیا اور پیام سنا دیا۔ کپتان ڈگلز سنتے ہی میرے ہواہو لئے اور کہا کہ کیا معاملہ ہے؟ خیر سمجھ لوں گا۔ پھر وہ اسی دیوان خاص میں آئے اور بادشاہ بھی ان سے ملنے کے لئے آگئے۔ بادشاہ میں اس وقت خاصی طاقت تھی اور بدوں کی کے سہارا سے صرف لکڑی ٹیکتے ہوئے آگئے تھے۔ پھر انہوں نے کپتان ڈگلز سے دریافت کیا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ کیا معاملہ ہے؟ یہ فوجی سوار آئے ہیں اور اپنی سہا سہا کارروائی بہت جلد شروع کرنا چاہتے ہیں۔ حکیم حسن اللہ خاں اور میں اس وقت موجود تھے۔ کپتان ڈگلز نے درخواست کی کہ نشست گاہ کا دروازہ کھلوادینے تاکہ میں ان سواروں سے دوہرہ گفتگو کر سکوں۔ بادشاہ نے کہا کہ میں ایسا نہ کرنے دوں گا کیونکہ وہ لوگ قاتل ہیں اور سہادا تھاہار کے ساتھ ہی کوئی خواب نہ آئے گا۔ کپتان ڈگلز نے پھر دروازہ کھلوانے کے لئے اصرار کیا مگر بادشاہ اس پر رضامند نہیں ہوئے اور کپتان ڈگلز کا ہاتھ تھام کر کہا کہ میں تمہیں جانے نہ دوں گا۔ اسی وقت حکیم حسن اللہ خاں نے دوسرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ اگر آپ کو بات حقیقت ہی کرنی ہے تو براہمدہ میں آکر لیجئے، چنانچہ کپتان ڈگلز دیوان خاص آکر کھڑے ہوئے اور بادشاہ نے ان سے کہا کہ اور اس جگہ کہ وہ پچھنے لگے جہاں وہ تمام سوار جمع ہو رہے تھے۔ یہاں ہی کپتان ڈگلز پہلے کھڑے ہو گیا۔ وہاں تیس چالیس سوار بیچہ کھڑے نظر آئے جن میں سے اکثر کے پاس برہنہ تلواریں تھیں اور بعض سپرولیں اور کھار توں ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اور ایک پہل کی طرف سے چلے آ رہے تھے ان کے ہواہو بھی تھے جو شاہی سواروں جن کے سروں پر ٹھہریاں تھیں۔ کپتان ڈگلز نے سواروں کو لگا کر کہا اور پھر

یہ شاہی بیگمات کے کمرے ہیں۔ تمام ان کے پاس کھڑے ہو کر بادشاہ کی معینتی کر رہے
 ہو۔ یہ سنتے ہی وہ سب ایک ایک کر کے رنج گھاٹ کے پھاٹک سے چلے گئے۔ ان کے
 جانے کے بعد کپتان ڈگلز بادشاہ کے پاس پھر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے قلعہ اور شہر
 کے دروازے بند کرنے کے لئے کہا تاکہ باغی اندر نہ داخل ہو سکیں۔ کپتان ڈگلز نے
 بادشاہ کو اطمینان دلایا کہ خوف کی کوئی بات نہیں ہے اور ان کا فرض ہے کہ خاطر خواہ
 انتظام کریں۔ یہ کہہ کر کپتان ڈگلز چلے گئے اور بادشاہ اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے
 میں اور حکیم حسن الدغاں دونوں یہاں دیوان خاص میں آکر بیٹھ گئے۔ اس
 کمرہ میں ہمیں بیٹھے ہوئے ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ کپتان ڈگلز کا خدمتگارا ایک دفعہ
 لئے دوڑتا آیا جس میں حکیم حسن الدغاں کو طلب کیا گیا تھا۔ حسن الدغاں کے ہمارے
 سے میں بھی ان کے ہمراہ ہوا۔ جو شخص ہمیں لینے کے لئے آیا تھا کہنے لگا کہ کپتان ڈگلز
 اس وقت کلیہ خانہ میں ہیں۔ مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ اپنی قیام گاہ پر چلے گئے ہیں۔ اسی
 وقت میں نے شہر کے ایک حصہ میں جو وہاں پہنچے ہیں بہت دھواں اٹھتے دیکھا اور انگریزوں
 کی زبانی سنا کہ سواروں کیوں پر فیر کر رہے ہیں پھر ہم گشت کرتے ہوئے کپتان ڈگلز کی
 جائے رہائش لاہوری دروازہ قلعہ پر پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ تیسرے کمرہ میں ہیں
 دریا فی کمرہ میں ہیں ستر فریزر کے حکیم حسن الدغاں کپتان ڈگلز سے
 ملنے اندر چلے گئے اور میں ستر فریزر کی درخواست پر ان کے ہمراہ واپس ہوا۔ جو
 بادشاہ سے دو تو ہیں اور چند پیدل سوار کپتان ڈگلز کی قیام گاہ کی حفاظت
 کے لئے مانگئے جا رہے تھے۔ میں اور ستر فریزر بیٹھیوں سے اتر آئے ان کے ہمراہ ایک
 صاحب اور تھے جن کا نام مجھے معلوم نہیں۔ ستر فریزر کے پاس ایک تلوار تھی اور
 ان کے براہی کے ایک ہاتھ میں اسٹول اور دوسرے میں بندوق تھی۔ ستر فریزر نے
 میرے بل پر پہنچنے کی خواہش کی کہ وہ خود بھی آ رہے تھے۔ مگر میں پہلے ہی پہنچ گیا۔

بادشاہ کے کمرہ میں پہونچکر میں نے انہیں خبر کرائی اور جب دو باہر کے تویں نے مسٹر
فرزیر کی درخواست گوش گزار کر دی۔ بادشاہ نے سنتے ہی تمام فوج کو جو اس وقت
حاضر تھی مع ایسے انسروں کے جو میسر آسکیں دو توپوں کے زوراکپتان ڈگلز کے
مقام پر اپیش پرپونچنے کا حکم دیا۔ اسی وقت حکیم حسن الدخاں بھی آگئے انہوں نے
بادشاہ سے کہا کہ کپتان ڈگلز نے دو ہالکیوں کے لئے درخواست کی ہے تاکہ ان دو
لیڈیوں کو جو ان کے مکان میں مقیم ہیں حرم سرا میں لے جا کر پوشیدہ کر دیا جائے۔
بادشاہ نے حکیم حسن الدخاں سے بندوبست کرنے کے لئے کہا اور مقرب خاندانوں
کو دو ہالکیاں اور ان کے اٹھانے کے لئے معتد کہا روں کو روانہ کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا
انہیں سیدھی راہ سے نہ لائیں بلکہ بائیں باغ سے چکر دے کر لائیں تاکہ باغی سواولں
کو جو قلعہ میں ٹھس گئے ہیں یہ نہ معلوم ہونے پائے۔ بادشاہ احکام دے کر اندر کھڑے
ہوئے بعد ہی کی تاکید کر رہے تھے اور حکیم حسن الدخاں ان کے قریب کھڑے ہوئے
تھے نوڑی دیر بعد ایک خزانگاہ کو ہالکیاں لے گیا تھا واپس آکر کہنے لگا کہ ہالکیاں
روانہ کر دی گئی ہیں۔ ہالکیوں والے بھی تھوڑے عرصہ بعد پلٹ آئے۔ اور کہا مسٹر فرزیر
قتل کر دیئے گئے۔ یہ دس بجے سے قبل کا واقعہ ہے حکیم حسن الدخاں نے پھر
دوسرا آدمی صحیح خبر لانے کے لئے روانہ کیا۔ و نیز یہ کہ کپتان ڈگلز کہاں ہیں وہ
لوگ بھی کچھ دیر بعد واپس آئے اور کہا صرف مسٹر فرزیر ہی نہیں بلکہ کپتان ڈگلز اور
ان کی سہراہی لیڈیاں سب قتل کر ڈالے گئے۔ بادشاہ تو یہ سن کر اندر چلے گئے مگر
حکیم حسن الدخاں کے ہمراہ نہایت سراپیمہ ہو کر دیوان خاص کے کمرہ میں چلا آیا۔
فورا بعد ہی پیدل سپاہ کے دونوں دستے جو قلعہ کے پھاٹکوں پر متعین تھے میرٹھ
کے باغی سواروں کو ہمراہ نے ہوئے دیوان خاص میں داخل ہوئے جہاں ان
لوگوں نے بندوبستیں اور سپتول ہو ایں دیر کئے۔ اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔

بادشاہ شورغل سن کر اندر سے نکل آئے۔ اور دیوان خاص کے دروازے پر کھڑے ہو کر پست خدمتگاروں سے کہا۔ لوگوں کو شور مچانے سے منع کرو اور سپاہیوں کو آگے آنے کے لئے کہو۔ پھر شور فرو ہو گیا اور افسر سوار بدستور گھوڑوں پر چڑھے۔ بادشاہ کے پاس چلے آئے اور کہا وہ چاہتے ہیں کہ کارتوسوں کا استعمال ایک مختصر مدت کر دیا جائے۔ جو سپہنوا اور ستمناں دونوں مذہب کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ان میں سورا اور گائے کی چربی ہے۔ اور انہوں نے حال ہی میں میرٹھ کے تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور اب بادشاہ سے امداد طلب کرتے ہیں بادشاہ نے جواب دیا میں نے تمہیں طلب نہیں کیا تھا۔ یہ تم نے بڑی بد ذاتی کا کام کیا اس پر ایک سو یا دو سو کے قریب پیدل جو میرٹھ سے آگئے تھے۔ آگے بڑھے اور دیوان خاص میں داخل ہو گئے۔ اور کہا تا وقتیکہ کہ حضور بادشاہ ہم میں شامل نہ ہوں ہم مرہ لوگ ہیں اور کچھ بھی نہیں کر سکتے پھر بادشاہ ایک کرسی پر بیٹھے گئے اور سپاہی سوار افسر یکے بعد دیگرے آتے گئے۔ اور زمین بوس ہو کر بادشاہ کو اپنا ہاتھ ان کے سروں پر رکھنے کے لئے درخواست کی۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ لوگ جو دل میں آیا کہتے رہے اور جب بہت اثر و ہام ہو گیا۔ تو میں وہاں سے چلا گیا۔ اس وقت خوب شور و ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ اور سب لوگ متفق ہو کر بلند آواز سے چلا رہے تھے۔ بعد بادشاہ اپنے کمرہ خاص میں چلے گئے اور سواروں نے صحن میں گھوڑے باندھ کر اور تمام باغی سپاہ نے دیوان عام میں اپنے بستر کھول کر بچا دیئے قلعہ کے چاروں طرف پہرہ تعینات کر دیا۔ گیا اور میں حکیم احسن الدخاں کے کمرہ میں جا کر لیٹ گیا۔ شام کو چار یا چار بجے کے بعد بہت شور و غل مٹا اور باہر نکل کر دیکھا تو میگزین کی طرف سے بہت گرد و غبار اٹھتا ہوا نظر آیا۔ اسی وقت یہ معلوم ہوا کہ باغیوں نے میگزین پر حملہ کیا ہے۔ لیکن بعد میں بتایا گیا کہ فوج نے میگزین کو اڑا دیا۔ قریب پانچ بجے کے میں نے یہ سنا کہ

باغیوں نے انگریز مرد و عورت اور بچے ساتھ آٹھ کی تعداد میں گرفتار کر لئے ہیں۔ اور انہیں قتل کرنے کے لئے بادشاہ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ مگر بادشاہ نے کہا کہ ان قیدیوں کو مجھے دید میں انہیں حفاظت سے رکھوں گا۔ انہوں نے اس شرط پر قیدیوں کو بادشاہ کے حوالے کیا کہ گارد کے سپاہی باغیوں میں سے مامور کئے جائیں گے۔ اس پر بادشاہ نے انہیں کمرہ میں مقید کر دیا اور حکم نافذ کیا کہ قیدیوں کیلئے کھانا باغیوں کے طور پر بادشاہ کے خرچ سے ہی کیا جائے۔ بخودب آفتاب کے بعد میں ارادہ کر رہا تھا کہ شہر میں اپنے مکان کو جاؤں اور جب دیوان عام کے صحن میں پہنچا۔ تو میں نے وہاں وہی رحمت کے بہت سے سپاہی موجود پائے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو سیدھا مکان کو چلا گیا۔ دوسرے روز صبح کو جب میں قلعہ میں آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہاں کی آواز میں نے دس یا گیارہ بچے شب کو سنی تھی وہ ہندوستانی تو سپہ سالارہ دی نے بادشاہ کی سلامی میں داعی تھیں۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ نے عنان حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی ہے یا کچھ اور؟ تب میں دیوان خاص میں آیا۔ اور حکیم احسن اللہ خاں سے ملکر دریافت کیا کہ آیا بادشاہ نے اس بدنامی کو فرو کرنے کی کوئی تدبیر کی ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ نے ایک خط لکھتے گورنر آگرہ کو اس مضمون کا بذریعہ سائڈنی سوار روانہ کیا ہے۔ پندرہ روز کے بعد پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس خط کا کوئی جواب آیا یا نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ سوار تو واپس آگیا ہے لیکن نہ جواب لایا اور نہ رسید ملا وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے خط پھونچا دیا۔ اور اس کا جواب پندرہ روز کے بعد آئے گا۔ پہلے دن کے واقعہ کے بعد میں نے خط لکھ کر پھونچا دیا۔ چوتھے یا پانچویں روز کبھی کسی نے پہنچا تھا تھا۔ اور بادشاہ کو سلام کر کے واپس آجھا تھا۔ احمد کے واقعات کی نسبت میں کچھ نہیں جانتا۔

سوال۔ تم نے یہ بھی سنا کہ مسٹر فریزر کو کس نے قتل کیا؟ کیا بادشاہ کے ملازموں نے

کیا تھا یا کسی اور سے۔

جواب۔ اس وقت تو یہ مشہور تھا کہ سپاہیوں نے ولیہہ کیا اور شرفریزہ راجہ ہیں مارے گئے لیکن ہند میں نے یہ سنا کہ انہیں ایک دہارے قتل کیا ہے۔ جس کی دوکان کپتان ڈگلز کے مکان کے نیچے بازار میں واقع ہے۔ لیکن میں نہیں بتا سکتا کہ اب وہ کہاں ہے یا اس کا کیا نام ہے۔

سوال۔ بادشاہ کا دیہی اعشروں کے سر پر ہاتھ رکھنا کیا معنی رکھتا ہے اس سے ان کی خدمات کا قبول کرنا نہ نظر تھا؟

جواب۔ قریب قریب ایسا ہی تھا لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت بادشاہ کے کیا خیالات تھے۔

سوال۔ بادشاہ کا اقتدار کب دہلی میں منتشر کیا گیا یا بادشاہ کا عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لیتا کب عام طور پر مشہور ہوا تھا؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں کہ کوئی باقاعدہ تشہیر اس امر کی گئی تھی یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہمارے یہاں سے نہ سنا ہو لیکن بادشاہ کا اقتدار غدر ہی کے روز سے قائم ہو گیا تھا۔

سوال۔ کیا اسی وجہ سے توپوں کی سلامی دی گئی تھی؟

جواب۔ میں یہ نہیں جانتا۔ میں نے توپوں کی آواز سنی جو بطور سلامی داغی گئی تھیں۔ ممکن ہے وہ لوگ بادشاہ کے زیر حکم ہو گئے ہوں۔

سوال۔ یہ تھیں یا وہ کتنی توپیں داغی گئی تھیں؟

جواب۔ عام طور پر شاہی سلامی میں انہیں توپیں داغی جاتی ہیں میرے خیال میں شاید اتنی ہی داغی گئی ہوگی۔

سوال۔ بادشاہ نے سب سے پہلا دوبار عام کس روز منعقد کیا تھا؟

جواب۔ انہوں نے خدر کے پہلے ہی روز سے دربارِ مستعد کرنا شروع کر دیا تھا اور نو بی سواروں کو پہلے بار یا یہ کیا تھا وہی پہلا دربار کہا جاسکتا ہے۔
سوال۔ خدر سے پہلے بادشاہ اور ان کے خاندان میں کیا تم اکثر رہا کرتے اور ان سے ملے جلتے تھے؟

جواب۔ میں روزمرہ قلعہ آیا کرتا تھا۔ اور لفٹ گورنر کے ایجنٹ سے ہوا و کثابت ہوتی وہ میرے ہی معرفت ہوتی تھی۔ میں بادشاہ کا ملازم تھا۔ اور میرا تقرر مستر پلس میڈیکل کاف کے اثرا اور ڈر لیس سے ہوا تھا۔

سوال۔ کیا تمہیں یہ جاننے کا موقع ملا تھا کہ قلعہ میں کیا ہوا کرتا ہے یا اس کے اندر کیا جو خدر سے پہلے ہوا کرتی تھی؟

جواب۔ مجھے یہ موقع حاصل تھے مگر میں نے کبھی کوئی خاص بات نہیں سنی۔
سوال۔ کیا تم پر بادشاہ اور ان کے مقررین کو اتنا اعتماد تھا کہ وہ ان راز کی باتوں یا تدابیر کو جو گورنمنٹ برطانیہ سے چھپانا چاہتے ہوں تم پر ظاہر کر دیں؟

جواب۔ میرا شمار ان لوگوں میں نہ تھا جن سے ایسے معاملات کے متعلق رائے لی جاتی یا آگاہی کی جاتی تھی۔ البتہ حکیم حسن اللہ خاں و محبوب علی خاں زیادہ مستعد سمجھے جاتے تھے۔

عدالتِ وقت چار بجے و دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے برخاست ہو گئی۔

چوتھے روز کی کارروائی

پوسٹ سینچر۔ ۳۱۔ جنوری ۱۹۵۵ء

عدالت آج گیارہ بجے پھر مستعد ہوئی۔

پریسڈنٹ۔ ممبران۔ مترجم۔ ڈپٹی جج۔ ایڈوکیٹ جنرل سب موجود تھے

مزمع عدالت میں لائے گئے۔
 غلام عباس گواہ پھر طلب کئے گئے اور گزشتہ بیان کے سلسلہ
 میں اظہار کیا گیا۔

جج ایڈوکیٹ اظہار لیتے ہیں

سوال - کیا تمہیں غدر سے پہلے مزمع کے خطوط دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے؟
 جواب - جی ہاں میں نے بارہا دیکھے ہیں اور اب بھی ان کا خط پھان سکتا ہوں۔
 سوال - جو کاغذات عدالت میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور مزمع کے خود تحریر کردہ ہیں۔ نیز
 ان پر مہر شاہی ثبت ہے کیا تمہیں ان کے اصلی ہونے میں شبہ ہے؟
 جواب - کاغذات علی العموم بادشاہ کے ہاتھ کے ہیں اور شاید دو کاغذوں پر شبہ ہے
 سوال - جب انگریزوں نے اور پچھلے قلمہ میں قتل کئے گئے کیا تم اس وقت موجود تھے؟
 جواب - جی نہیں۔ میں قلمہ میں موجود نہیں تھا۔ لیکن بعد میں سنا کہ کچھ لوگ
 قتل کئے گئے ہیں۔

سوال - تمہیں معلوم ہے کہ انہیں کس نے قتل کیا؟ کیا بلوائیوں میں سے کوئی تھا؟ یا
 بادشاہ کے خاص ملازموں نے ان کو قتل کیا تھا؟

جواب - میں یقینی کچھ نہیں جاسکتا۔ البتہ دو یا تین سوزجہ جب میں قلمہ میں آیا۔
 اہ حکیم حسن الدرخاں سے دریافت کیا کہ کیوں انہوں نے یہ موقع واردات لوگوں
 کو اس اقل سے باز نہیں رکھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ مجھ سے جو کچھ ہو سکا کرتا رہا
 لیکن باغی باز رہنے والے نہیں تھے۔

سوال - کیا حکیم حسن الدرخاں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ موقع واردات پر موجود تھے؟
 اب یہ نہیں انہوں نے صاف ظاہر نہیں کیا کہ آیا وہ وہاں موجود تھے یا نہیں،
 اس واردات میں کتنے انگریز قتل کئے گئے تھے؟

جواب - پہلے مجھے تمدا معلوم نہیں تھی۔ یا ممکن ہے معلوم ہو۔ اور بھول گیا ہوں لیکن ابھی گذشتہ دس بارہ روز میں معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ لوگ تمدا دیں مع عورتوں اور بچوں کے بچا س گئے۔

سوال - کیا ملازم کے ایسا سے یہ لوگ قتل کئے گئے؟

جواب - میں اس معاملہ میں زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ جو کچھ حکیم حسن الدخان سے سنا ہے وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے قتل کرنے سے منع کیا تھا مگر انکی خلاف مرعی ایسا کیا گیا۔

سوال - یہ نہیں معلوم ہے عذر کے نمانہ میں ملازم ڈاڑھی روز نامہ پر لکھتا تھا، اگر ایسا ہے تو وہ کون شخص تھا؟

جواب - مجھے معلوم نہیں اس وقت ڈاڑھی تھی یا نہیں مگر عذر کے پیشتر البتہ ڈاڑھی تھی۔

سوال - کیا مرزا محفل دہلی کی باغی افواج کے کمانڈر انچیف مقرر کئے گئے تھے اور اگر کئے گئے تھے تو کب اور کس نے کیا تھا؟

جواب - مرزا محفل بیٹیک فوجوں کے کمانڈران چیف مقرر ہوئے تھے اور عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فوجوں کے کہنے سے کیا تھا۔

سوال - عذر سے پہلے ہندوستانی فوج کی ناراضگی کی بابت تم نے کچھ سنا تھا؟

جواب - جی ہاں میں نے سنا کہ مجرب کارڈوں کے استعمال کی وجہ سے گلگتہ میں دو رجمنٹوں نے بغاوت کی تھی اور پھر وہ منتشر کر دی گئیں۔

سوال - عذر سے پہلے تم نے سنا کہ وہی کی رجمنٹوں کو کسی طرح بھی بدول کیا گیا؟ جواب - نہیں۔

عدالت نے اظہارِ رائے

سوال - انگریزوں کے قتل کے بعد کیا تم نے ان کی لاشیں خون یا نشان دیکھا جس سے معلوم ہو کہ وہ قتل کئے گئے ہیں؟

جواب - میں نے یہ کچھ نہیں دیکھا۔

سوال - کیا نہیں وہ جبکہ معلوم ہے جہاں یہ عورتیں بچے وغیرہ قتل کئے گئے؟

جواب - میں نے سنا ہے کہ وہ صحن میں قتل کئے گئے جولاہوری دروازے سے قلعہ میں داخل ہوتے ہوئے ملتا ہے اور چوتھرہ کے پاس ہی ہے مگر کوئی خاص جبکہ نہیں بتا سکتا۔

سوال - بہتیں معلوم ہے لاشوں کا کیا حشر ہوا؟

جواب - مجھے نہیں معلوم کہ ان کا کیا حشر ہوا۔ مگر اتنا سنا ہے کہ گاڑیوں میں ڈال کر لے گئے تھے۔

حج ایڈوکیٹ کا مکرراظہار لینا

سوال - بہتیں معلوم ہے کہ یہ اگر عورتیں اور بچے قتل کئے جانے کے قبل ہی سے قید کر دیئے گئے تھے، اگر لے گئے تھے تو کہاں؟

جواب - میں نے سنا ہے کہ وہ قید کر لئے گئے تھے۔ اور انہیں بادشاہ کے باورچخاٹے یا اسی کے متعلقہ کمرہ میں بند کیا گیا تھا۔

سوال - انہیں کے روز بند رکھا گیا؟

جواب - آٹھ یا دس روز۔

سوال - عذر کے زمانہ میں لازم کی مہر شاہی کس کے پاس رہتی تھی؟

جواب - وہ لازم کے خاص کمرہ میں رکھی تھی۔

سوال - کیا اس کا استعمال صرف بادشاہ تک محدود تھا؟

جواب - مہر کبھی بادشاہ کے حکم کے بغیر نہیں لگائی جاتی تھیں۔

لازم سوالات جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ پھر لازم کے مدعا کی حیثیت سے اپنی جگہ پر جا بیٹھے ہیں۔

فارسی کے کاغذات ضمن تغیرات میں نمبر ۵ سے ۸ تک جو راجہ

باب گزشتہ کی تجویز مقدمہ میں عدالت کے رویہ و صحیح مان لئے گئے تھے اور بدوں کسی شہادت کے اب پھر صحیح تسلیم کئے گئے اور ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔

حکیم حسن الدخاں پھر طلب کئے گئے۔ اور گزشتہ بیان کا اظہار لیا گیا۔
 کاغذات نمبر ۴-۵-۶-۷-۸-۹ ضمن قرض میں ترتیب دیکر گواہ کو دکھائے جاتے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ ان پر لازم کی مہر خاص ثبت ہے گواہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ سوا نمبر ۲ کے تمام کاغذات مکندال کے ہاتھ کے ہیں جو لازم کا سیکرٹری تھا۔

کاغذات نمبر ۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ گواہ کو دکھائے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ۲-۳-۴ اور ۱۲ کو بالکل نہیں جانتے۔ بقیہ کے لئے وہ حسب ذیل شہادت پیش کرتے ہیں۔ نمبر ۱ مکندال کے ہاتھ کا ہے۔ اور بادشاہ کی مہر ثبت ہے۔ نمبر ۱۱ پر بھی بادشاہی مہر ہے مگر خط نہیں پہچانا جاسکتا۔ نمبر ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ پر احکام خاص بادشاہ کے ہاتھ کے ہیں لیکن گواہ ان کا خط نہیں پہچان سکتا۔

ان سولہ ضمن قرض کے کاغذات کا ترجمہ پڑھا گیا۔
 عدالت کی فروری ۱۸۵۷ء تک کیلئے درخواست کر دی جاتی ہے۔

پانچویں روز کی کارروائی

یوم دو شنبہ یکم فروری ۱۸۵۷ء

دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج پھر عدالت کا اجلاس شروع ہوا۔
 ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ مترجم، ڈپٹی جج، ایڈووکیٹ جنرل وغیرہ موجود ہیں۔

پریسیدنٹ سید عبداللہ

لازم عدالت میں لائے گئے۔

مترجم ضمن قرض کے تمام کاغذات فارسی میں پڑھتا ہے جس کا ترجمہ گوشہ

ماہ کی ۳۰ تاریخ کو پڑھا گیا تھا۔

حکیم حسن السدھاں بھر طلب کئے گئے۔ اور آٹھ کاغذات ضمن تنخواہ میں تیب
دیکر انہیں دکھائے گئے۔

حج اڈیکٹ کا انٹہارلینا

سوال ان کا غذات کی مہروں اور حظ کی بابت تمہیں کیا معلوم ہے؟

جواب۔ چھ کا غذات یعنی ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۸۔ خود ملزم کے لکھے ہوئے ہیں۔ اور نمبر ۲ ملزم کے میگزینری کنڈال کا لکھا ہوا ہے۔ اور اس پر معرشتا ہی ثبت ہے۔ نمبر ۳ مرزا مغل ملزم کے فرزند کی درخواست ہے جو ان کے منشی جوالا ماتھ کے ہاتھ کی ہے اور اس پر سرکاری جہز کا نمبر انجیف لگی ہوئی ہے۔

اب کاغذات مذکورہ کا ترجمہ اور اصلی فارسی میں قلم کے سمجھنے کے لئے
 لکھے گئے۔

اکاویں کاغذاتِ ضمن افواج ترتیب و کیرگواہ کو دکھائے جاتے ہیں۔

سوال۔ ان کا غذا ست کی مہروں یا خط کی بابت تم کیا جانتے ہو؟

جواب۔ کاغذات نمبر ۱، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰ کے تمام احکام ملزم کے ہاتھ کے ہیں۔ نمبر ۲۱ پر کچھ نشانات پائے جاتے ہیں لیکن یہ بادشاہ کے نہیں۔ نمبر ۱ ابھی ملزم کا تحریر کردہ ہے۔ کاغذات ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ پر فاضل ملزم کی مہر ہے۔ کاغذات نمبر ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴ اور ۱۵، مکند لال سیکریٹری ملزم کے تحریر کردہ ہیں۔ اور مہر شاہی ثبت ہے۔ کاغذات ۱، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ کی بابت مجھے کچھ معلوم نہیں۔ نمبر ۳ پر مہر فاضل گورنر جنرل کے نام کی ہے۔ کاغذات نمبر ۱۱ میں ملزم کے دفتر کی مہر ہے۔ اور پولیس افسر بدو پور کی تحریر ہے کہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

پھر کاغذات پڑھے جاتے ہیں۔
پچھری بوقت چار بجے شام دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لڑتوی
کروی جاتی ہے۔

محنت روز کی کارروائی

یوم شنبه ۱۳۰۲

عدالت ویران خاص قلعہ دہلی میں آتے بوقت گیارہ بجے پہنچتے تھے۔
پریسیڈنٹ اسمبلان، مترجم، ڈپٹی چیف، ایڈوکیٹ جنرل تمام موجود رہتے۔
مازم عدالت میں لائے گئے۔ غلام عباس ان کا مددگار بھی حاضر رہتے۔
مترجم اہلی فارسی کا خدمات کو بڑے حساب سے جس کا کل تو بہت بڑھا گیا تھا۔
حکیم احسن اللہ عباس عدالت میں طلب کیے گئے اور ان کا اظہار لیا جانے لگا۔
ڈپٹی جج ایڈوکیٹ انٹرنل لیتے ہیں

سوال - ان چھ کاغذات کو دیکھو اور بتاؤ کہ ترتیب کے کی کا جی خطا یہاں کتنے ہوئے۔
چھ کاغذات فارسی کے ضمن میں نقل میں ترتیب دیکھو اور کوئی غلطی دیکھتے ہیں۔

جواب دینہ، باہر موزم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے احکام ہیں۔ کاغذات نمبر ۲ و ۳۔ ۴۔
خیرات علی کے لکھے ہوئے ہیں۔ جو بخت شاہ گندز جنرل کا عہد تھا۔ اس شخص کی عادت
تھی کہ کاغذات پیشتر سے تیار کر رکھتا اور بادشاہ کی مہر و فیرونی ثبت کر دیتا۔ بعد
میں بادشاہ کی منظوری پر کاغذات روانہ کیا کرتا تھا۔

سوال کاغذات نمبر ۵ کی بابت تلامذہ کی

جواب: جی نہیں یہ خط نہیں ہے

سوال کیا ممکن ہے کہ یہ دفتر میں پہنچ کر نقل ہو کر کسی شخص کے پاس پہنچے؟

خاتم نہ پہچانتے ہو؟

جواب۔ جی ہاں مجھے پھر سخت خاں کے دفتر کے کسی منشی کا خط معلوم ہوتا ہے۔

چھ کاغذات پھر ترتیب دیئے گئے۔ اور ڈپٹی راج ایڈویٹ کیٹ نے ان

کا ترجمہ اور مترجم نے اصلی فارسی میں انہیں پڑھا۔

کاغذات جس پر الٹ کا نشان تھا اس کے اصلی لفافہ کے حسبِ دہلی

پوسٹ آفس کی چھپے لایا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۲۵ مارچ ۱۷۵۷ء کو

دہلی کے ڈاک خانہ میں ڈالا گیا تھا۔ اور ۲۶ مارچ ۱۷۵۷ء کی صبح ظاہر کرتی ہے کہ یہ

اس وقت آگرہ پہنچا۔

راج ایڈویٹ نے بیان کیا کہ یہ اہم دستاویز مسٹر کالون سابق لفٹنٹ گورنر

آگرہ کے کاغذات میں پائی گئی پھر اس کا ترجمہ پڑھا گیا۔

راج ایڈویٹ نے گواہ کے اظہار نے

سوال کیا تم محض عسکری دہلی سجادہ نشین کو جانتے ہو؟

جواب۔ جی ہاں جانتا ہوں وہ دہلی دروازے کے قریب ہی رہتے تھے اور اکثر

بادشاہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔

سوال کہتے روز جوئے ختم نہ انہیں دیکھا تھا؟

جواب۔ سرکار انکشاف کے دوبارہ دہلی پر قبضہ پانے کے قریب قریب میں روز قبل

دیکھا تھا۔

سوال۔ تم جانتے ہو وہ کہاں گئے۔ اور ان کا کیا حشر ہوا؟

جواب۔ نہیں میں نہیں جانتا۔

سوال۔ وہ کس زمانے میں بادشاہ کے پاس اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ اور یہ بھی

کہتے ہو سب سے پہلے وہ کب بادشاہ سے ملے تھے؟

جواب۔ سب سے پہلی ملاقات کو تقریباً چار سال ہوئے بادشاہ کی ایک دختران کی مرید ہو گئی تھی۔ اس نے بادشاہ کے سامنے حس عسکری کی پاکبازی کی بجا تعریف کی۔ اور بادشاہ نے بیماری کی حالت میں اپنے لئے دعا کرنے اور توبہ وغیرہ دینے کے لئے انہیں بلا یا۔ گذشتہ ایک یا دو سال سے ان کی آمدورفت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہ دختر دہلی دروازہ کے قریب حس عسکری کے مکان سے ملے ہوئے مکان میں رہتی تھی۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیوی بن گئی تھی۔

سوال۔ کیا یہ شخص حس عسکری قوت اعجاز کا جھوٹا مدعی تھا۔ یا آئندہ واقعات درحقیقت بتا دیتا تھا؟

جواب۔ وہ خطاب کی تعبیر میں بیان کرتے۔ آئندہ ہونے والے واقعات کا پتہ بتاتے اور صاحب کشف مانے جاتے تھے۔

سوال۔ کیا انہیں معلوم ہے کہ جب انگریزوں اور شاہ ایران میں جنگ پھڑی تھی اس وقت وہ اس کے متعلق کچھ کہتا تھا؟

جواب۔ صرف برطانیہ اور ایران کے درمیان جنگ چھڑنے ہی کے وقت نہیں بلکہ دو سال قبل انہوں نے بادشاہ سے چار سو روپیہ حاصل کیا تھا۔ جو ایک شخص کو جس کی بابت کہا جاتا تھا کہ جابر ہے وہ بے گتھے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حج کے بہانہ شاہ ایران کے پاس روانہ کیا گیا ہے۔ اس شخص کا نام شیدی تہن تھا۔ وہ حبشی تھا۔ اور غالباً حبش ہی سے آیا ہو گا۔

سوال۔ انہیں معلوم ہے کہ یہ کیوں ظاہر کیا گیا کہ یہ شخص کہ جابر ہے جبکہ اس کی منزل مقصود شاہ ایران تھا؟

جواب۔ میں اس دھوکہ کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے جڑیا جاتل جاسوس دربار سے خبر دی تھی کہ شیدی تہن حج کو نہیں بلکہ ایران جابر ہے۔ اور وہاں کے

دیگر ندیوں سے بھی پوچھنے سے یہی معلوم ہوا۔

سوال۔ تم نے کبھی سنا کہ اس شخص کے ایران بھیجنے سے کیا مدعا تھا؟

جواب۔ نہیں۔ لیکن قلی خاں اور بسنت، بادشاہ کے دو مقرب ملازموں سے سنا تھا کہ حسن عسکری نے شیدی تہتر کو بوقت شب چند کافذات دیئے جن پر ہر شاہی ثابت تھی۔ پھر اسے ایران روانہ کروایا گیا۔

سوال۔ کیا قلعہ دہلی میں ایران و انگریزوں کی جنگ کا ہمیشہ تذکرہ ہوا کرتا تھا۔ اور بادشاہ کو اس گفتگو سے دلچسپی تھی؟

جواب۔ نہیں۔ محل میں کچھ اسی مضمون پر خصوصیت سے بحث نہیں ہوتی تھی۔ البتہ ہندوستانی اخبارات قلعہ میں آتے رہتے تھے۔ اور ان میں نقل و حرکت کے حالات مرقوم ہوتے تھے۔ لیکن بادشاہ کو میں نے اس طرف دلچسپی کا اظہار کرتے کبھی نہیں دیکھا۔

سوال۔ کیا مسلمانان دہلی کو اس جنگ سے دلچسپی تھی۔ اور اسے مذہبی جنگ کی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے؟

جواب۔ نہیں۔ مسلمانان دہلی سنی ہیں۔ اور اہل ایران شیعہ۔ اس لئے انہوں نے ذرا بھی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔

سوال۔ تمہیں معلوم ہے کہ گذشتہ مارچ میں یعنی دس ماہ قبل بادشاہ نے حسن عسکری کو کسی خاص کام کے لئے بیش اشرافیاں دی تھیں؟

جواب۔ وہ ان کو ہمیشہ روپیہ دیتے ہی رہتے تھے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ ان سے کام یا کس خاص موقع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی یہ بھی سنا کہ کوئی شخص کہہ جائے کہ اسے کارواں کے ہمراہ قلعہ ظنیہ گیا ہے؟

جواب۔ نہیں میں نے کبھی کسی شخص کے متعلق یہ روائے نہ سنا ہے کہ حال نہیں سنا
سوال۔ تم دہلی میں کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا لقب محمد وردیش ہو؟
جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ کیا غدر سے چند ماہ پہلے جاتے ہو دہلی یا شہر کے کسی اور مقام میں کوئی
تحریر شدہ کاغذ جس پر شاہ ایران کی مہر تھی چسپاں کیا گیا تھا؟
جواب۔ جی ہاں غدر سے چند ماہ قبل میں نے سنا تھا کہ شاہ ایران کا اعلان جاتے
سجد چسپاں کیا گیا ہے۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی سنا کہ وہ کاغذ کیوں کرواں آیا؟
جواب۔ نہیں۔ لیکن یہ سننا ہے کہ مضمون ایسا ہی تھا جیسے شیعوں مسلمان کہتے ہیں
سوال۔ کیا عموماً تسلیم کر لیا گیا تھا کہ وہ کاغذ اصلی ہے؟
جواب۔ اس کی اصلیت کا عوام کو یقین نہیں تھا۔ علی العموم نہیں سمجھتے تھا
سوال۔ کاغذ کا مضمون کیا تھا؟

جواب۔ میں نے سننا ہے کہ اس میں مذکور تھا کہ سلمان تقصیب و تفرقہ کو علیحدہ کر لیں
اور موجودہ وقت میں باہم متحد ہو کر ایک ہی علم کے زیر سایہ ہماؤں کریں۔
سوال۔ کیا اس اعلان سے شہر میں جوش و اضطراب نہ پیدا ہو گیا تھا؟
جواب۔ نہیں کسی بڑی حد تک نہیں۔

سوال۔ کیا قلعہ میں یا موزم کو اس اعلان کا ذکر کرتے ہوئے تم نے سنا؟
جواب۔ موزم نے میرے سامنے کچھ نہیں کہا لیکن قلعہ کے دیگر چند اشخاص کو مذکورہ
کرتے سنا تھا۔

سوال۔ کیا کمپنی کے الحاق اودھ سے دہلی کی سلطان آبادی میں جینی انوار منشی
کے آثار پیدا ہو گئے تھے؟

جواب۔ اس سے ذرا بھی ناراضگی نہیں پیدا ہوئی۔ بلکہ مسلمانانِ دہلی کو بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ اہل لکھنؤ شیعہ ہیں۔ اور انہوں نے مولوی امیر علی کو جو سید اور شیعہ تھے قتل کر دیا تھا۔

سوال۔ کیا غدر سے کچھ روز پہلے جاح مسجد پر فرقہ مسلم کی ناراضگی کا کوئی نوٹس یا اشتہار چسپاں کیا گیا تھا؟

جواب۔ مجھے یاد نہیں کہ کوئی کیا گیا ہو۔

سوال۔ کیا کبھی دہلی کے ہندوستانی اخبارات نے بغاوت سے پہلے انگریزوں کے جہاد کرنے کی ضرورت ظاہر کی تھی؟

جواب۔ انہوں نے کبھی نہیں کی۔ وہ ایسا کرتے تو سرکاری حکام خود محسوس کر سکتے۔

لزم سوالات جرح سے انکار کرتے ہیں۔
کاغذ منبر الف مترجم امیلی فارسی میں پڑھ کر سنا تا ہے۔
عدالت کل چار بجے تک کے لئے برخاست ہو جاتی ہے۔

ساتویں روز کی کارروائی

یوم بدھ ۲۵۔ فروری ۱۳۵۷ھ

عدالت واپان خاص قلعہ دہلی میں آج گیارہ بجے سے منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ۔ ممبران۔ مترجم۔ ڈپٹی جج۔ ایڈووکیٹ جنرل تمام موجود ہیں۔
لزم عدالت میں حاضر کئے گئے اور ان کا مدوکار غلام عباس بھی حاضر ہے۔
حکیم حسن الدیخاں طلب کئے گئے اور اظہار دینے لگے۔

جج ایڈووکیٹ نے اظہار دئے

سوال۔ تم نے محمد رویش کی عرضی سن لی کیا تم جانتے ہو کہ کوئی چیز کھانے کے

خوان یا روغن یا تانبے کے سکے یا کپڑا۔ بادشاہ نے حسن عسکری کے وظائف یا عمل پڑھنے کے لئے روانہ کئے تھے۔

جواب۔ جی ہاں یہ تمام اشیاء حسب معمول بھیجی جاتی تھیں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کسی خاص مطلب سے روانہ کی جاتی ہوں جیسا کہ عرضی میں مذکور ہے۔

سوال۔ تم نے کہا تھا کہ جاٹ مل دربار کا حاسوس تھا۔ کیا مخبری کرنے کے صلہ میں بادشاہ اسے کچھ دیتے تھے؟

جواب۔ نہیں وہ بادشاہ کا ملازم نہیں تھا۔ بلکہ گورنمنٹ برطانیہ کا اخبار نویس تھا سوال۔ پھر یہ کیونکر ہوا کہ اسے اس راز سے آگاہی ہو گئی اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کے اخبار نویس کو ایسے اہم معاملہ سے مطلع کیا جائے؟

جواب۔ جاٹ مل محل کے اس پاس خبریں جمع کرنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ اور اس معاملہ کو سن کر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس راز سے آگاہ ہوں۔ اس وقت میں اس سے بالکل لاعلم تھا۔ اور بعد میں جو کچھ میں نے سنا اس سے جاٹ مل کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ گواہ جاتے ہیں۔ جاٹ مل سابق اخبار نویس گورنمنٹ گورنر آگرو عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہار لئے گئے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ کیا حسن عسکری نامی شخص کو تم جانتے ہو؟

جواب۔ جی جانتا ہوں۔

سوال۔ کیا وہ اکثر ملازم کے پاس حاضر رہتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ بادشاہ اور اس کے درمیان کیا راہ و رسم تھی جو معلوم ہو بیان کرو۔

جواب۔ وہ بادشاہ کے پاس آتے اور کچھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے وہ دربار کا صاحب کشن

کرامت بتاتے تھے اور پٹنی گوئیاں و خواب کی تعبیریں بیان کرتے تھے دیہاں ملازم خود بخود بتاتے ہیں کہ بیشک حسن عسکری میں یہ تمام فضائل ہیں جو بیان کئے جا رہے ہیں۔ حسن عسکری کا قول تھا کہ اکثر ہاتھ خنجر کی آوازیں انہیں آیا کرتی ہیں جب انہیں طلب کیا جاتا تو فی الفور بادشاہ کے پاس حاضر ہو جاتے تھے۔ اور اکثر بے بلائے بھی چلے آتے تھے خصوصاً رات کے وقت جب کبھی انہیں بادشاہ سے منثورہ کرنا ہوتا۔

سوال۔ تم نے کبھی کسی خاص خواب کی نسبت کچھ سنا جس کی تعبیر حسن عسکری نے بادشاہ کو بتائی ہو۔

جواب۔ جی ہاں اس وقت جبکہ ایرانی افواج ہرات میں آئیں تو میں نے سنا ہے کہ حسن عسکری نے خود کا دیکھا ہوا خواب بادشاہ سے بیان کیا تھا کہ اس نے مغرب سے ایک گولہ نمودار ہوتے دیکھا جس کے قنات میں ایک سیلاب عظیم آیا اور ملک کو روندنا ہوا نکل گیا۔ مگر اس سیلاب سے بادشاہ کو بالکل پریشانی و تکلیف نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اسی سیلاب میں اپنے تخت پر بیٹھے رہے۔ پھر حسن عسکری نے اس کی یہ تعبیر بیان کی شاہ ایران شرق میں برطانوی طاقت کو تباہ و برباد کر دیگا اور بادشاہ کو تخت پر بٹھا کر از سر نو عنان سلطنت ان کے ہاتھ میں دے دیگا اور کفار یعنی برطانوی قتل کئے جائیں گے۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص حسن عسکری کے ذریعہ شاہ ایران کے پاس خطوط بھیجے گئے یا اس سے سلسلہ پیام رسانی رہا ہو۔

جواب۔ جی ہاں میں جانتا ہوں کہ خطوط بھیجے جاتے تھے۔ ڈیڑھ یا دو سال ہوئے کہ ایک قافلہ کہ جا رہا تھا۔ ایک شخص شیدی خنجر نامی نے جمل کے تمام حشیوں کا سہارا لیا اس قافلہ کے ہمراہ جانے کی اجازت چاہی۔ منظور می مل گئی۔ اور حسب دستور نے ایک سال کی تنخواہ پیشگی دے دی گئی۔ اور کہا جاتا ہے کہ ساتھ ہی بادشاہ

کی طرف سے ایک درخواست بے غور خداوند تعالیٰ بھیجی گئی۔ تاکہ اسے لے جا کر شاہ کعبہ میں چسپاں کر دیا جائے۔ دس یا بارہ روز بعد میں نے سنا کہ شیدی قبر کا مکہ جانا محض فریب تھا۔ بلکہ دراصل وہ بادشاہ دہلی کا خط شاہ ایران کو دینے کے لئے لے کر ایران گیا ہے میں نے یہ بادشاہ کے قاصد خواجہ بخش اور ایک مقرر خاص سے جس کا نام مجھے یاد نہیں سنا ہے۔ اسی وقت میں نے کپتان ڈگلز کو اطلاع کی جنہوں نے کہا کہ یہ نہایت اہم بات ہے اور مجھے زیادہ تحقیقات کرنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ بادشاہ دہلی کو شاہ ایران سے اس مسئلہ کے متعلق جاننا بہت کرنے کی ممانعت تھی میں نے حکیم حسن السدخان سے دریافت کیا کیونکہ وہ کپتان ڈگلز کی تحریری وقوع میں آتے تھے۔ انہیں خبر تھی تھی حکیم حسن السدخان نے انکے کہا کہ انہیں اس کی مطلق خبر نہیں۔ اور اگر ایسا کیا گیا ہے۔ تو ان کی اطلاع میں ہونا ہو گا۔ میں نے کپتان ڈگلز کو مطلع کر دیا۔ اور اپنی تحقیقات سے دستور جاری رہی اور کوئی بیس روز کے بعد اصل حال تحقیق ہو گیا۔ میں ببول گیا کہ کس سے یہ معلوم ہوا تھا کہ حیدر حسین کمانڈر ٹوپ خانہ ملزم، اور جن عسکری نے مل کر چند خطوط شیدی قبر کے ذریعہ ایران روانہ کئے ہیں۔ میں نے یہ کپتان ڈگلز کو جا کر بتا دیا اور کہا کہ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ خبر میرے بھی کانوں میں پڑی ہے۔ لہذا اب وہ محتاط رہتے ہیں۔ اور اب میں سراغ نہیں لگ سکتا نیز کپتان ڈگلز سے میں نے یہ کہا کہ لاہور کے پاس شیدی قبر کو گرفتار کر لینا بندوبست کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تحقیق نہیں ہے کہ وہ کوئی راہ سے گیا ہے۔ لہذا اس معاملہ کو طول دینا فصول ہے۔

سوال۔ کیا مسئلہ چٹاٹ اپنڈیا تھا جس نے شاہ بدستہ جیش کیا کرتے تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔ قتل اور شہر میں اکثر جی جیش کرتے رہتے تھے۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ مذہبی جنگ کی رو سے اس پر روشنی ڈالی جاتی تھی؟

جواب۔ جی ہاں ہر حصہ ملک میں عوامی خیال کیا جاتا تھا۔ کہ مذہبی جنگ ہے اور شاہ ایران خلیفہ ہو گا۔ مگر بعض لوگ جنہیں حقیقت امر سے آگاہی تھی کہا کرتے تھے کہ شاہ ایران انگریزوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ کمپنی کی فوج کے ویسی سپاہیوں یا افسروں سے ملزم یا ان کے کسی حتمی کبھی سلسلہ جنبانی ہو یا کرنے کی کوشش کی ہو؟

جواب۔ نہیں کسی سلسلہ جنبانی کی نسبت جو ملزم یا ان کے ایجنٹوں نے کی ہو کبھی نہیں سنا۔ البتہ سارے تین سال قبل پہلی مرتبہ دس یا بارہ مسلمان سپاہیوں نے۔ اور دوسری بار چھ یا سات نے ملزم کے مرید ہونے کی استدعا کی تھی جسے ملزم نے بھی منظور کر لیا تھا۔ اس معاملہ کو سر جان تھیوٹلس ٹکفٹ نے سن کر تحقیقات کی تھی۔ اور تدارک کر دیا تھا۔

سوال۔ کیا کمپنی کے اووہ کو لے لینے پر بھی بادشاہ یا اہل قلعہ بحث کرتے تھے اگر کرتے تھے تو کس نقطہ نظر سے؟

جواب۔ جی نہیں۔ الحاق اووہ کی بابت میں نے صرف دو مرتبہ گفتگو کرتے سنا ہے۔ اس میں سے ایک مرتبہ جبکہ فوجیں کا پور جا رہی تھیں تو ملزم نے دستخط فرما کر پور کپتان ڈگلس سے دریافت کیا تھا کہ کیا کمپنی نے اووہ لیا ہے؟ ان دونوں نے بیان کیا کہ انہیں اس بات کی کوئی خبر نہیں ملی۔

سوال۔ کیا حسن عسکری نے بادشاہ کی مدت عمر یا انگریزوں پر مینہ کا سپاہیل کی کوئی پیشین گوئی کی تھی؟

جواب۔ جی ہاں یہ کہا تھا کہ اس نے اپنی عمر کے بس سال بادشاہ کی عمر میں بڑھ دیے۔ انگریزوں پر فتح پانیکا ذکر کیا ہو یہ کبھی نہیں سنا۔ صرف اس کے خواب کا ذکر

سنا تھا جو تباہ چکا ہوں۔

سوال۔ کیا تم نے محل میں کبھی یہ سنا کہ پلاسی کی لڑائی کے سو برس بعد انگریزوں کی حکومت مٹ جائے گی؟

جواب۔ جی نہیں۔ کبھی نہیں۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم تھا کہ قبل بغاوت ایٹانڈیا کمپنی دہلی کی رحمتشیر کسی طرح ناخوش تھیں؟

جواب۔ میرے قلعہ میں آتے وقت ان کی ناراضگی کا کچھ پونہ بی سا احساس ہوتا تھا لیکن غدر سے بیس یا پچیس روز قبل سپاہیوں میں انہالہ کے مکان جلاؤں کا ذکر آپس میں ہوتا تھا۔ اور محرب کارٹوسوں کے بھی تذکرے کرتے اور انہیں استمال نہ کرنے کے چیان بات دیتے تھے۔

سوال۔ کیا اس مضمون یعنی سپاہیوں کی ناراضگی کا قلعہ میں بھی تذکرہ ہوتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں سپاہیوں کی ناراضگی بسبب محرب کارٹوسوں کے استمال کے اور انہالہ کے مکانات جلاؤں کے کا جو عظیم طے سے قلعہ میں ہوا کرتا تھا۔ لیکن بادشاہ کے منہ سے یا ان کے سامنے کبھی میں نے نہیں سنا۔ غدر سے چند روز قبل قلعہ کے پھانک والے سپاہیوں سے یہ سنا تھا کہ اگر میرٹھ کی فوجوں کو محرب کارٹوسوں کا استمال کے لئے مجبور کیا گیا۔ تو یہ قرار پا گیا ہے کہ وہ دہلی کی فوج سے اکڑ جائیں اور یہ سازش ایک ہندوستانی انسر کے ذریعہ عمل میں آئے گی۔ جو کورٹ مارشل ڈیوٹی میں میرٹھ جائیگا۔

سوال۔ کیا یہ بات تم نے کسی پٹاہر کی تھی یا اس کی رپورٹ کسی سے کی تھی؟

جواب۔ جی نہیں۔ یہ ایک فوجی معاملہ تھا۔ دیے بھی مجھے اس کی رپورٹ نہیں کر آئی تھی کیونکہ میری تمام رپورٹیں صرف بادشاہ کی ذات تک محدود رہتی تھیں۔

سوال جب باغی افواج میرٹھ سے آئیں اسوقت تم یہاں موجود تھے ؟
 جواب میں اپنے مکان میں شہر کے اندر موجود تھا۔ میں نے سنا کہ میرٹھ کے چند سواروں
 نے سلیم گڑھ پہل کے محمول وصول کرنے والے کو قتل کر دیا ہے اور محمول کا مکان
 جلا ڈالا ہے۔ میں نے ان خبروں پر چند ان اعتبار نہیں کیا۔ اور خبروں کا خط لکھتا
 رہا۔ اسے پورا کر کے قلعہ میں آیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ کپتان ڈگلز۔ مسٹر فریزر مسٹر جینرل
 بمبسترٹ اور مسٹر کنس بیڈکلرک کشن آفس، کلکتہ دروازہ کی طرف باغیوں کا تدارک
 کرنے کے لئے گئے ہیں۔ میں بھی فوراً ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور وہاں
 جا کر دیکھا کہ وہ کلکتہ دروازہ رستی کے پہل کے پاس ایک دروازہ تھا پر پہنچ
 گئے ہیں۔ جب یہ لوگ وہاں انتظام کر رہے تھے کہ کسی نے آکر خبر دی کہ باغی براہ
 دروازہ زینت الساجد شہر میں داخل ہو گئے۔ اور دریا گنج میں جا پہنچے اور بیگلوں
 پر فیر کر رہے ہیں۔ دھواں دراصل بلند ہو رہا تھا۔ یہ سچ آٹھ بجے کا واقعہ ہے۔
 اس کے تھوڑی دیر بعد تین سوار دریا گنج کی طرف سے ایک انگریز کے تعاقب
 میں دوڑے چلے آ رہے تھے۔ ایک نے اس پر سپول کا فیر کیا۔ مگر نشانہ خطا کر گیا۔
 یہ انگریز میگزین کے راستہ کی طرف فرار ہو گیا۔ اسی وقت مسٹر فریزر نے دروازہ
 کے ایک محافظ سپاہی کی بندوق سے کہ ایک سوار کو گولی مار دی۔ دیگر سواروں نے
 ان کے گھوڑے کو گھائل کر دیا۔ مسٹر فریزر اپنی گھبی میں سوار ہو گئے۔ ان کے ساتھ
 کپتان ڈگلز اور مسٹر جینرل پیدل ہوئے اور یہ سب کے سب قلعہ کی طرف
 چلنے لگے مسٹر جینرل کے شانہ پر کہنی سے کچھ اوپر ایک سوار کی سپول کی گولی سے
 شدید زخم آیا مسٹر فریزر کے قلعہ کی طرف جاتے ہوئے چند سوار اور آ پڑے ایک
 نے پشت کی طرف سے آکر سپول کا فیر کیا۔ مگر مسٹر فریزر بال بال بچ گئے۔
 اس وقت کپتان ڈگلز کا چہرہ اسی عجیب و غریب مسٹر فریزر کی گھبی کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا

کپتان ڈگلز نے جب اپنے آپ کو سواروں سے گھرا ہوا پایا تو شہر کی قندق میں
 کوہ پڑے اور چند ڈکیلے پتھروں پر گریسے کپتان موصوف کے سخت چوٹ آئی۔ اس
 وقت سوار حاجا انگریزوں کو ڈھونڈتے پھیر رہے تھے اسی اثنا میں بخٹاور اور چند
 مہندوستانی ملازمین نے موقع پا کر کپتان ڈگلز کو خندق سے باہر نکالا۔ دیکھا کہ
 ان پر بے ہوشی طاری تھی۔ پھر انہیں قلعہ کے دروازہ پر ان کے کمرے میں
 پہنچا دیا گیا۔ جب ذرا ہوش آیا۔ تو انہوں نے اپنے پاس کے لوگوں کو مشرف فریڈ
 کے اٹھا لانے کی ہدایت کی اور کہا کہ انہیں ضرب شدید آئی ہے ان کے حکم کی تعمیل
 کی گئی مشرف فریڈ قلعہ کے لاہوری دروازہ کے نیچے کی پوشیدہ راہ سے ایک انگریز
 کو ہمراہ لئے جو اسی روز کلکتہ سے آیا تھا۔ جارہے تھے۔ انہوں نے پرانے قاصد
 کو بادشاہ کے پاس توہین لالے کے لئے روانہ کیا۔ اور خود بھی نفی راستہ کے
 دروازہ پر پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر ایک انبوہ کثیر جس میں مرد اور ہر عمر کے بچے
 موجود تھے اس طرف دوڑا۔ اور پاس جا کر لاف زنی کرتا رہا مشرف فریڈ روشنی اور
 ڈلت کی علامتیں دیکھ کر سخت سراسیمہ ہوئے اور کپتان ڈگلز کے مکان کی خن
 لوستے۔ سیڑھیوں تک پہنچنے پائے تھے۔ کہ حاجی لوبار نے ان کے قتل کرتے کی
 غرض سے تلوار کھینچ لی۔ مشرف فریڈ جن کی تلوار نیام میں تھی۔ اسے اونچا اٹھا کر پیرنی
 سے پٹے اور حوالدار سے کہا ”یہ کیا ہے“ اس پر حوالدار نے دکھانے کے لئے منج
 کو منتشر کر دیا۔ لیکن جونہی مشرف فریڈ نے پیٹھ پھری۔ اس نے جھک کر لوہار سے
 کچھ کہا۔ جس کا مضمنا یہ تھا کہ اسے پھر حملہ آور ہونا چاہیے۔ لوہار کی بہت بندہ
 گئی۔ اور اس نے بڑھ کر مشرف فریڈ کی گردن پر سیدھی طرف سے نہایت گہرا
 اور کاری زخم لگایا۔ مشرف فریڈ فوراً گر پڑے۔ ان سے رتے ہی تین شخص غافل دوا
 ایک قبولی پٹھان مغل بیگ یا منٹل جان اور شیخ دین محمد جو ڈیوڑھی میں

چھپے ہوئے تھے۔ دوڑے۔ اور ان کے سر۔ چہرہ اور سینہ پسل گئی وار
کے جس سے مسٹر فریزر کا بالکل کام تمام ہو گیا۔ شیخ دین محمد ایک مسلح شخص تھا
جسے بادشاہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ اور خالق داد و مثل بیگ بھی محبوب علی خاں بادشاہ
کے وزیر اعظم کے ہتھیار بند سپاہی تھے۔ ان تینوں نے مسٹر فریزر کو ہلاک کر کے
کپتان ڈگلز کے مکان کی راہ لی۔ اور انہوہ کثیر کو ہمراہ لئے ہوئے ٹیڑھوں
پر چڑھنا شروع کیا۔ جب وہ زینہ طے کر چکے تو اکھن نامی گورنٹ ملازم نے
جو کپتان ڈگلز کا اردلی تھا۔ اندر جا کر بوائوں کے گھس آنے کی اطلاع کی۔
اور اسے دروازہ بند کر دینے کی تاکید کی گئی۔ جب اندر سے دروازہ بند کر دیا گیا
تو کمرہ کے جنوبی رخ سے صد ہا آدمی دوڑ کر براہ زینہ اوپر چڑھ گئے اور وہاں
سے اندر داخل ہوئے اور جو دروازہ اکھن نے بند کر دیا تھا۔ اسے ان تینوں
قاتلوں اور ان کے مسلح گروہ کے لئے کھول دیا۔ جنہوں نے مسٹر فریزر کو گرنے کے
بعد قتل کر ڈالا تھا۔ ان لوگوں نے بکے بند دیگرے کپتان ڈگلز مسٹر چیئرمین کوئیٹ
مسٹر جیننگس مس جیننگس مس کلیفارڈ اور وہ تمام جو کپتان ڈگلز کے مکان
میں تھے۔ سب کو قتل کر ڈالا۔ نو وارد جو اسی روز کلکتہ سے آیا تھا۔ بھاگ نکلا۔
اور قلعہ کی تفصیل کے باہر بچنے کی تدبیر کرنے لگا۔ وہ اسی مجلس میں مرزا کو چپکے
مکان تک قلعہ کے دہلی دروازہ کے متصل جا پہنچا۔ کسی نے اس پر فیر کیا جس
سے اس کا شانہ زخمی ہو گیا۔ وہ فی الفور لوٹا۔ اور کپتان ڈگلز کے جنوبی زینہ تک
پہنچے پہنچتے دوڑ کر طے کر ڈالا گیا۔ اس قتل کاری میں صرف ہندو مسٹ کاوقفہ
صرف ہوا تھا۔ اور میں نے یہ اکھن۔ بھتا اور۔ پران۔ اور کشن کے بیانات سے
حاصل کیا ہے لیکن مسٹر فریزر کی موت کے وقت تک کے تمام واقعات میرے چشم دید ہیں۔
بچار بچ چکے۔ عدالت یوم جمعہ تالیخ ہ۔ فروری تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔

آٹھویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ مورخہ ۵ فروری ۱۸۵۷ء

عدالت آج قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ۔ ممبران، مترجم۔ ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملازم اپنے مشیر قانونی کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔

گواہ جاسٹس پھر طلب کیا گیا اور گزشتہ اظہار کی یاد دہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار رتے

سوال۔ جب اگر پزیر کیا تو گلس کے کمرے میں مار ڈالے گئے۔ تو سپاہیوں اور
حوام نے پھر کیا کیا؟

جواب۔ ان کے مارے جانے کے بعد میں فوراً شہر میں اپنے مکان پر چلا آیا۔ اور
قلعہ میں کئی روز نہیں گیا۔

سوال۔ بادشاہ نے کب عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور کیا اس وقت توپوں
سے سلامی دی گئی تھی؟

جواب۔ میرٹھ کی فوجوں کے آنے کے تین چار روز بعد انہوں نے تمام سرکاری مال
اور بارود جو شہر کے باہر تھی۔ اور سلمہ، سب پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک ہفتے کے
بعد مختلف محکموں کو احکام جاری کئے کہ سرکاری کاروبار کی عرصیاں نہیں سمجھیں
کیا روٹی کو بہ وقت شب چوبیس توپوں کی سلامی سر کی گئی۔ مگر مجھے علم نہیں۔
کہ کس بنا پر بعض کہتے ہیں کہ میرٹھ کے علم آنے کی خوشی میں توپیں سر ہوئیں
اور بعض کا خیال ہے کہ ملازم سلیم گروہ گئے ہوئے تھے۔ ان کی سلامی میں
توپیں واقعی گئیں۔

سوال - مرزا مغل کما تڈرا پچیف کب بنائے گئے؟

جواب - غدر کے آٹھ یا سات روز بعد ویسی افسران سے مشورہ لینے لگے تھے اور ان کے احکام بھی جاری ہونے شروع ہو گئے تھے۔ لیکن ایک مہینہ بعد ان کا تقرر عام طور سے شائع ہو گیا۔ اور خلعت فاخرہ ملا۔ نیز اسی سلسلے میں بادشاہ کے دوسرے بیٹے اور پوتے جرنیل اور کرنیل بنائے گئے اور ہر ایک کو خلعت دیا گیا۔

سوال - جن عسکری غدر کے زمانہ میں کیا کام کرتا رہا؟ کیا وہ بادشاہ کا خاص مشیر رہا تھا۔

جواب - وہ بادشاہ سے سابق دستور ملتے رہے۔ اور بظاہر کرنی مشہور کام نہیں کیا۔ بادشاہ کی ایک دختر حسن عسکری کی مرید تھی۔ لیکن لوگ کہتے تھے کہ ان دونوں میں ناجائز تعلقات ہیں۔

سوال - ہمیں معلوم ہے کہ میگزین پر حملہ کرنے کی نیت سے قلعہ سے بیٹھیاں لگئی تھیں؟

جواب - میں نے سنا تھا کہ میگزین پر حملہ کرنے کے لئے بیٹھیاں لگائی گئیں مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں سے لائی گئی تھیں؟

سوال - کیا کبھی تم نے سنا کہ دیہات میں غدر سے چند ماہ پیشتر روٹیاں تقسیم کی گئیں اگر ایسا کیا گیا تو اس سے کیا مقصود تھا؟

جواب - جی ہاں میں نے اس کی بابت سنا تھا۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ آفات سے بچنے کے لئے خدا کی نذر مانی گئی تھی۔ بعض کا خیال تھا کہ گورنمنٹ کی طرف سے تقسیم کی گئی ہیں۔ اور ان کا مطلب یہ ہے کہ تمام آبادی عیسائیوں کا سا کھانا کھانے پر مجبور کی جائے گی۔ اور اس طرح اپنے مذہب سے محروم کی جائے گی۔ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ گورنمنٹ نے روٹیاں تقسیم کر کے دوسروں کا مذہب بگاڑنے اور عیسائیت کو

فروغ دینے کا قصد کیا ہے۔ پھر سنا گیا کہ سب کو اس کے اسناد کی کوشش کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔

سوال۔ جب دیہات میں ایسی چیزیں بھیجے گا ہندو اور مسلمانوں میں عام رواج ہے تو کیا بغیر وجہ یا بے سوچے سمجھے اس کا ہی مفہوم سمجھا جاسکتا ہے؟
جواب۔ جی نہیں۔ یہ عام رواج ہرگز نہیں ہے۔ میری پچاس سال کی عمر آئی مگر اس سے پہلے کبھی میں نے ایسی بات نہیں سنی۔

سوال۔ کیا کبھی یہ بھی سنا ہے کہ چپاٹیوں کے ہمراہ کوئی پیام بھیجا گیا تھا؟
جواب۔ جی میں نے کبھی نہیں سنا۔

سوال۔ کیا یہ چپاٹیاں کسی خاص ہندو یا مسلمان نے تقسیم کی تھیں؟
جواب۔ وہ بلا امتیاز ہر دو مذہب کے دیہاتیوں کو تقسیم کی گئی تھیں۔

سوال۔ گیارہویں کے روز بعد تم پھر قلعہ میں گئے تھے؟

جواب۔ میں نے جب شہر میں سنا کہ انگریز قتل کئے جانے والے ہیں۔ مجھے ٹھیک تاریخ یاد نہیں لیکن ابتدا غدر سے سات آٹھ روز بعد میں مجمع کے ہمراہ قلعہ گیا تھا اس وقت صبح کے آٹھ بجے تھے۔ جب میں پہلے صحن میں پہنچا تو انگریزوں کو جوش کے کنارے ایک قطار میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جن کے ہاتھ پیچھے موڑ کر مر کے پاس بندھے ہوئے تھے۔ کچھ مرد اور عورتیں، بچے تھے۔ سب پہنچتے ہی میرٹھ کے ایک ہاشمی سپاہی نے جو فاصلہ پر گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ ان پر سیٹل کا فیر کیا۔ نشانہ خطا کر گیا۔ اور بادشاہ کے ایک ملازم کو گولی جا لگی جو قیدیوں کی پشت پر کھڑا ہوا تھا انجام کار وہ شخص مر گیا۔ اس حادثہ کی وجہ سے جماعت نے فیصلہ کیا کہ انگریزوں کو تلوار سے قتل کیا جائے۔ بادشاہ کے مساعین۔ اور چند باغیوں نے اس مقصد کے لئے تلواریں کھینچیں۔ مگر مجھ میں اتنی بہت نہ تھی کہ وہاں ٹھہریں۔

اور ان کا قتل مشاہدہ کر سکوں۔ لہذا میں مکان چلا گیا۔ اور اس کے بعد سنا کہ بادشاہ کے نوکروں اور باغی سپاہیوں نے انہیں قتل کر ڈالا۔

سوال۔ اس حادثہ کے وقت کیا کوئی توپ خوشی کا اظہار کرنے کیلئے سر کی گئی تھی؟
جواب۔ نہیں میں نے نہیں سنی؟

سوال۔ کیا بادشاہ نے ان قیدیوں کے قتل کرنے کی رائے دی تھی؟

جواب۔ اول روز سپاہیوں کی یہ استدعا کہ انگریز قتل کر دیئے جائیں۔ بادشاہ نے نظر نہیں کیا لیکن کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز نسبت علی خاں مصاحب خاص جو انہی وحشیانہ عادت میں مشہور تھا۔ سپاہیوں کے پاس گیا اور انگریزوں کے قتل پر زور دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی حکم دیدیا کہ انگریز ان کے حوالہ کر دیئے جائیں پھر سپاہیوں نے انہیں قتل کر ڈالا۔ یہ تھا جو کچھ میں نے اپنے گھر سے سنا قتل کے جلنے کی صبح دیوان خاص کے دروازے پر نسبت علی خاں نے کھڑے ہو کر باواز ملہد کہا کہ بادشاہ نے انگریزوں کے قتل کی اجازت دیدی ہے اور ملزم کے بھتیجا رنبند سپاہیوں کو قتل میں شریک ہونے کی ہدایت کی۔

سوال۔ کیا ہمارے خیال میں اگر بادشاہ چاہتے تو ان انگریزوں کو خصوصاً ان کے بیوی بچوں کو بچا سکتے تھے؟

جواب۔ میں نے شہر میں سنا تھا کہ بادشاہ انگریزوں اور خاص کر انکی عورتوں بچوں کو بچانا چاہتے تھے۔ مگر سپاہیوں کے غیظ و غضب کی مخالفت کرنے کی نہیں جرات نہیں ہوئی۔

سوال۔ کیا بادشاہ کے زنان خانہ میں کافی جگہ نہیں تھی۔ جہاں انگریز عورتیں مردوں اور بچوں کو چھپا دیا جاتا؟

جواب۔ ضرور تھی۔ وہاں تو اتنی گنجائش تھی کہ اگر پانچ سو آدمی چھپا دیئے جاتے

تو پتہ نہ لگ سکتا کیونکہ وہاں کئی خفیہ راستے اور پتہ خاصے تھے۔ جہاں باغی لوگوں سے بچ کر عصمت آباد عورتیں دلوش ہو سکتی تھیں؟

سوال۔ برٹش افواج کے محاصرہ کرتے ہوئے قوت مند دہلی میں موجود تھے؟

جواب۔ میں غدر شروع ہونے سے تین ماہ متواتر دہلی میں مقیم رہا۔ حتیٰ کہ شاہی آدمیوں نے گورنمنٹ کے ملازموں کی تلاشیاں اس شبہ پر لینی شروع کر دیں کہ وہ گورنمنٹ کو خبریں پہنچا رہے ہیں۔ میں اس وقت فرار ہو گیا۔ اور شہر میں اس وقت تک قدم نہ رکھا جب تک گورنمنٹ نے دوبارہ دخل نہ لیا۔

سوال۔ قلعہ میں انگریزوں کے قتل کے بعد کیا کچھ اور انگریز بھی مارے گئے تھے؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ دوبارہ قتل کے لئے کوئی انگریز باقی رکھا گیا ہو۔ البتہ قتل ہو کر کے قبل میں نے سنا تھا کہ انگریزوں میں یا چالیس انگریز تہ شانہ میں دلوش ہو گئے تھے۔ مگر بھوک سے تنگ اگر باہر نکل آئے اور مار ڈالے گئے۔

سوال۔ کیا سپاہیوں کو علاوہ مجرب کارہوسوں کے تھے اور کوئی شکایت کرتے تھے۔

جواب۔ نہیں۔ میں نے کبھی نہیں سنا۔

سوال۔ محاصرہ کے زمانہ میں کمپنی کی حکومت کی نسبت سپاہی عموماً کیا کہتے تھے؟

جواب۔ وہ عموماً گورنمنٹ کی بہت شکایت کرتے تھے کہ وہ ہمارے مذہب اور قوم کی ٹھکنی کرتی ہے۔ انگریزوں کے قتل کا جتنی عہد کر چکے تھے۔ وہ جو دشمنی پر دے ہوئے تھے نہایت خوشی سے کہتے تھے کہ انگریزوں نے جب سپاہی ہمارے ساتھ رہتی اس کے مقابلہ میں ہمارا مرجنا اچھا۔

سوال۔ انگریز گورنمنٹ کے برخلاف کیا منہ اور مسلمانوں کے جذبات میں کچھ فرق تھا؟

جواب جی ضرور تھا۔ مسلمان متفقہ طور پر گورنمنٹ برطانیہ کو الٹ دینے کے درپے تھے مگر بڑے بڑے ہندو تاجروں و ساجوکاروں میں اس پر اظہارِ سنوس کیا جاتا تھا۔

سوال۔ مگر ہندو اور مسلمان سپاہیوں کے جذبات میں کوئی اختلاف نہیں تھا کیا دونوں انگریزی حکومت کے خلاف تھے؟

جواب۔ فرج میں تو عموماً ہندو اور مسلمان ہر دو کے جذبات یکساں تھے۔

سوال۔ تم سمجھتے ہو کہ میرٹھ کی سپاہ کا قلعہ میں انتظار تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ ان کا انتظار کیا جاتا تھا۔ اتوار کو میرٹھ سے خطوط آئے تھے جن میں یہ خبر تھی کہ ۸۰ سپاہیوں کو پاہر زنجیر کر لیا گیا ہے اور انجام کا معاملہ بالکل خطرناک صورت اختیار کر لیا چنانچہ قلعہ کے دربان تک اپنے جذبات و خیالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکے۔ علانیہ کہنے لگے کہ انہیں اسید ہے کہ میرٹھ میں بغاوت کر کے فوجیں واپس آئیں گی۔

سوال۔ بہار سے پاس کوئی وجوہات ہیں کہ ملازم کو بھی اس کی اطلاع دیدی گئی تھی اور خبردار کر دیا گیا تھا؟

جواب۔ نہیں میرے پاس کوئی وجہ نہیں ہے۔

سوال۔ کیا کسی وجہ سے تم فیصلہ کر سکتے ہو کہ ملازم کو میرٹھ سے آنے والی فوجوں کا پیشتر سے علم تھا؟

جواب۔ میرے مشاہدہ میں قبل یا بعد کوئی ایسی بات نہیں آئی جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کر سکوں۔

سوالات حرج الزم

سوال۔ تم نے پرسوں اپنی شہادت میں بیان کیا تھا کہ انگریز جان بچانے کی کوشش میں مرزا کو چک کے مکان تک پہنچ گیا۔ جہاں اسے گولی مار دی گئی کیا مرزا کو چک اس وقت مکان میں تھا؟

جواب۔ جی میں اس مضمون کے تفصیلی واقعات نہیں بتا سکتا؟

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مسٹر فریزر کے قاتلوں کو میں نے کھڑا کیا تھا یا فوج نے

انہیں ایسا کرنے کی ہدایت کی تھی؟

جواب۔ جہاں تک مجھے علم ہے بادشاہ کو قتل سے پہلے خبر نہیں تھی۔ باغیوں نے فرج کے ایما اور ترغیب سے انہیں قتل کیا۔

سوال۔ انگریز مقتولین کی لاشوں کو میں نے لیجائے کی خواہش ظاہر کی اور سپاہیوں نے مجھے اجازت نہیں دی۔ کیا یہ تم نے سنا ہے؟

جواب جی نہیں۔ اس کا مجھے علم نہیں۔

سوال۔ کیا تم خوب جانتے ہو کہ میں نے اپنے مسلح معاصروں کو انگریزوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ یا بسنت علی خاں نے غلط اڑایا تھا؟

جواب۔ میں کہہ نہیں سکتا۔

عدالت نے انہما رٹے

سوال۔ جس وقت قتل ہونے سے پیشتر تم نے انگریزوں کو بندھا ہوا دیکھا تھا کیا بادشاہ کے محترم اسرو ملازم موجود تھے؟

جواب۔ جی نہیں۔ صحن میں ان میں سے کسی کو بھی میں نے نہیں دیکھا۔ البتہ مرزا نعل بادشاہ کے صاحبزادے اپنے مکان کی چھت سے کھڑے ہوئے صحن کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور اسی وقت دوسرے صاحبزادے اور پوتے بھی اپنے اپنے مکانوں میں سے صحن کا نظارہ کر رہے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قتل کا نظارہ ہی کرنے کھڑے تھے۔

سوال۔ کیا ان میں سے کسی نے عورتوں اور بچوں کے بچانے کی کوشش کی یا اس کے برعکس کیا؟

جواب۔ جی نہیں۔ وہ صرف کھڑے تماشہ ہی دیکھتے رہے۔ یہ سب پاچا کا تھا کہ انگریز قتل کئے جائیں گے۔

گواہ جاتا ہے

کپتان فارسٹ اسٹنٹ کسٹرن آف آرڈیننس طلب کئے جاتے ہیں اور حلف لیا جاتا ہے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے
سوال۔ کیا گذشتہ سنی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟
جواب۔ میں تھا۔

سوال۔ کیا اس وقت میرٹھ سے آئی ہوئی باغی فوجوں کو تم نے دیکھا تھا؟
جواب۔ میں نے دیکھا تھا۔ پہلے غالباً ایک رجمنٹ سواروں کی آئی جس کے بعد
ہی گیارہویں اور بارہویں دیسی سپیل رجمنٹوں نے بھی براہ میرٹھ آکر پل عبور کیا۔
یہ لوگ سنگینوں کو جھجکائے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ فوجی قاعدے سے صفت بندی
ہوئی تھیں۔ اس سے قبل میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ مگرنا البتہ تھا کہ علی الصبح
بوقت سات بجے سواروں کا ایک دستہ پل سے گذر کر دہلی میں داخل ہو چکا ہے۔
جس وقت یہ فوجیں پل عبور کر رہی تھیں۔ میں میگزین میں تھا۔ ان کی آمد کے ہوتے
عرصہ قبل سر قصبہ فلس مشکاف نے مجھ سے کہا تھا کہ باغی فوجوں کے میرٹھ سے آنے
کی افواہ ہے۔ اور دو لوہیں باہر نکلائی چاہی تھیں تاکہ ان سے پل توڑ دیا جائے اور
باغی دریا کو عبور نہ کر سکیں۔ لیکن نہ تو وہاں جاؤر تھے کہ توپوں کو باہر نکالا جاتا۔ اور
نہ گولہ انداز، جو توپ چلائے۔ لہذا اسٹرولف بائی نے میرے ساتھ اس راستے پر
اتفاق کیا۔ اور کہا کہ سب سے بہتر تجویز تو یہ ہے کہ میگزین کے دروازے بند کر لئے
جائیں۔ اور حتی المقدور اس کی حفاظت کی جائے۔ ہم نے سمجھ رکھا تھا کہ اگر شام تک ہم
میگزین پر قابض رہ گئے تو یقیناً میرٹھ سے انگریزی فوجیں آجائیں گی اور وہیں مدد ملیگی
تو اور دس بجے کے درمیان اولتیسویں رجمنٹ دیسی سپیل کے صوبہ دار نے جو

میگزین کے دربانوں کا افسر تھا۔ اور باہر رہ کر تا تھا۔ کٹر کی میں سے مجھے اطلاع کی کہ بادشاہ دہلی نے میگزین پر قبضہ کرنے کی نیت سے ایک فوجی گارڈ بھیجا ہے۔ اور انگریزوں کو محل میں طلب کیا ہے۔ اور اگر وہ اسے نامعلوم کریں تو میگزین سے نکل کر کہیں جانے نہ پائیں۔ اس وقت کوئی گارڈ نہیں تھا۔ صرف ایک پیام رسال کھڑا تھا۔ وہ خوش پوش اور معزز مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ ہم نے صوبہ دار و دربان سے کہا کہ وہ کسی فرمان یا پیام پر اتفاقات نہ کرے اور سوامیرے یا لفٹنٹ ولف بانی کے خود کوئی جواب نہ دے۔ ہم نے اس شخص کو بعد مذکورہ بالا پیام لا یا تھا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ایک دیسی افسر بادشاہی سپاہیوں کا ایک زبردست دستہ لے کر بادشاہ کے حکم سے انھیں دریاں زیب بدن کئے ہوئے کئے اور صوبہ دار و دربان و نان کمیشنڈ افسر سے کہنے لگے کہ بادشاہ نے تمہاری امداد کے لئے ہمیں روانہ کیا ہے۔ اسی وقت میں نے بھی صوبہ دار کو احکام دیئے تھے اور کہا تھا کہ کسی کی باتوں پر اتفاقات نہ کرو۔ بعد ازاں دیسی افسر نے میگزین کے ہر ایک دروازہ پر ایک ایک ماتحت افسر کے ہمراہ بارہ بارہ سپاہیوں کو تعین کر دیا۔ ان لوگوں نے فوجی قاعدے کے بموجب اپنی سنگین زمین میں گاڑ دیں۔ اور باقاعدہ کھڑے ہو گئے انہوں نے افسروں کے ہر ایک حکم کی بجا آوری سپاہیانہ کی وہ سب کے سب فوجی شاہی وردی پہنے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ دس اور گیارہ بجے دن کے درمیان کا ہے اس کے ایک گھنٹہ بعد دربان نے باہر سے پکار کر کہا یا تو میں یا لفٹنٹ ولف بانی اس کے پاس جا کر کھڑے کھڑے گفتگو کر آئیں جب ہم دونوں دروازہ پر پہنچے تو اس نے اطلاع دی کہ بادشاہ دہلی نے تمام گورنمنٹ کا سامان نکال لیجانے کیسے کئی آدمیوں کو روانہ کیا ہے اور ہم انہیں اس سے باز نہیں رکھ سکتے اس کی بات کا نہ تو میں نے اور نہ مسٹر ولف بانی نے کوئی جواب دیا بلکہ کٹر کی میں نے جہانگیر

مال و اسباب صاف کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ اس کام میں لگائے گئے تھے۔ معمولی مزدور تھے۔ جن سے شاہی گارڈ کا ایک دستہ کام لے لیا تھا۔ دستہ پوری دروی میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے دربانوں کے صوبہ دار نے مجھ سے پالمنٹ ولف بانی سے ملنا چاہا۔ اور جب ہم دونوں اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا کہ بادشاہ کے پاس سے ایک پیامبر آتا ہے کہ لے اور آ یا ہے کہ اگر فی الفور دروازے نہ کھولے گئے تو وہ فوراً حملہ کرنے کے لئے اور دیوار پر چڑھنے کے واسطے سیڑھیاں روانہ کریں گے۔ اور یہ سیڑھیاں کچھ دیر بعد لائی گئیں جنہیں میگزین کے جنوب مشرقی گوشہ پر لگا دیا گیا۔ میگزین کے ہندوستانی کام کرنے والے یہ دیکھتے ہی ایک ڈھالو گودام میں سے ہو کر دیوار پر چڑھ گئے۔ اور سیڑھيوں سے اتر کر باہر نکل گئے۔ باغیوں نے یہ دیکھ کر ذرا دیر نہیں کی۔ اور اوپر چڑھنا شروع کیا اور چھوٹے بیج میں گہنے کا راستہ بنالیا۔ وہاں سے ہم پر حملہ کرنے لگے۔ انہوں نے شام کے ساڑھے تین بجے تک حملہ جاری رکھا۔ اور اندرائے کی کوشش کرتے رہے۔ ہم نے ان پر گولیاں برسانی شروع کیں۔ صرف ستر بجلی اور میں دو ہی بندوقیں چلا رہے تھے دو بندوقیں ہم بھری ہوئی رکھتے اور دوسے فیر کرتے جاتے تھے۔ اور دونوں میں میگزین کے دوسرے دروازہ پر رکھوا دی گئی تھیں۔ جن پر سب کنڈکٹر کراؤ۔ اور

سارجنٹ ایچورڈ کو مامور کیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں روشن بیٹے موجود تھے مگر پالمنٹ ولف بانی کا حکم تھا کہ تاوقتیکہ باغی دروازہ پر پہنچ کر نہ کہیں جتنی نہ دکھائی جائے۔ یہ دونوں میگزین میں مارے گئے۔ ایک توپ دریا کے رخ رکھی گئی تھی اور کنڈکٹر شا کو اس پر مسلط کیا تھا۔ جو آخر کار شیریں دروازہ کے می فٹین کپٹن بھاگا۔ اور منبر ۵۵ ویسی سپیل رجنٹ کے ایک سپاہی کی گولی سے ہلاک ہوا۔ پالمنٹ ولف بانی اور میں بہت مستعدی دکھا رہے تھے۔ ایک پہرہ سے دوسرے

تک جاتے۔ ضروری احکام دیتے اور باغیوں کو منتشر کرنے کی فکر کرتے پھر رہے تھے۔ اسی اثناء میں اور دلت بائی کسی بار دروازہ تک گئے۔ اور جب باہر والوں سے دریافت کیا کون حملہ آور ہو رہا ہے۔ تو ہمیشہ ہی جواب ملا کہ بادشاہ کا ایک لڑکا اور ایک پوتا دونوں ہم پر حملہ کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں اور جتنے آدمی سپرھیاں لگا کر چڑھے تھے وہ سب گیا رہیں اور سیوس دیسی پیدل رجنٹ کے سپاہی تھے۔ ایک بچے کے قریب جو پیام آیا تھا میں کہنا قبول کیا۔ وہ یہ تھا کہ اگر وہ لوگ مطیع نہ ہوں گے تو ہم دیوار کا وہ حصہ جو بالکل کمزور ہے توڑ کر اندر داخل ہو جائینگے۔ چار بج چکے۔ کل گیارہ بجے تک کے لئے عدالت برخاست ہو گئی۔

نویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ۔ ۶۔ فروری ۱۸۵۷ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں آج عدالت منعقد ہوئی۔
پریسبیڈنٹ۔ مہران۔ رتھجم۔ ڈپٹی۔ جج۔ ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں
ملازم مع ان کے مختار غلام عباس کے عدالت میں لاٹے گئے۔
پکستان فارسٹ اسسٹنٹ کمشنری آف آرڈیننس طلب کئے گئے۔ اور
گذشتہ بیان کی یاد دہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ ساڑھے تین بجے تک جو کچھ ہوا۔ وہ تم بیان کر چکے ہو بعد میں کیا ہوا؟
جواب۔ اس وقت تک میگزین بچانے میں ہم نے کثیر بارود گولی صرف کی مگر چونکہ
سامان مختلف جگہوں پر رکھا ہوا تھا لہذا ہم زیادہ حفاظت نہ کر سکے نہ کٹر بلی کے
شائے میں زخم لگ گیا تھا۔ اور میرے ہاتھ میں بھی دو زخم لگ چکے تھے۔ انگشت

ولف بانی جو صبح سے ساٹھ تین بجے تک ہمیں میگزین اڑانے سے باز رکھتے رہے۔ صورت حالات کا معائنہ کر کے انہیں بھی اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور ساڑھے تین بجے یہ دیکھ کر کہ وہ وقت آگیا ہے جبکہ ایسا کیا جائے۔ انہوں نے آخری اشارہ کرنے کا حکم دیا۔ جو یہ تھا کہ کنڈکٹر بجلی پیچھے مڑ کر اپنے سر سے ٹوپی اٹھائیں۔ اور کنڈکٹر اسکی دیکھتے ہی تباہ ہیں آگ دیدیں۔ جو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور کنڈکٹر اسکی نے فوراً مڑ کر تباہ کو آگ دکھا دی۔ اور ایک سکند میں میگزین بھڑک اٹھا۔ ہولناک آواز ہوئی۔ اور گرد و پیش کے ہزار ہا ہندوستانی جل کر مر گئے کہہ جاتا ہے کہ دیواروں کے ٹکڑے نصف میل پر جا جا کر گرے۔ اور کئی اگر نیر عورتیں اور بچے جنہوں نے میگزین میں پناہ لی تھی۔ بہت بری طرح زخمی ہوئے۔ اور بعض مر گئے۔ کنڈکٹر اسکی کو خود سخت زخم آیا۔ میگزین کے اڑنے کے بعد جب میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو جینے کی بہت کم امید تھی۔ ہاتھ اور چہرہ بالکل کوکھ ہو گئے تھے مجھے صرف یہ اور کہنا ہے کہ دیسی آدمیوں میں سے کوئی ایک بھی میگزین میں نہ بٹھرا۔ بنگالی مورخ بھی تسلیم کرتا ہے) انہیں پہلا موقع ملے ہی ہتھیار لے کر وہ فرار ہو گئے۔ اور میگزین کی حفاظت کے لئے ہم لوگوں کو تنہا چھوڑ گئے۔ میگزین اڑاتے ہی میں اور لفٹ ولف بانی کشمیری دروازہ کے محافظین کی طرف بھاگے اور

سٹر بجلی دوسری راہ سے بھاگے۔ اور آخر کار میرٹھ پہنچے۔

میں چل گئے یا اس کے بعد بھاگتے ہوئے قتل ہوئے۔

بھی میرٹھ کے راستہ میں قتل کر دیئے گئے۔

سوال۔ جو سٹر جی دیوار پر چڑھنے کے لئے لاپتہ کیا گیا۔ اور تم دی گئی۔

ہمارے

کے لئے تیار کی گئی تھی۔

جس میں سٹر جی کو صرف پانچ گولہ کے پاس تم تھے؟

تھا۔ جو دوسرے اونچا تھا۔ لہذا ایسے سوال اس کا جواب دینا نہیں دے سکتا۔
سوال۔ ہندوستانی بھلے کی پوشاک یا عادات میں اس روش کوئی فرق معلوم ہوتا تھا
یا عذر سے پہلے کہ ایسے آثار پاسے جا رہے تھے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ انہیں اس
واقعہ کی پیشتر سے خبر تھی؟

جواب۔ ان کی پوشاک میں اس کے کوئی فرق نہ تھا۔ البتہ عذر کے کئی روز پہلے
سے ان کی عادات میں فرق ظہور کیا جاتا تھا۔ وہ ہماری توہین کرتے اور ہمارے
اوقات و ہنگام دیتے تھے۔ خصوصاً مسلمان عہدہ ایسی حرکتیں کرتا تھا۔ مسٹر کی نے بھی اسے
مشاہدہ کیا اور ہم دونوں آپس میں اس کی نسبت گفتگو کرتے رہتے تھے۔ کیا وہ کسی
صبح کو جب میں میگزین میں گیا تو میں نے دیکھا کہ محافظین وغیرہ ہائیس بائیس
پہنے ہوئے ہیں۔ جیسا کبھی انہیں پہنے نہیں دیکھا تھا۔ نیز میگزین کے مزدور اپنی معمولی
پوشاک میں نہیں تھے بلکہ صاف پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ میں نے نوٹس دے دیا
کو بھی مشاہدہ کرایا۔ جنہوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا اور کہا کہ مجھ کو بھی اس معاملہ سے
سخت تشویش ہے۔

سوال۔ کیا تمہارے پاس کوئی شہادت ہے کہ میگزین کے ہندوستانی شاہ نے
کار تو دور، ان نسبت فروغ کے پہاڑوں سے کچھ کہا ہو؟

گدشتہ بیان کی یہ بات کہ وہی میرا ہے۔ اس بات کو میں نے نہیں سنا۔ اس کے بعد
دانش جوئے پر کیونکہ میں دشمنی ہو گیا تھا۔ تو پختہ سینہاں کے
سوال۔ ساڑھے تین بجے تک کیا کیا روٹی کے میگزین میں کرتی تھیں؟
جواب۔ اس وقت تک میگزین بچاؤ تھا۔ اور ایک شخص کریم بخش نامی کا ذکر کیا۔
سامان مختلف جگہوں پر رکھا ہوا تھا لہذا ہماری ہی نہایت اچھی طرح لکھا ہوا تھا۔
شالے میں زخم لگ گیا تھا۔ اور میرے ہاتھ میں ایک ہندوستانی شاہ

کہا ہے کہ دہلی کے میگزین سے کسی شخص نے تمام جہٹوں میں مراسلے بھیجے ہیں۔ کہ جو کارٹوس اس میگزین میں بنائے جاتے ہیں۔ ان پر چربی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اگر انگریز اسے کوئی بات اس بارے میں کہیں تو ان لوگوں کو ان کا مطلق اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ یہ شخص کہ نیم بخش جس وقت ہندوستانی میگزین پر حملہ آور ہو رہے تھے بہت سرگرمی دکھا رہا تھا۔ اور حملہ آوروں سے سلسلہ جنباہی کر رہا تھا۔ اس کی تمام خصلت ایسی مشتبہ نظر آئی کہ لفٹنٹ ولف بائی نے اسے دروازے سے باہر کر دینے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ اگر وہ ذرا کچھ اور سرگوشی کرے گا تو میں فی الفور اسے گولی مار دوں گا۔

جرح از ملزم

سوال۔ وہ لوگ کس قسم کی وردی پہنے ہوئے تھے جنہیں تم سیر سپاہی بتاتے ہو؟
جو میری طرف سے میگزین پر قبضہ کرنے گئے تھے؟

جواب۔ وہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ نیلی پوشاک تھی جس پر پٹیل کی ایک ڈاڑھی جس میں ہندو قس لگی ہوئی تھیں۔ یہی وہ وردی تھی جسے میں تیس برس سے آپکے تو پہچاننے کے گیا ہوں کہ پہنے دیکھتا ہوں۔ جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ یہ کون لوگ ہیں تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ بادشاہ کے ملازم

عدالت سے انٹہارے

سوال۔ تم نے کبھی غور کیا کہ یہ بیٹریاں کہاں سے لائی گئی تھیں؟
جواب۔ نہیں۔ میں نے غور نہیں کیا۔

گواہ چلا جاتا ہے

مکمل۔ کپتان ڈگلس کا چوہدری عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور قسم دی گئی۔

جج ایڈووکیٹ نے اٹھارے

کے لئے کہ اگر یہ تاریخ کو کپتان ڈگلس کے پاس تھا؟

جواب۔ جی ہاں میں اس دور کپتان ڈگلز کے کمرے میں صبح سے اُن کے قتل ہونے تک موجود رہا۔

سوال۔ اس موقع پر تم نے کیا کیا دیکھا؟

جواب۔ قریب، بجے صبح ایک سوار قلعہ کے لاہوری دروازہ کے پاس آیا۔ اور اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگا۔ محافظ نے انکار کیا۔ مگر وہ ضد کرنے لگا۔ کپتان ڈگلز کو خبر دی گئی۔ جونی الفوریچے اُتر گئے۔ اور اُن کا حال دریافت کرنے لگے۔ کپتان ڈگلز نے اس شخص سے دریافت کیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ میرٹھ میں بغاوت کر کے آ رہا ہے۔ اور اب دہلی کے ذرہ ذرہ کی حفاظت کرے گا۔ کپتان ڈگلز نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا مگر وہ بھاگ گیا۔ کپتان ڈگلز روانہ ہوئے۔ پٹ کر آرہے تھے کہ بادشاہ کا قاصد ملا۔ اور کہا کہ بہت سوار آرہے ہیں اور محل کے نیچے جمع ہو رہے ہیں۔ کپتان بے صوف اتناستے ہی محل کی طرف پٹے اور درباری کمرہ میں گھس کر برآمدہ میں پہنچے۔ وہاں سے ان سواروں سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا ہم نے میرٹھ میں بغاوت کی ہے۔ اور اب الفضا کی خاطر یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ کپتان ڈگلز نے کہا۔ فیروز شاہ کے پرانے قلعہ کو چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں الفضا مل جائے گا۔ اس کے بعد کپتان ڈگلز قلعہ کے لاہوری دروازہ کو واپس ہو گئے۔ جہاں جا کر سنا کہ مسٹر فریزر کو قوال کے ہمراہ انتظام کرنے کے لئے کلکتی دروازے گئے ہیں۔ کپتان ڈگلز نے مکان کی حفاظت کے لئے پہرہ متعین کیا۔ اور مسٹر فریزر کے پیچھے چلے گئے۔ میں اور چہر اسی انہیں کے ہمراہ پیچھے پیچھے ہوئے جب کلکتی دروازہ پر پہنچے تو مسٹر فریزر، مسٹر جیمزسن اور دو صاحب اور موجود تھے۔ جن کے نام مجھے معلوم نہیں۔ مسٹر فریزر، مسٹر جیمزسن اور دو صاحب حکم دے رہے تھے۔ کہ دو سوار لیکر جاؤ۔ اور بند ہو جاؤ۔

جب وہ ادھر چلے گئے تو سنا چار یا پنج سوازینگی تلواریں نے محل کی طرف سے آئے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک نے نزدیک آکر مسٹر فریئر پر پستول کا فیر کیا۔ مسٹر موصوف گھبی سے کود پڑے۔ اور بختاورنگہ چیراسی نے پولیس کے پہرہ والے سپاہی کی بندوق سے کراپنے آقا کو دیدی بندوق بھری ہوئی تھی مسٹر فریئر نے فیر کیا جس سے وہ سوار اسی جگہ ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ اور انہوں نے جاتے جاتے مسٹر جینسن کو زخمی کر دیا اسی اثناء میں عوام جمع ہو گئے۔ اور کپتان ڈگلز گھبرا کر قلعہ کی خندق میں کود پڑے۔ جس سے ان کے پیروں اور پشت پر سخت چوٹ آئی۔ مسٹر فریئر لاہوری دروازہ تک اپنی گھبی میں بٹھکر آئے۔ اور کپتان ڈگلز خندق کے اندر ہی اندر وہاں پہنچ گئے اسی اثناء میں مسٹر جینسن اور مسٹر جیننگس بھی پہنچ گئے تھے دروازہ پر پہنچ کر کپتان ڈگلز کو باہر نکالا گیا۔ ان کی حالت نہایت ابتر تھی۔ اور سخت چوٹ آئی تھی انہوں نے کمرہ میں جس کا نام کلیات خانہ تھا پہنچانے کے لئے کہا اور انہیں وہاں پہنچا دیا گیا مسٹر فریئر بندوبست کرنے کے لئے بچے رہ گئے تھے۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ حاجی لودار نے ان کو تلوار سے کاٹ ڈالا۔ اور بادشاہ کے ملازموں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حتیٰ کہ ان کا بالکل کام تمام ہو گیا میں زینہ کے اوپر تھا۔ اور یہ واقعہ زینہ کے نیچے ہوا تھا۔ مسٹر فریئر کے قانون میں ایک جہتی لمبی شریک تھا۔ قتل کر چکنے کے بعد وہ زینہ پر چڑھ گئے۔ اور کمرہ میں گھسنا ہی چاہتے تھے کہ میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اور دوسری راہ سے جا کر ہر طرف کے دروازہ بند کرنے لگا۔ مجمع نے جنوبی رخ کے زینہ سے داخل ہونے کا موقعہ دیکھا۔ اور فوراً اندر گھس کر تمام دروازے کھول دیئے۔ جن سے بقیہ آدمی جس میں مسٹر فریئر کے قاتل بھی تھے کمرے میں گھس آئے۔ اور کپتان ڈگلز۔ مسٹر جینسن۔ مسٹر جیننگس اور دونوں جوان عورتوں

کو جو وہاں تھیں قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھتے ہی میں نیچے بھاگا۔ میں نیچے نہ پہنچے یا پھر
 کہ ”محمود“ بادشاہ کا قاصد مل گیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: فوراً تباؤ کپتان
 ڈگلس کہاں ہے؟ تم لوگوں نے انہیں چھپا دیا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ جبراً مجھے پھینکا اور
 لے گیا۔ میں نے اسے جواب دیا۔ تم لوگوں نے خود تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا ہے۔
 کپتان ڈگلس کے کہہ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ وہ بالکل مردہ نہیں تھے۔ محمود نے یہ
 دیکھتے ہی لاش کی کئی ضربیں ان کے سر پر لگائیں جس سے وہ بالکل مر گئے۔ میں نے ان
 دونوں لیڈروں کی اور دیگر لاشیں بھی دکھیں۔ مسٹر جینز کی لاش ایک کسے میں
 پڑی ہوئی تھی۔ اور دوسرے میں مسٹر جینز۔ وہ دونوں لیڈیاں اور کپتان ڈگلس
 کی لاشیں پڑی تھیں۔ مگر کپتان ڈگلس بسترے پر پڑے ہوئے تھے۔ اور یہ سب فرش
 پر۔ ایک اور نووارد انگریز جو اسی روز صبح کلکتہ سے آیا تھا۔ پہاگے کی جدوجہد کرتا
 ہوا لاہوری دروازہ کے پاس کہیں قتل کر دیا گیا تھا۔ مسٹر فریزر کی موت کے سوا کچھ
 بعد تک انہوے کثیر کمروں کا مال و اسباب ٹوٹا رہا۔ اور ان کا قتل نو دس کے
 درمیان ہوا تھا میں نے اپنی جان کے خوف سے مکان کی راہ لی۔ اور تا وقتیکہ
 گورنمنٹ سے دہلی پر دوبارہ قبضہ نہ کر لیا۔ اپنے مکان سے باہر نہ نکلا۔

سوال۔ جن وقت کپتان ڈگلس ویدان خاص میں گئے تھے کیا تم ان کے ہمراہ تھے
 اور کیا انہوں نے ملزم سے ملاقات یا گفتگو کی تھی؟

جواب۔ جی ہاں۔ میں کپتان ڈگلس سے ملنے پہنچے تھا اور اسے ہمراہ رہا۔ اور کہہ سکتا
 ہوں کہ نہ ملزم سے ملاقات کی نہ کسی قسم کی گفتگو اور اپنے مکان و اس آگئے۔

سوال۔ کیا تمہیں یقین واثق ہے کہ گیارہ مئی کو صبح اپنے قتل ہونے تک پاکستان
 ڈگلس نے بادشاہ سے گفتگو یا ملاقات نہیں کی؟

جواب۔ مجھے یقین واثق ہے کہ انہوں نے صبح سے اپنے قتل ہونے تک

سے ملاقات کی اور نہ گفتگو۔

سوال کیا دیوان خاص نہیں جانتے وقت پہنچا رہے علاوہ کوئی اور بھی تھا؟
جواب جی ہاں۔ بچا اور نگہ و کشنگ قاصر تھے۔

سوال اسے جرح از علوم

سوال کیا پہنچا رہے ساتھ کپتان ڈگلز نے مہم سے نشست گاہ کا دروازہ کھولا
کے لئے کہا تھا تاکہ باہر جا کر باغیوں سے گفتگو کریں؟

جواب جی ہاں۔ انہوں نے کہا تھا۔ اور کہا تھا کہ باغیوں کے پاس جاؤ گا مگر
ہم نے اس کرنے سے منع کیا تھا۔

سوال کیا ارم عبادت خانہ میں موجود نہیں تھے۔ اس وقت جبکہ کپتان ڈگلز
برآمدہ پر چڑھ چکے تھے۔ اور اس کے قبل کپتان نے واقعہ معلوم کر لیا نہیں کیا؟
جواب جی ہاں۔ بادشاہ وہاں تھے۔ مگر کپتان ڈگلز روزیہ کو نشان کر کے
گزر گئے گفتگو نہیں کی۔

سوال بادشاہ سے کپتان ڈگلز کتنے فاصلے پر تھے؟

جواب پندرہ قدم کے فاصلے پر تھے۔

سوال جب مہم کپتان ڈگلز کو باغیوں کے پاس پہنچا رہے روک رہے تھے

کیا تم نے کچھ گفتگو کی تھی؟

جواب جی نہیں۔ میرا سہم نہیں تھی۔

سوال کیا اس روز کپتان ڈگلز حکیم جن سے سوال میں کچھ گفتگو ہوئی تھی؟

جواب جی ہاں۔ کپتان ڈگلز جوٹ سنگھ کے پاس پہنچا وہ کہہ میں آگئے۔ تو حکیم

اس سے سوال ان کے کہہ میں گئے تھے مگر میں اس وقت موجود نہیں تھا اور

پہنچا تھا ان کی گفتگو ہوئی۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ احسن الشفاں اپنی مرضی سے گئے تھے یا طلب گئے تھے؟
جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ جب کپتان ڈگلس قلعہ میں آئے تو حکیم احسن الشفاں سے یا مجھ سے یا کسی اور شاہی ملازم سے کچھ گفتگو کی تھی؟
جواب مجھے خیال ہے کہ نہیں کی لیکن میں نے نزدیک سے نہیں دیکھا تھا۔
گواہ جاتا ہے

چار بج گئے۔ عدالت درخواست ہوتی ہے۔ اور۔ تاریخ گیارہ بجے صبح
ملک کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیا جاتا ہے۔

دسویں روز کی کارروائی

یومِ دو شنبہ۔ ۸۔ فروری ۱۹۴۷ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں آج بوقتِ پنج عدالت کا اجلاس ہوا۔
پریسیڈنٹ ممبران بسترجم۔ ڈپٹی۔ جج۔ ایڈووکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔
ملازم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں حاضر کئے گئے۔
سرٹیفکیٹس ٹیکیکاٹ کو عدالت میں طلب کیا گیا اور ان سے حلف لیا گیا۔

جج ایڈووکیٹ کا انتخاب لینا

سوال۔ ماہِ مئی میں غدر سے چند روز قبل جہان مسجد دہلی کی دیوار پر کیا کوئی کاغذ
چسپاں کیا گیا تھا۔ جسے شاہ ایران کا اعلان بتایا گیا ہو؟

جواب۔ جی ہاں۔ سیلے سے کاغذ کا ایک چھوٹا ٹکڑا تھا جس کے دائیں اور بائیں
”گلو روڈ محل کی شکل بنی ہوئی تھی۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ شاہ ایران عنقریب اس
ملک میں آنے والے ہیں۔ اور انہوں نے تمام زمینداروں کو جو سپروانڈنٹ

اپنے ساتھ متفق ہو کر کافر انگریزوں کو فنا کرنے کی دعوت کی ہے۔ اور جو لوگ اس کام میں شریک ہوں گے ان کے لئے اعظمی ہو گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اٹھتا رہا دیکھ کر دہلی کے پانچ سو مسلمانوں نے جہاد کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

سوال۔ کیا اس میں کچھ اور بھی تحریر تھا۔ کہ فرقہ شیعہ سی اپنے اختلاف کو دور کر کے متفق ہوں۔ اور باہم ملکر انگریزوں سے جہاد کریں؟

جواب۔ جی نہیں۔ مجھے خیال نہیں کہ یہ تھا۔

سوال۔ کیا اٹھتا رہا مذکورہ جس کے لئے بیان کیا جاتا تھا کہ شاہ ایران نے بھیجا ہے۔ جلی تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ میں تو ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔

سوال۔ یہ جامع مسجد کی دیوار پر کب تک چسپاں رہا؟

جواب۔ تقریباً تین گھنٹے تک۔ وہ رات کے وقت چسپاں کیا گیا تھا۔ مجھے

کھٹیک تاریخ یاد نہیں۔ لیکن غدر کے چھ مہینے پیشتر چسپاں ہوا تھا۔ یہ خوب یاد

ہے۔ اور صرف تین گھنٹہ تک لگا رہا۔ صبح کے وقت اس کے پاس آدمیوں کا ہجوم

لگ گیا۔ اور جب میں نے سنا تو جا کر تار ڈالا۔

سوال۔ جہاں تک تم جانتے ہو کیا دہلی کے باشندوں کو اس کے پڑھنے کا بہت

شوق تھا۔ اور کیا اکثر اسی کا چرچہ ہوتا رہتا تھا؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا یہ لگانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ یہ کہاں سے آیا؟

جواب۔ بالکل نہیں۔ یہ بالکل مہمل تصور کیا جاتا تھا۔ عام خیال تھا کہ یہ سچا

نے چسپاں کر دیا ہو گا۔ پھر اس کے لئے تحقیقات لا حاصل تھی۔

یہی اور جبہ یا بنا پر تم کہہ سکتے ہو کہ اس وقت دہلی کی مخلوق میں

گورنٹ برطانیہ کے خلاف کسی قسم کی بغاوت کے آثار پائے جاتے تھے؟
 چو اے جی نہیں۔ دہلی کی مخلوق میں نہیں پائے جاتے تھے بلکہ وہ تو فوجی سپاہیوں
 میں گورنٹ کی وفاداری کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اور اکثر اس مضمون پر سناٹے ہوتے
 رہتے تھے مگر غدر سے تقریباً پندرہ روز قبل صحیح طور سے اطلاع ملی تھی کہ سٹریٹ کے
 نام ایک گنام خط بھیجا گیا تھا۔ کہ کشمیری دروازہ بہ سبب شہر بھر میں متحکم مقام
 ہونے کے اور دہلی چھاؤنی کی شاہراہ ہونے کے باعث انگریزوں سے
 چھین لیا جائے گا۔ اور حسب کچھی شہر میں بلوہ ہوگا سب سے پہلے اسی مقام پر
 قبضہ کیا جائے گا۔ یہاں فوجی کاروتھین رہتا ہے اور جنگی نقطہ نظر سے اسی مقام
 پر پہلے قبضہ کرنا چاہیے۔ یہ خبر بالکل راست تھی اور اس سے اہل دہلی کے بعد کے خیالات
 کا اندازہ کیا جاسکتا ہے مگر انہیں براہِ غتہ کیا گیا تھا۔ ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کا
 ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے ایک شدید ملازم نے جو قلعہ میں رہتا تھا انہیں
 سیکڑا عہدہ سواروں کی رجمنٹ کے رسالدار کو خطیہ طور پر بھیجا تھا کہ ہماری ملازمت
 چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرے۔ اور بغرض ترغیب یہ کہا کہ موسم گرما میں روسی نہ ہوتا
 میں آئیں گے اور انگریزی سلطنت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ رسالدار نے مجھے اس کی اطلاع
 کی تھی۔ اس کا نام ایوریٹ ہے وہ انگریزی گفتگو کر سکتا ہے۔ اور انگریزی فون سے ملکر
 پہچانہ ہوا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ چھ ماہ پیشتر بادشاہ نے روس کو سفیرہ اند کے
 لئے رسالدار کو راجپوتی بلا سپور میں ہے۔

سوال۔ کیا تم چپاٹیوں کی بابت عدالت کو کوئی اطلاع دے سکتے ہو۔ جو غدر سے
 چند ماہ قبل گاؤں گاؤں تقسیم کی گئی تھیں۔ ان کی اصلیت یا تقسیم کئے جانے کا
 مطلب یہی معلوم ہوا؟

چو اے۔ ان کی بابت صرف یہ خیال ہی خیال ہے لیکن پیدا اعتقاد ہے کہ

میں تھا وہ یہ سہہ کہ یا تو وہ کسی بیماری یا آفت کے سلسلہ میں بھی گئی تھیں مگر یہ غلط فہمی تھی جب میں نے تحقیقات کی تو ثابت ہوا کہ گورنٹس موضوع ہی ایک محدود تھیں۔ کسی ریاست میں انہیں بھی گئیں وہ صرف حدود دہلی کے چارہ پنج گاؤں میں تقسیم ہوئی تھیں۔ کہ ذمہ دار حکام نے آگے بڑھنے سے روک دیا میں نے ان اشخاص کو اپنے روبرو طلب کیا۔ جو ضلع ہندو پور سے یہاں لا کر تقسیم کر رہے تھے۔ ان کی عذر خواہی بھی تھی کہ گورنٹس کے حکم نے تقسیم کی جا رہی ہیں۔ اور یہ کہ جس طرح وہ تقسیم کر رہے ہیں اسی طرح انہیں بھی تقسیم کی گئی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ حدود دہلی میں چپاٹیوں کا دھما نہیں سمجھا گیا تھا۔ کیونکہ وہ حقیقت یہ ان لوگوں کے لئے تھیں جو ایک ہی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے ہوں اور ان لوگوں سے امتیاز کرنے کے لئے تھیں جو باجم اختلاف رکھتے ہیں اور مختلف رسم و رواج کی پابندی کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ چپاٹیوں کی ابتلا لکھنؤ سے ہوئی اور کچھ شک نہیں کہ اپنے ہم خیالوں میں جوش پھیلا نا اور انہیں طیارہ بننے کی ہدایت کرنا مقصود تھا۔ تاکہ وقت پر ایک دوسرے کو سہارا دیں۔ اور آگے والے خطرات کا مستعدی سے مقابلہ کریں۔

سوال۔ کیا تم نے سنا ہے کہ بہارت کی طرف ایرانیوں کی پیش قدمی کا ہندوستانیوں میں بہت جرجہ ہوا کرتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ کثرت سے اور اکثر روسیوں کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی بھی افواہ تھی۔ ہر ایک اخبار کا نامہ نگار کابل میں رہتا تھا۔ اور ہاں سے شمالی خبر رسانی ہوتی تھی۔ ہر ایک اخبار میں شمالی خبروں کا ایک حصہ ضرور رہتا تھا۔

سوال۔ تم جانتے ہو وہ شدید جی جس نے مسٹر اورٹھ کو گورنٹس کی ملازمت ترک کرنے کی ترغیب دی تھی اب کہاں ہیں؟

جواب۔ وہ اب عرب صحرائے میں قتل کر دیا گیا۔

سوال کیا تمہارا کتابا کہتے ہو کہ سپاہیوں یا دیسی آبادی میں اسی قسم کا کوئی اور خیال بھی پھیلا ہوا تھا؟

جواب - جی ہاں۔ مجھے معلوم ہے کہ غدر کے پانچ یا چھ ہفتے قبل سپاہیوں کی لائنوں میں یہ خبر شہور تھی۔ اور کثرت سے منکرے ہوتے تھے کہ دس لاکھ روسی شمال کی جانب سے آرہے ہیں۔ اور گورنمنٹ کمپنی بہت جلد نیست و نابود ہو جائیگی روسیوں کی فوج کشتی تو عام طور پر شہور تھی۔

سوال - کیا تمہیں معلوم ہے کہ بادشاہ دہلی ان کے رشتہ دار یا متعلقین غدر سے پہلے کمپنی کی فوج سے پوشیدہ خط و کتابت یا پیام رسانی کرتے تھے۔

جواب - جی نہیں میں اس معاملہ پر رائے زنی نہیں کر سکتا۔

سوال - کیا تم جانتے ہو کہ شاہ دہلی نے شاہ ایران کے پاس خطوط یا سفیر پوشیدہ روانہ کئے تھے؟

جواب - میں نے سنا ہے کہ انہوں نے روانہ کئے تھے مگر یقیناً نہیں کہہ سکتا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ سہٹ جاتا ہے۔

پیر زادہ حسن عسکری عدالت میں طلب کئے جاتے ہیں۔ اور حلف

اٹھاتے ہیں۔

بج ایڈووکیٹ نے اظہار رائے

سوال - کیا تم ایام غدر میں دہلی میں تھے۔ اگر تھے تو کیا کام کرتے تھے؟

جواب - جی میں دہلی میں تھا۔ میرا کام پیری مریدی تھا۔ ایک موقع پر بادشاہ بیمار ہوئے۔ اور کئی درویش دعا کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس وقت مجھے بھی طلب کیا گیا تھا۔ جب میں نے کچھ دعائیں پڑھ کر دم لیں۔ اور بادشاہ نے شفا پائی۔

تو اکثر مجھے طلب کرنے لگے۔ لیکن بار بار کی طلبی سے عاجز آ کر میں نے بادشاہ سے التجا کی کہ آئندہ مجھے نہ طلب کیا جائے۔ اس وقت بادشاہ نے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اب وہ صرف اسی وقت بلایا کریں گے جب بہت سخت بیمار ہوں گے۔

سوال۔ کیا شیدی قبر شاہی ملازم کو تم جانتے ہو۔

جواب۔ میں بادشاہ کے اکثر صحیحی مصاحبین کو صرف صورت سے پہچانتا ہوں دو تین کے نام بھی جانتا ہوں مگر شیدی قبر ان میں سے نہیں ہے۔

سوال۔ عدالت ہذا کے روبرو شہادت دینی ہے کہ تم نے ایک حبشی شیدی قبر نرانی کو شاہ دہلی کا خطو یکر شاہ ایران کے پاس روانہ کیا تم اسکی بابت کیا کہتے ہو؟

جواب۔ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں جانتا۔

سوال۔ شہادت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمہیں پشین گوئی کرنے کا زعم ہے۔

خوابوں کی تعبیر تبتلے ہو۔ آسمان سے تمہیں الہام ہوتا ہے۔ صاحب کرامت ہونے کا تمہیں دعویٰ ہے۔ چنانچہ خود ملزم نے انہیں صحیح تسلیم کیا ہے ان کے لئے تم کیا

جواب رکھتے ہو؟

جواب۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ہرگز اس قسم کا حیلہ و کونہ نہیں کیا۔

سوال۔ بموجب تمہارے قول کے بادشاہ پر تم نے دم کیا تھا کیا تمہارے سانس میں تاثیر شفا تھی؟

جواب۔ ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے لئے دما کرتا ہے اور بڑھ کر دم کرتا ہے تو اسے یقینی فائدہ ہوتا ہے۔

سوال۔ تم نے کبھی بادشاہ سے ذکر کیا تھا کہ خواب میں مغرب کی طرف سے بگولہ

آ رہا تھا؟ یا کوئی آفت جو ہندوستان پر آنے والی ہو دکھائی دی۔ پھر سیلاب نے اتر سے روند ڈالا۔ یا انگریزوں کو زوال ہو گا۔ اور بادشاہ تخت نشین ہوں گے

جواب۔ خدا جانتا ہے مجھے کبھی ایسا خواب نظر نہیں آیا۔ نہ میں نے کبھی ایسا کہا۔
سوال۔ شہر دہلی کو تم نے کب چھوڑا تھا۔ اور تمہارے ردپوش ہو جانے کی کیا وجہ تھی
یہاں تک کہ پولیس نے تمہیں ڈھونڈ نکالا؟
جواب۔ جب یہ سہرورد شہر ہو گیا کہ شہر میں قتل عام ہو گا۔ اور میں نے لوگوں کے
غول کے غول فرار ہوتے اور شہر سے باہر نکلتے دیکھے۔ تو میں بھی چلا گیا۔ پہلے میں درگاہ حضرت
خواجہ نظام الدین اولیا صاحب میں مقیم رہا۔ جسے کہ وہاں سے بھی چلے جانے کے لئے
کہا گیا۔ بعد کو قلعہ صاحب کو چلا گیا۔ وہاں سے گڑھی سرسودھو پنچا۔ جہاں میں
بیمار ہو گیا۔ میں کئی مقامات پر پہنچا۔ آخر کار لکھنؤ آئی۔ جہاں معلوم ہوا کہ گنگوہ
میں میری جستجو ہو رہی ہے۔ میں نے اپنی مرضی سے وہاں جانے کی ٹھانی اور چلا گیا
میرے بھائیوں کو میرے آنے کی خبر پہنچی۔ اور جب میں درگاہ امام صاحب میں پہنچا
ہوا اور ادھر دیکھا رہا تھا۔ سپاہیوں نے تنہا پا کر گرفتار کر لیا۔
مذموم جرح سے انکار کرتے ہیں۔
گواہ جاتے ہیں۔

بختاؤرننگہ چراسی گواہ سرکاری آیا اور اس سے جی کچے کیلئے قسم لی گئی۔
راج ٹیڈو کیٹ نے انہارے

سوال۔ کیا گشتہ منی کی گیارہ تاریخ تو تم دہلی میں تھے؟
جواب۔ جی میں تھا۔

سوال۔ اس موقع پر جو کچھ تم نے دیکھا جو بیان کرو؟

جواب۔ میں نوکری پر تھا۔ خدق صامت کر رہا تھا۔ اور صاحب کی کتاب بیکستان
ٹوگلکس کے حاشیہ کے لئے لے جا رہا تھا۔ میرا ہونہر بہتر ہو چکا تھا کہ ایک سوار گلفتی
دروازے کی طرف سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ اور قلعہ کے دروازہ کے سامنے جہاں

کپتان ڈگلس کھڑے تھے گیا۔ میں نے کپتان ڈگلس کو اس شخص سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر اس سوار نے اپنا گھوڑا پھیرا۔ اور بہنگا تا ہوا چلا گیا۔ کپتان ڈگلس نے مجھے کمرے پر پھیرنے کے لئے کہا اور کہنے لگے کہ میں قلعہ میں ہواؤں تم ہمیں پھیر میں بہت جلد اس آؤں گا پھر کپتان ڈگلس چلے گئے۔ اور میں دروازہ پر ٹھہر رہا مگھن کشن سنگھ اور دیگر لوگ انہیں کے پیچھے چلے گئے۔ کپتان ڈگلس کے جانے کے بعد مسٹر فریزر بھی میں ٹھہر کر آئے۔ اور ان کی بابت مجھ سے دریافت کرنے لگے۔ وہ کبھی سے اتر کر تھوڑی دور چلے پھر کہنے لگے۔ کپتان ڈگلس آجائیں تو کہدینا میں کلکتی دروازہ جاتا ہوں ان کے جانے کے بعد میں بھی بادشاہ کے کمرے کی طرف چلا۔ راہ میں کپتان ڈگلس پریشان حالت میں مل گئے میں نے مسٹر فریزر کا پیام ان کو سنایا کپتان ڈگلس قلعہ کے لاہوری دروازہ پر پہنچے۔ اور ہندوستانی گارڈ کے انصر کو بھاگ بند کر دینے کے لئے کہا۔ جو کر دیا گیا۔ انہوں نے حکم بھی دیا کہ قلعہ جانو اے جلی پرجوم نہ ہونے پائے۔ اسی وقت بادشاہ کا افسر و کپتان کے عہدہ پر مامور تھا۔ وہلی کی سڑک سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ دروازہ بند تھا۔ اور کپتان ڈگلس کی کبھی اندر تھی۔ انہوں نے مجھے ویسی انصر کی کبھی کلکتی دروازہ تک چلنے کے لئے مانگنے کی ہدایت کی۔ پھر کپتان ڈگلس اس میں بیٹھ گئے۔ اور میں پیچھے جا بیٹھا۔ کلکتی دروازہ پر مسٹر فریزر مسٹر کنسٹن سہیل کلرک۔ چار پانچ انگریز تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس دونوں ایک کبھی میں بیٹھ گئے۔ اور دیگر انگریزوں کے ساتھ جو گھوڑوں پر سوار تھے قلعہ کی طرف آئے لگے لیکن تھوڑی دیر بچا نہ گئے ہونگے کہ چار پانچ سواروں نے جو تالاب کی سمت سے تیزی سے گھوڑے دوڑاتے چلے آئے۔ انہوں نے ایک ایک سوار کو سپنل کی گولی سے مجروح کیا گیا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اور ایک ایک سوار نے ایک ایک سوار کو سپنل کی گولی سے مجروح کیا گیا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اور ایک ایک سوار نے ایک ایک سوار کو سپنل کی گولی سے مجروح کیا گیا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔

مہش گئے اور بھاٹک کے محافظ سپاہیوں کے پاس جا کھڑے ہوئے اس وقت
 دو انگریز اور انہیں کے پاس آگئے مسٹر فریزر نے ایک سپاہی کی بددعویٰ لیکر ایک
 سوار کے تاک کر گولی مار دی پھر دوسروں کے قدم نہ جم سکے۔ اور نہ بھیر کر بھاگ
 گئے اس وقت وہاں ابنوہ کثیر کٹھا ہو گیا اور کپتان ڈگلس اور ایک صاحب خندق
 میں گھیر کر کود پڑے اور اسی کے اندر اندر قلعہ کے دروازہ تک چلے گئے مسٹر فریزر اور
 دیگر جان بچ کر پیٹے وہیں پہنچ گئے۔ لیکن میں نہیں بیان کر سکتا کہ اس وقت کیوں
 اتنی گھبراہٹ تھی۔ بسبب زخم کے جو خندق میں کودنے سے لگے تھے کپتان ڈگلس پر
 بیہوشی طاری تھی ہم نے انہیں کمرہ کلیات خانہ میں لیجا کر بستر پر لٹا دیا مگر لیجا سکے پہلے
 مسٹر جینٹلس پادری صاحب نے آکر کہا تھا کہ کپتان ڈگلس کو کمرہ پرے چلو پھر یہاں
 طبیب شاہی کو بلالانے کا حکم ملا۔ اور عبدالمدحیر سی فوراً انہیں بلالایا حکیم حسن اللہ
 کے جانے کے تھوڑے عرصہ بعد بادشاہ کے تقریباً پانچ سلمان ملازم دین۔ دین۔
 کے نصیبے مارتے ہوئے آئے اور اسی وقت مسٹر فریزر بھی اوپر چڑھنا چاہتے تھے
 جن پر ان لوگوں نے حملہ کیا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا یہ شمالی زینہ پر ہوا
 تھا۔ اسی وقت ایک ہجوم جو تلوار اور لٹھیوں سے مسلح تھا جنوبی زینہ سے اوپر چڑھ
 آیا اور تمام کمرہوں پر قبضہ کر لیا۔ نیچے والے بھی آکر اس سے مل گئے اس وقت پھر
 اپنے بچاؤ کی فکر کر رہا تھا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اس تاریخ سے چھریں نے قلعہ کا رخ
 نہیں کیا۔ یہاں تک کہ دہلی سے جو کے کٹرہ کو چل دیا۔ یہاں بھی بتانا ضروری ہے
 کہ حملہ آور گروہ کا سردار اٹھیسویں ویسی پیدل جمہٹ کا حوالدار تھا۔ جو سلمان تھا اور
 قلعہ کے لاہوری دروازہ کے گارڈ میں تھا۔ اس کے سوا میں اور کچھ نہیں جانتا۔

ملازم جرج سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ مہش جاتا ہے

کتنے گنگہ چہر اسی ملازم کو رنٹ طلب کیا جاتا ہے اور اس سے حلف لیا جاتا ہے
جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ کیا گیارہویں گزشتہ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔ میں کپتان ڈگلز کی اردلی میں تھا۔

سوال۔ کیا کپتان ڈگلز بادشاہ کے کمرہ میں برآمدہ کے نیچے کھڑے ہوئے باغیوں کے گفتگو
کرنے گئے تھے اگر ایسا تھا تو کیا بادشاہ سے بھی گفتگو کی تھی اور اس وقت تم موجود تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔ میں موجود تھا۔ کپتان ڈگلز اور بادشاہ سے تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہی۔
بادشاہ نے انہیں کہا تھا کہ باغیوں کے پاس نہ جائیں مگر جب کپتان ڈگلز نہ مانے تو انہوں
نے اپنے ملازم کے ہاتھ دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ وہ باہر نہ جائے پائیں۔

سوال۔ جب یہ کہا گیا تھا اس وقت کپتان ڈگلز کتنے خاصے پر تھے؟

جواب۔ وہ چلے جاتے تھے۔ بات کرنے کو کھڑے نہ ہوئے تھے۔ دو چار قدم گئے ہونگے کہ
بادشاہ عبادت خانہ دروازہ پر آ کے کھڑے ہو گئے۔

سوالات جرج از ملزم

سوال۔ واپس ہوتے ہوئے کپتان ڈگلز دیوان خاص میں سے گئے یا کسی اور راستہ سے؟

جواب۔ وہ عبادت خانے کی دوسری راہ سے گئے تھے۔

سوال۔ کیا ملزم نے یہ نہیں ظاہر کیا تھا کہ انگریزی سلطنت میں انہیں بہت آرام
حاصل ہے؟

جواب۔ جی نہیں۔ گورنمنٹ کی نسبت انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن کپتان ڈگلز کی
نسبت کہا تھا کہ وہ ملزم پر بہت مہربان ہیں۔

سوال۔ کیا کپتان ڈگلز نے ملزم سے برآمدہ کے نیچے جانے کی استدعا نہیں کی تھی۔ اگر
کی تھی۔ تو ملزم کو کیوں نہ معلوم ہو گیا کہ وہ ایسا کرنے والے نہیں؟

جواب۔ مجھے اچھی طرح خیال نہیں۔ تو مجھے کیا واقعہ ہے۔ البتہ کپتان ڈگلس کے لیے چکا
دوسرا زہ کھلوانا چاہتا تھا۔

چار بج گئے کل گیارہ بجے تک کیلئے عدالت برخواست ہوئی۔

گیارہویں روز کی کارروائی

یومِ شنبہ۔ مورخہ ۹۔ فروری ۱۹۵۸ء

آج پھر قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت گیارہ بجے منعقد ہوئی۔

پریسڈنٹ ممبران جوری مترجم۔ ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

مزم ان کے مختار غلام عباس سمیت عدالت میں لائے گئے۔

جج سپرنٹنڈنٹ اخبار نویس طلب کیا گیا۔ اور اس سے حلف اٹھوایا گیا۔

جج ایڈووکیٹ نے اظہار رائے

سوال۔ کیا گزشتہ سنی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی میں اپنے مکان میں تھا۔

سوال۔ کیا تم نے میرٹھ سے آتے ہوئے سپاہیوں کو دیکھا تھا۔ اگر دیکھا ہو تو جو کچھ تمہیں

اس کے متعلق معلوم ہو بیان کرو؟

جواب۔ نہیں میں نے انہیں آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لیکن دروازے کے پچھلے

بند ہو جانے کی خبر سنکر میں باہر دیکھنے گیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ چاندنی چوک کی سڑک پر

جس میں ہونچا تو دیکھا کہ کوئال دوکانیں بند کرانے میں مصروف ہیں۔ انہیں سے یہی

سنا کہ سرسینہ فلس منڈیکا ونڈی انتظام میں مصروف ہیں میں ایک ہجوم کے ہمراہ کلکتی دروازے

کی طرف گیا۔ اور سسر فریڈر اور چار۔ پانچ انگریزوں کو وہاں دیکھا سسر فریڈر

جھجھر کے سوار تھے اور وہ کوئال شہر شریف الحق اور پولیس آفسر سبزی

درجہ دوم کے ہمراہ دروازہ پر چڑھے۔ پھر اتر گئے اور جھگر کے سواروں کو صف باندھ کر کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ اور خود بھی ان میں کھڑے ہو گئے۔ دربان سپاہی صف بستہ تھے اور انہیں تلوار پر برہنہ کرنے کی ہدایت کی جا چکی تھی۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور اوس ویرانگی کی طرف سے چھ شخص اونٹوں پر سوار ہو کر چلے آ رہے تھے۔ ایک ہندو کی زور پر چٹھر کر انہوں نے انگریزوں پر متواتر فیر کئے جس سے مجمع ہر چار طرف منتشر ہو گیا۔ اور میں بھی اپنے مکان چلا آیا۔ آئے سے قبل اتنا ضرور میں نے دیکھا کہ جھگر کے سواروں نے ان لوگوں سے کچھ مزاحمت نہیں کی بلکہ مسٹر فریزر کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے بعد ازاں میں مکان سے نہیں نکلا۔ اور اس روز کے کسی اور حادثہ سے محض ناواقف نہیں۔

سوال جس وقت تم کلکتہ دروازہ پر گئے کیا بہت جھوم وہاں جمع ہو گیا تھا؟
جواب۔ تخمیناً چار یا پانچ سو آدمی اس مختصر جگہ میں تھے۔ جسے انگریزی بارغ کہتے ہیں۔
سوال۔ ایسا کب ہوا تھا؟

جواب۔ قریب نو بجے کے گریں ٹھیک وقت نہیں بتا سکتا۔

سوال۔ جب وہ عام راستہ نہیں تھا تو کیوں اتنا جھوم جمع ہو گیا؟
جواب۔ خلاف معمول پھانک بند ہو جانے کی وجہ سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ اور اشتیاق کرنے والوں کی جماعت غیر معمولی سرعت سے دوڑی آئی تھی تاکہ پھانک بند ہونے سے قبل وہ نکل جائے۔

سوال۔ تم کہتے ہو کہ تم اخبار نویس تھے۔ پس جو واقعات گزرے تھے ان سے پوری واقفیت ہونی چاہئے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ جو حادثہ گیارہ مئی کو ہونے والا تھا۔ دوا تین روز قبل امریکا کچھ چرچا نہ تھا؟

جواب۔ جو واقعہ خصوصیت سے گیارہ مئی کو ہوا۔ اس سے مجھے اسلام واقفیت نہیں تھی لیکن شہر میں بہت جوش و اشتیاق پھیلا ہوا تھا۔ شاہ ایران کے اعلان انبالہ کے

ہنگلوں کو جلا ڈالنے کی خبریں پھر بکارتھ سول سے سپاہیوں کی دل شکنی یہ افواہیں
باباجا اڑ رہی تھیں۔

سوال کیا تم نے کوئی خاص اخبار جاری کیا تھا اگر کیا تھا تو اس کا کیا نام رکھا تھا؟
جواب میں نے جاری کیا تھا۔ وہ کسی نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ بلکہ مضامین کے لحاظ
سے لوگ دہلی اخبار کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ میں اسے روزمرہ لکھتا اور اپنے خریداروں
کو پڑھ کر سنا دیتا تھا۔

سوال کیا تم اس کی کاپی فائل میں رکھتے تھے۔ اور اگر رکھتے تھے تو کیا اب بھی تمہارے

ہاتھ میں اسے بند رکھے ہیں۔ بعد کی اس کا پتا چن کیوں اور انہیں فائل کر دیا۔
کیا یہ سنی سے کوئی روزنامہ کی کاپیاں نہیں تھیں گوشت کشور کی ملے دہلی پر قبضہ ہو جانے
کے بعد میں نے وہ کچھ پوری کر لی۔ اور کرنل برن لٹری گورنر دہلی کے سپرد کر دیں۔
جنہوں نے ان کا ترجمہ کر دیا۔

سوال کیا یہ کسی کو مشرفیہ کے ہر وہ خیر کے لئے سوار تھے؟
جواب گو دینت مسروں کے ہائیں یا تیکس آدمی تھے۔ اور جس وقت حملہ ہوا وہ
سوار سنی کے ہمراہ تھے۔

سوال تم نے بیان کیا ہے کہ تمام آدمی گریہ افکار و صفت بنادی گئے ہوئے تھے لیکن
سرت جہ سواروں کو دیکھ کر جاکھٹے ہوئے کیا انہیں یقین نہ کہ جو کچھ ہونے والا
تھا اس کا نہیں پتہ ہی سے لگتا تھا؟

جواب یہ کہ میں نے نہیں تھا لیکن دینی دین دین ایسا ہے کہ اس
وقت کے لوگ جو سنا کرتے تھے ان میں جاگرت لکھتے تھے۔

سوال کیا یہ سواروں کے ہاتھ میں اس وقت کے ہتھیار تھے۔ اس کے بعد

دیا تھا؟

جواب۔ آٹھ بیٹے گذر گئے۔ جب یہ سب کچھ ہوا تھا۔ اب متفرق باتیں یاد آتی جاتی ہیں۔ جب میں جلنے لگا تو باغی سواروین وین پکار رہے تھے۔ اور دوطرفہ جرم سے کہہ رہے تھے کہ وہ ہندوستان میں کون سا نہیں گئے نہ ہاتھ لگائیں گے۔

سوال۔ گیارہویں سے قبل تم اپنے اخبار میں کس قسم کے مضمون لکھا کرتے تھے۔ کیا ہندوستانی سپاہ کی اہمیت بھی کبھی کوئی مضمون نکلا تھا یا ان کی ناراضگی کا ذکر کیا تھا؟

جواب۔ میرے اخبار میں برسرِ قلم کے غایانہ مذاق کے مضامین اور وہ جو میں مطبوعہ پرچوں سے نقل کر لیتا تھا درج ہوتے تھے۔ سنا کار توں اور اسپرٹ پرچی بھی روشنی ڈالتی تھی۔

سوال۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ بہت کی طرف سے ایرانیوں کی پیش قدمی کی بھی کوئی خبر درج کی تھی یا مضمون لکھا تھا؟

جواب۔ مجھے یاد نہیں کہ یقیناً میں نے ایسا کیا ہو لیکن کلی اعموم ایسی خبریں جن کا تعلق ایران سے تھا شہر کے فارسی اخبارات سے اخذ کر لیتا تھا۔

سوال۔ جب تم خود اپنے خریداروں کو پڑھ کر سنا دیا کرتے تھے۔ تو تم ضرور جانتے ہو گے کہ سبک کو کن مضامین سے دلچسپی رہتی تھی۔ کیا سپاہیوں میں ناراضگی پھیلنے کو دلچسپی سے سنا جاتا تھا؟

جواب۔ ہندوؤں میں تو کوئی جوش نہیں پھیلا۔ مگر مسلمان ایرانی خبروں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اور شیخیاں گیارہویں تھے۔ مارے خوشی کے پھوٹے نہیں سماتے تھے کہ ایرانی غنقریب آئیں گے۔ یہ کہیں گے وہ کہیں گے۔ سپاہیوں میں ناراضگی پھیلنے کو بھی صرف مسلمان بہت دلچسپی سے سنتے تھے۔ اور اس سے ان میں بے بسی پیدا ہو گیا تھا۔

سوال۔ جس زمانہ میں ایرانیوں کی آمد کا ذکر تھا کیا روسیوں کی بابت بھی کچھ چاہتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ ان دونوں کا ذکر ہوتا تھا۔ لیکن ایرانیوں کا کثرت سے۔

سوال۔ کیا دہلی سے کوئی دوسری اخبار نکلتے تھے جبکہ انشا گورنمنٹ برطانیہ کی مخالفت تھا؟

جواب۔ ایسا ایک پرچہ تھا جو جلال الدین کی طرف سے مفتہ وار شائع ہوتا تھا اس کے مضامین گورنمنٹ سے عداوت ظاہر کرتے تھے اور عداوت الاخبار کہتے تھے۔

سوال۔ کیا یہ پرچہ کثرت سے شائع ہوتا تھا۔ اور چھپا ہوا ہوتا تھا؟

جواب۔ اس کی تعداد اشاعت شہر میں اور شہر کے باہر دو سو تھی۔ اور لیتھو پریس میں طبع ہوتا تھا۔

سوال۔ کیا یہ پرچہ اپنی مفتہ وار اشاعت پر اکتفا کرتا تھا۔ یا خبریں بہم پہنچنے پر مضمین بھی نکالا کرتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ غیر معمولی خبریں آنے پر مضمینہ جات بھی شائع کرتا تھا۔

سوال۔ کون اور کس طبقہ کے افراد میں اس کی اشاعت زیادہ ہوتی تھی؟

جواب۔ ہر طبقہ میں بدولت تخصیص نہ سب کے یہ مقبول تھا۔

سوال۔ اتنے بڑے شہر دہلی کے لئے مقبول عام اخبار کی دوسو کاپیاں تربیت کم ہیں

کیا ہندوستانیوں میں مروج ہے کہ ایک اخبار کئی لوگوں کو سنانے کے لئے خرید لیا جائے کس طرح

ایک پرچہ کئی خاندانوں کے لئے کافی ہوتا ہوگا؟

جواب۔ جی ہاں۔ خریدار پڑھ کر اپنے پرچے دوستوں اور عزیزوں کو پڑھنے کے لئے دے

دیتے ہیں۔

سوال۔ کیا دہلی میں عداوت اخبار صدر آگن، اجا نا تھا۔ اور تعداد اشاعت میں

دوسرے پرچوں سے بڑھ کر تھا؟

جواب۔ جی ہاں یہ صدر آگن خیال کیا جاتا تھا اس کے مضامین باریت صدر آگن بھی

اخبارات، اقتباسات ہوتے تھے مسلمانوں میں بہت منظور نظر تھا۔ دیگر اخبارات

اور اس سے کثرت اشاعت کا توازن تو میں نہیں کر سکتا۔ البتہ وہ پرستش کسی ہندوستانی
مجموعہ کے زیادہ طبع ہوتا تھا۔

سوال۔ ستم نے بیان کیا ہے کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے عداوت رکھتا تھا کیا انہیں کوئی
خاص مضمون یاد ہے جس میں ایسے جذبات کو ظاہر کیا گیا ہو؟

جواب۔ میں کوئی ایسا خاص مضمون نہیں یاد کر سکتا جس میں ایسے جذبات کو زیادہ
وضاحت سے ظاہر کیا گیا ہو۔ لیکن ایران و روس کے متعلق جو کچھ لکھا اگر یزیدوں کے لئے
الفاظ سخت برتے ہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کسی گناہ دروغ است کی نسبت کچھ سنا جو عجبریش کے نام تھی کہ کشمیری
دروازہ بلوہ کر کے چھین لیا جائیگا؟

جواب۔ جی مجھے یاد نہیں کہ کوئی ایسی خبر سنی ہو۔

سوال۔ کبھی یہ خبر سنی کہ ۲۰ مئی یا کسی اور مقررہ تاریخ کو بہت بڑنگامہ پٹ گا؟

جواب۔ نہیں میں نے اس ستم کی ایک بھی خبر نہیں سنی۔

سوال۔ کیا انہیں چپا تیل کا حال معلوم ہے جو گاؤں گاؤں تقسیم کی گئی تھیں؟

جواب۔ جی معلوم ہے عذر سے پہلے سنا تھا۔

سوال۔ کیا ہندوستانی اخبارات میں اس پر بحث کی جاتی تھی۔ اگر کی جاتی تھی تو اس کا

کیا نتیجہ نکالا گیا تھا؟

جواب۔ جی ہاں اس پر تنقیدیں کی جاتی تھیں۔ اور یہی آئے والے واقعہ کی مثال بھی

جاتی تھی۔ اور تمام دیہات کی آبادی کو تشویر کر کے انہیں کسی سرسبز راز کے لئے قہر کرنا سمجھا

جاتا تھا جس کی عقدہ کشائی کہتے تھے کہ آگے ہوگی۔

سوال۔ تم جانتے ہو یہ چپا تیل سب سے پہلے کہاں تقسیم ہونی شروع ہوئی تھیں ہندوستانی

یا خیال کیا ہے؟

جواب۔ مجھے علم نہیں کہ کہاں سے تقسیم ہوئی شروت ہوئیں۔ مگر عموماً خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اپنی پت کرناں سے نکلی ہیں۔

سوال کیا تم جانتے ہو اہل قلعہ کے پاس بھی صادق الاخبار کا ایک پرچہ روانہ کیا جاتا تھا؟
جواب۔ ایک کیا کئی پرچے قلعہ میں جاتے تھے مگر میں نہیں جانتا کہ انہیں لیتا کون کھتا۔
سوال کیا نائنہ لغات میں فوجی اخبار بھی لازم کے حکم سے مقرر ہوا تھا؟
جواب۔ جی ہاں ایک تھا جو شاہی لیتھوگراف پریس قلعہ میں طبع ہوتا تھا اس میں صرف بادشاہ اور قلعہ وغیرہ کے حالات دیئے جاتے تھے اور گاہے لگا ہے دیگر حالات بھی لکھے جاتے تھے اسے سراج الاخبار کہتے تھے۔

سوال جب انگریزوں کو قتل کیا گیا تم قلعہ میں موجود تھے؟
جواب۔ میں تھا۔ خدر کے پانچ چھ روز بعد صبح کے وقت میں نے اپنے گھر میں سنا کہ قلعہ میں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ میں فوراً وہاں سے چلا۔ اور دہلی دروازے سے داخل ہو کر نئے قلعہ میں پہونچا۔ جہاں میں نے بادشاہ کے مسلح مصاحبوں اور چند باغی سپاہیوں کو انگریزوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت ساڑھے نو یا دس بجے تھے۔ بادشاہ کے ایک ملازم نے مجھ سے کہا۔ "تم بہت انگریزوں کے لئے خبریں جمع کرتے ہو" اگر اب بھی لئے جاؤ گے تو تمہاری پونہنی خاطر کی جائے گی۔ جس طرح ان لوگوں کی گئی ہے۔ اس شخص کا نام پھیکا تھا۔ اور یہ ہرناعبد اللہ ملازم کے بیٹے کا ملازم تھا۔

سوال۔ یہ انگریز کہاں سے گرفتار کئے گئے تھے؟
جواب۔ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ ہوشیار کے بادشاہی خانہ سے نکال کر لائے گئے۔

سوال کیا یہ بادشاہی خانہ اسی محل میں تھا۔ جہاں بادشاہ کا کمرہ تھا؟

جواب۔ بادشاہ کا کمرہ اس کے سامنے تھا۔ درمیانی جگہ میں صحن تھا۔ اور اس طرف یہ
یہ باورچی خانہ تھا۔ جہاں انگریزوں کو قید رکھا گیا تھا۔ صحن میں دیوان خاص اور
دیوان عام واقع ہیں۔ بادشاہ کے کمرہ اور باورچی خانے کے درمیان دو یا ڈھائی سو گز
کا فاصلہ ہے۔

سوال۔ جہاں انگریز مرد اور عورتوں اور بچوں کو محبوس رکھا گیا تھا۔ وہاں کس عہدہ اور
قسم کے لوگ باوجود وراثت رکھتے تھے؟

جواب۔ اس عمارت میں بادشاہ کے سفینے کا دفتر رہتا تھا۔

سوال۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جیسی عمارت میں لیڈیوں اور بچوں کو رکھا گیا تھا وہ معزز
عہدہ داروں کے استعمال کے قابل تھی؟

جواب۔ جی نہیں۔ اس میں غالباً کوئی نہیں رہتا تھا۔

سوال۔ پھر اس سے کیا کام نکالا جاتا تھا؟

جواب۔ وہ مال گودام کا کام دیتی تھی۔ اور قدیم زمانہ میں مجرموں کو قید کیا جاتا تھا۔

سوال۔ کیا لیڈیوں اور بچوں کو وہاں زیادہ آرام مل سکتا تھا۔ یا یہ خیال تھا کہ کوئی پیمائش
انہیں چھیڑ نہ سکے؟

جواب۔ انہیں وہ کھانسی ہوئی عمارت تھی جس میں پردہ وغیرہ نہیں تھا صرف تاریک
کوٹھڑی تھی۔

سوال۔ کیا ادنیٰ ہندوستانی بھی وہاں رہنا انتہائی تحقیر نہ سمجھے گا۔

جواب۔ جی بالکل صحیح وہ اپنے آپ کو حد درجہ ذلیل و بے عزت سمجھے گا۔ اگر اسے وہاں
رکھا جائے۔

سوال۔ کیا وہاں ایک جگہ رہ گئی تھی۔ جہاں لیڈیوں اور بچوں کو قید

جواب۔ وہاں عمارت کی کئی نہیں تھی جن میں ان کو خاطر خواہ آرام مل سکتا تھا۔

سوال۔ کس کے حکم سے ان اکرہ یزوں کو قتل کیا گیا؟

جواب۔ بادشاہ کے حکم سے کیا گیا اور کون ایسا حکم دے سکتا تھا۔

سوال۔ تم نے بادشاہ کے کسی رٹے کو قتل کا نظارہ کرتے دیکھا تھا؟

جواب۔ وہاں مجھ کثیر تھا میں ان میں سے کسی کو دیکھ نہ سکا۔ البتہ مرزا سخل کے مکان کی چھت پر کچھ لوگ کھڑے تھے۔ اور سنا گیا کہ مرزا صاحب بھی بھڑکوں میں سے دیکھ رہے ہیں۔

سوال۔ کیا قتل سے پیشتر اکرہ یزوں کو رسیوں سے باندھا گیا تھا؟

جواب۔ میں نے خیال نہیں کیا۔

سوال۔ کیا قتل کرنے کے قبل انہیں ایک قطار میں بٹھایا گیا تھا؟

جواب۔ میں اس جگہ نہیں جاسکتا تھا۔ مینے انہیں بھی نہیں دیکھا۔ لیکن جب قتل ختم ہوا اور مجھ منتشر ہو گیا تو بادشاہ کے احکام آئے کہ لاشوں کو پھینک دیا جائے۔ پھر انہیں گاڑیوں میں لا دیا جارا تھا میں گیا اور بہتروں سے پوچھا جو اس کام کو کر رہے تھے ان سے معلوم ہوا کہ ۵۰ نفر کو قتل کیا گیا ہے۔ اس وقت لاشیں حلقہ نما بھری پڑی تھیں۔

سوال۔ ان میں مردوں کی کتنی لاشیں تھیں؟

جواب۔ صرف پانچ یا چھ بقیہ تمام بچے اور عورتیں تھیں۔

سوال۔ تم جانتے ہو ان لاشوں کو کیا کیا گیا؟

جواب۔ جی ہاں آرام کے حکم کے بموجب ہر ایک کی جانب لیجا کر وہاں دی گئیں۔

سوال۔ کیا قتل سے فراغت پا کر اظہار خوشی میں توہیں سر کی گئی تھیں؟

جواب۔ میں نے توہوں کی آواز نہیں سنی اور نہ کسی سے سنا کہ توہیں بھی ملتی تھی

چار بج گئے عدالت کل گیا رہے بجے تک کے لئے ملتوی کر دی گئی

بارہویں روز کی کارروائی

پہلے چار شنبہ روز ۱۰ فروری ۱۸۵۸ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں حسب معمول عدالت منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ۔ ممبران بمترجم۔ ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔
نورم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں حاضر کئے گئے۔
چنی کل کا گواہ دوبارہ طلب کیا گیا۔ اور اپنے گزشتہ بیان کے سلسلہ
میں شہادت دینے لگا۔

جج ایڈووکیٹ جنرل نے اظہارئے

سوال کیا تم عدالت کو بتا سکتے ہو کہ شہر دہلی کے کسی اور حصہ میں اگر قتل کئے گئے؟
جواب میں نے سوائے ان کے جن کا ذکر کر چکا ہوں۔ دوسرے مقتولوں کو نہیں دیکھا
البتہ سنا ہے کہ راجہ جیشن گڈھ کے مکان میں پچیس انگریزوں نے پناہ لی تھی۔ اور جب
تک ان کے پاس بارود گولی رہی جان بچاتے رہے۔ بعد میں انہیں تہ خانہ میں سے باہر
لا کر باغی سواروں کے چند مسلمان ہمراہیوں نے تہ تیغ کر ڈالا۔

سوال کیا کبھی ملی ہیں بادشاہ کی فراروائی کا اعلان کیا گیا تھا۔ اگر کیا گیا تھا تو کب؟

جواب۔ بارہویں کو دوکانیں کھولنے کا حکم ہوا اور بادشاہ کی طرف سے سنادی کرائی گئی
اس کے دو روز بعد بادشاہ باہمی پر سوار ہو کر شہر میں نکلے۔ ایک پیدل جمیٹ چند توپیں
منیڈ باجہ۔ اور خاص مسلح باڈی گاڑ بھی ہر کا ب تھا۔ وہ دوکانیں کھولنے کی غرض
سے بادشاہ راہ عام کے اس حصہ تک چلے گئے۔ جہاں مکانوں کا سلسلہ
ختم ہوتا ہے۔ جہاں سے گزرتے تھے۔ اسی کے ساتھ واپس قلعہ میں داخل
ہوئے۔ یہی وقت کہیں توپوں سے سلامی سر کی گئی تھی۔ اور جب

قبضہ ہو چکے تو سلامی اسی طرح سر ہوئی۔

سوالات جس از لزوم

سوال۔ کہی تم نے یہ بھی سنا کہ میر بھٹے آئی ہوئی باغی فوجوں نے بادشاہ کے کہنے سے ایسا کیا یا اپنی مرضی سے جبر کیا اور کرایا؟

جواب۔ مجھے اس سے آگاہی نہیں ہے۔ اس طرح ہوا ہوگا۔ یا اس طرح۔

سوال۔ کل تم نے بیان کیا تھا کہ جس مکان میں لڑکیوں اور بچوں کو عبوس کیا گیا تھا اس میں شاہی مفتی رہتے تھے۔ بعد میں یہ کہا کہ کسی دینی منتر کو وہاں رکھا جائے تو وہ بے فہم خود کو ذلیل و حقیر سمجھ گا۔ ان ہر دو بیانات میں کیوں کہ طاعت ہو سکتی ہے؟

جواب۔ ادنیٰ اور اعلیٰ ہر شے کے آدمی بوجہ وقت ہونے کے وہاں جمع ہوتے تھے اور اس سے یہ ظاہر ہے کہ محض زنا خاص نہ کہنے کا وہ موزوں مقام نہیں اور مفتی صاحب کا بھی جلتے قیام نہیں تھا۔ ضرور وہ جگہ تھی جہاں وہ دفتر کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ گواہ ہمیشہ جانتا ہے۔

چنی لال بساطی عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہار دینے لگا۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار کرنے

سوال۔ کیا گذشتہ گیارہ و بارہ مئی کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی ہاں میں دونوں تاریخوں میں تھا۔

سوال۔ کیا دونوں تاریخوں میں سے کسی میں بادشاہ کا عنان حکومت ہاتھ میں لینا بذریعہ منادی اعلان کیا گیا تھا؟

جواب۔ گیارہ تاریخ کو بوقت نیم شب قلعہ میں میں توپیں سر کی گئی تھیں جن کی آواز میں نے اپنے مکان سے سنی۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت منادی کرائی گئی کہ ملک پر پھر بادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔

سوال۔ کیا تم نے کوئی جلوس جے بادشاہ نے باغی سپاہیوں کو نکالا ہو دیکھا تھا؟
جواب جی نہیں۔ غدر کے چند روز بعد میں نے قلعہ ہانا ترک کر دیا۔ اور بھی بادشاہ کا
جلوس نہیں دیکھا۔ البتہ مرزاغل کا جلوس نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ جو انہیں کسانڈر انجین
کا اعزاز بخشنے کی خوشی میں نکلا تھا۔
ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ چلا جاتا ہے۔

گلاب نامہ بر عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہار دینے لگا۔

رجنڈ و کیش کا اظہار لینا

سوال گذشتہ منی جت ہوقت اگر پرنچے اور لیڈیاں قلعہ میں قتل کئے گئے کیا تم موجود تھے؟
جواب جی میں تھا اور انہیں قتل ہوئے ہوئے دیکھا۔
سوال۔ تم نے سب سے پہلے کب سنا تھا کہ وہ قتل کئے جائیں گے؟

جواب۔ میں نے واردات کے دو روز قبل سنا تھا۔ یہ کہا گیا تھا کہ انگریز دو روز کے اندر
اند قتل کر دیئے جائیں گے مگر مجھے یاد نہیں کہ وہ کیا دن تھا۔ قتل کے مقررہ روز عوام الناس
کے غول کے غول و سب کے وقت قلعہ جا رہے تھے اور ان میں میں بھی شامل تھا جب
پہلے محن میں پہنچے تو دیکھا کہ انگریز سب کے سب ایک ساتھ کھڑے ہوئے ہیں اور شاہی
سرخ مصاحبین جنہیں ہاڈی گارڈ کہا جاتا ہے چاروں طرف سے ان کے گرد حلقے کئے
ہوئے ہیں۔ انہیں کے ہمراہ چند باغی سپاہی بھی تھے۔ میں نے کسی کو کوئی اشارہ یا حکم دیتے
نہیں سنا۔ بلکہ لکا لکا ایک ان لوگوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں اور ایک ہی دفعہ سب نے ہلکے
قتیلوں پر دار کئے اور پے درپے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان سب کو قیہ قیہ کر ڈالا۔
میں ان کے ہاڈی گارڈوں سے آؤں امن کام کو انجام دے رہے تھے۔

ان کے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ یا تم نے کبھی سنا کہ کسی نے بادشاہ

کے پاس ان کی شفاعت کی ہو؟

جواب۔ جی نہیں۔ نہ بچانے کی کسی نے کوشش کی۔ اور نہ میں نے کبھی سنا کہ کسی نے بادشاہ کے پاس ان کی شفاعت کی ہو۔

سوال۔ تم کہتے ہو کہ ان عورتوں اور بچوں کے قتل کا وقت دورہ زہینتھری سے مقرر کر دیا گیا تھا۔ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کس کے حکم سے وہ مارے جانے گئے؟

جواب۔ میں نہیں جانتا کہ اس معاملہ میں کس کے احکام جاری ہوئے تھے مگر لہجہ حکم ایسا ہو جی نہیں سکتا تھا۔

سوال کیا عموماً یہ سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی اجازت دیدی ہے؟

جواب۔ اس وقت یہ نہیں معلوم ہوا لیکن لوگ اتنا ہی بتاتے تھے کہ پریوں قیدی مارے جائیں گے۔

سوال کیا دہلی میں بادشاہ کی سہری کا کوئی اور بھی تھا جو ایسے احکام دے سکتا ہو؟

جواب۔ صرف بادشاہ یا ان کے صاحبزادے مرزا مثل بی دو مرکز تھے جہاں سے احکام کا اجرا ممکن تھا۔

سوال۔ تمہارے خیال میں کتنے قیدی قتل کئے گئے تھے۔ اور کیا قتل سے پیشتر انہیں اس میں جکڑ دیا گیا تھا؟

جواب۔ میں حساب نہیں بنا سکتا۔ وہ قاتلوں سے گھرے ہوئے تھے۔ ان کا زیادہ حصہ بچے تھے۔ اور وہ جکڑے ہوئے نہیں تھے۔

سوال۔ تم جانتے ہو لاشوں کو کیا کیا گیا؟

جواب۔ جی نہیں۔ سپاہیوں نے قتل کرنے کے بعد قلعہ سے سب کو باہر کر دیا تھا اور پھر میں نے نہیں سنا کہ ان کا کیا ہوا۔

سوال۔ بینک میں کسی کو قتل ہونے دیکھا تھا؟

جواب۔ جی ہاں مسٹر بیرسٹارڈ اور ان کے خاندان کو قتل کئے گئے۔

رہا تھا۔ باغیوں اور مفسدوں نے جب بینک پر حملہ کیا تو مسٹر بیرسٹارڈ اور ان کا خاندان
بیرونی دفتر میں روپوش ہونے چلے گئے۔ اور جب قاتلوں نے ان کی تلاش کی تو وہ عمارت
کی چھت پر تھے۔ مسٹر بیرسٹارڈ تلوار سے مسلح تھے اور مسٹر بیرسٹارڈ کے پاس نیزہ تھا۔
سلٹنے والے زینہ سے چڑھتے ہوئے باغی خائف ہوئے۔ انجام کار مفسدوں نے دبا دیا
اور وہ مغلوب ہو کر قتل ہو گئے۔ میں نہیں جانتا کہ بینک میں کتنے آدمی مارے گئے مگر
قریب سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک تھے عین غدر کے روز بارہ بجے یہ واقعہ ہوا تھا۔

سوال کیا کسی لیڈی کو زندہ لے گئے تھے یا سب کو قتل کر ڈالا تھا؟

جواب۔ ان سب کو فی الفور قتل کر دیا گیا تھا۔

سوال کیا بادشاہ کے مسلح صحابوں میں سے کوئی بینک میں موجود تھا؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال کیا غدر ہوتے ہی بادشاہ فرما کر واشتہ کر دیے گئے تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔ غدر کے روز بوقت تین بجے منادی کرانی لگی تھی کہ آج سے بادشاہ کی

حکومت ہو گئی ہے

میں نے

ملازم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

میں نے گئے تو

دار میں نے اظہار

سوال۔ تم جانتے ہو کہ قیدیوں کو کیوں تشدد کیا گیا؟

کوئی خاص دن مقرر کرنے کی بھی کوئی وجہ تھی؟

جواب۔ جی نہیں مجھے دونوں باتوں کا علم نہیں۔

علیم حسن الدفاں پھر کہنے لگے۔ گزشتہ صفت کی رات بادشاہ کے ملازمین قتل میں شامل تھے

بج ایڈوکیٹ نے انہیں جواز است نہیں کیا گیا۔

میں نے گئے تو

جواب۔ کورٹ ڈائری - وافق معمول تھی جیسی کہ غدر کے بہت پہلے سے لکھی جاتی تھی۔

سوال۔ اس صفحہ کو دیکھو اور بتاؤ کہ کس کا خطبہ کیا ہوا ہے؟

جواب۔ جی ہاں یہ اس کا خطبہ جو کورٹ ڈائری لکھا کرتا تھا اور یہ صفحہ اسی ڈائری کا ہے۔

کورٹ ڈائری مورخہ ۱۳ مئی ۱۸۵۷ء کے اقتباس کا ترجمہ

"بادشاہ نے دیوان خاص میں دربار کیا۔ ۴۵۔ اگرچہ مشفق تھے۔ فوج نے اس کے

قتل کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ نے قیدیوں کو فوج جیسا چاہے کیسے کہہ کر ان کے حوالہ کر دیا

اور آخر کار وہ لوگ نہ تھکے گئے۔ درباری بکثرت تھے۔ روسا۔ شرفا۔ افسران۔ اہل قلم۔

سب دربار میں حاضر ہوئے۔ احمد شہید کو بلانے کی عزت حاصل کی۔

سوال۔ کیا گیارہ سی کو تم وہاں میں حاضر تھے؟

جواب۔ جی ہاں میں موجود تھا۔

سوال۔ اس موقع پر تم نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کرو؟

جواب۔ سولہ رمضان یعنی گیارہ مئی کو صبح بوقت سات بجے نمبر ۴۴ ویسی پیادہ جھنڈ

بہند و سپاہی قلعہ میں دیوان خاص کے دروازہ پر آیا۔ اور چند دروازوں سے

میں قتل وہاں موجود تھے کہا کہ ویسی فوج نے میرے پاس گولہ باری کے خلاف اٹھات

جواب۔ یہاں میں داخل ہوا چاہتی ہے۔ اس کے بعد جیٹ پکینی کی

بچے تھے۔ اور یہ بلکہ دوسرے کے پاس گولہ باری کے دروازہ میں دیوان خاص کے

سوال۔ تم جانتے ہو کہ فی الفور مجھ سے آکر جو کچھ جھنڈ کے سپاہی نے کہا

جواب۔ جی نہیں۔ میرا بیٹا جی تھا کہ شاہ وہاں نے مجھے طلب کیا۔ جی ہاں کیا تو

میں نے نہیں سنا کہ ان کے پاس تھوڑے کی راہ سے آئے تھیں اور یہ جھنڈ کے بیٹے جھنڈ کے

سوال۔ ہیکس میں کسی کو قتل کر دیا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نام سے کون سا آدمی آیا

جواب۔ جی ہاں۔ مسٹر سیر سفارڈ۔ سوار افسر تھا۔ وہ ان کے پاس

اکثر دیاں پہنچے ہوئے تھے۔ اور بعض معمولی ہندوستانی کپڑوں میں تھے۔ میں نے فوراً دروازے بند کر دیئے جانے کے لئے بادشاہ سے کہا۔ جس میں سے ہو کر زیر چھرو کہ سے قلعہ میں داخل ہوتے تھے۔ پیشکل بند کیا گیا تھا کہ پانچ یا چھ سوارشن برج کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ جہاں بادشاہ کے خانگی کمرے بلکہ اور دیگر شاہی بیگات کے کمرے تھے۔ سواروں نے چلا نا شروع کیا۔ ”وہابی سپہ بادشاہ صاحب کی ہم اپنے دہرم کی جنگ میں مدد کے خوشنکار ہیں۔“ بادشاہ نے سن کر کچھ حواب نہیں دیا۔ اور نہ نیچے والے آدمیوں کو اپنا چہرہ دکھایا۔ بلکہ غلام عباس شمشیر الدولہ کو جو اس وقت حاضر تھے کپتان ڈگلز قلعہ دار کے پاس جا کر سواروں کی آمد سے مطلع کرنے اور مناسب انتظام کی فہمائش کرنے کے لئے روانہ کیا۔ پھر بادشاہ اندرونی کمروں میں چلے گئے اور یہاں دیوان خاص میں آگیا۔ تقریباً اسی وقت کپتان ڈگلز غلام عباس کو ہمراہ لئے ہوئے پہنچے۔ اول الذکر برآمدہ پر چڑھ کر زیر چھرو کہ دیکھنے لگے۔ جہاں سوار بستور موجود تھے اور ان سے کہا۔ ”یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ بادشاہ کا محل ہے۔ ہتھارا یہاں کھڑا رہنا بادشاہ کی ناراضگی کا باعث ہوگا۔“ اس پر سوار راج گھاٹ کی راہ سے جو شہر میں پہنچنے کا قریبی راستہ ہے چلے گئے۔ بادشاہ کتبہ ڈگلز کی آمد سن کر فوراً باہر نکل آئے۔ اور دیوان خاص اور کمرہ خاص میں لے گئے۔ ان سے ملاقات کی۔ کپتان ڈگلز نے بادشاہ سے کہا آپ گھبرائے نہیں یہ قتل کئے گئے تو فرو کر دیا جائیگا میں ابھی جا کر انہیں گرفتار کر لیتا ہوں۔ وہ نہ کہہ سکا۔

کہنن برج محل کا دروازہ جو میں نے بند کر دیا تھا کھول دیا جلتے۔

گلتھو کر سکیں۔ بادشاہ نے کہا نہ تمہارے پاس پستول ہے نہ: شرفیہ رکواور کسی انگریزوں اور دشمنوں میں جارہے ہو۔ یہ نا تجربہ کاری ہے یہ سر یہ کواہ پاتے رہے؟

چلے گئے۔ انکی تھوڑی دیر بعد پران جہدار کپتان: بادشاہ کے ملازمین قتل میں شامل تھے۔

میں کو بلائے ہیں جب بہرہ: بخواست نہیں کیا گیا۔

بہت چوٹ آئی ہے ان کے ہمراہ ایک اور صاحب تھے جنہیں میں نہیں پہچانتا اور وہ ایک کوئی چھپے ہوئے تھے۔ اور ان کے شانے میں بہت گہرا زخم لگا ہوا تھا کپتان ڈگلس نے کہا۔ دو ہا لکھیاں فوراً منگوا کر ان کے کچھ اویجنے تاکہ انگریزی لیڈیوں کو یہاں سے لیجا کر ملک کے پاس چھوڑ دیا جائے۔ اسی وقت مسٹر من فریزر صاحب کشتہ مارے میں آئے اور کہنے لگے۔ بادشاہ کے یہاں سے دو تو ہیں منگواؤ۔ اور ہانک پر رکھو اور پھر مسٹر فریزر مجھے اور غلام عباس کو ہمراہ لے چکے تھے آئے جہاں سے وہ تو دروازے کی طرف چلے گئے۔ اور میں غلام عباس کو ہمراہ سے ہوتے بادشاہ کے پاس مسٹر فریزر کا پیام سناتے کے لئے چلا گیا۔ پھر بادشاہ کی اجازت سے ہم نے لیڈیوں کے لئے دو ہا لکھیاں پہنچا دیں اور توپوں کے لئے بھی حکم دیدیا۔ لیکن بعد میں یہ خبر موصول ہوئی کہ سوار محل میں لاہوری دروازہ سے داخل ہو گئے ہیں۔ جہاں مسٹر فریزر تو ہیں لگانی چاہتے تھے۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا کہ ان سواروں نے مسٹر فریزر کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور کپتان ڈگلس کو قتل کرنے گئے ہیں۔ کہاروں نے بھی واپس آکر اس خبر کی تصدیق کی۔ انہوں نے بیان دیا کہ مسٹر فریزر کو قتل ہوتے دیکھ آئے ہیں۔ جن کی لاش بھانک کے پاس پڑی ہے۔ میرے بھانک کے اوپر کے سنے والوں کو قتل کرے چڑھ رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ میں کو یہ سن کر بند کرنے کا حکم دیا۔ لیکن جواب دیا گیا کہ پیدل یعنی اڑتیسویں بچے تھے۔ اور یہی جو قلعہ کے ~~کے گار رو تھے۔ ایسا نہیں کرنے دیتے۔~~ سوال۔ تم جانتے ہو یہ سوار دیوان خاص تک چلے آئے اور گھوڑوں کو ہاتھیں باغ جواب۔ جی نہیں فرماتے بھی کہ قلعہ کے دیوان خاص و عام میں حمار اچھا ہوا میں نے نہیں سنا کہ ان کو نہیں کہ کوشی تربٹ لیکن خیال ہے کہ وہی کی تینوں سوال۔ بینک میں کسی کو قتل کر دیا وہ اس معذرت کے ہم وہی نہ پہنچ سکی وہ جواب۔ جی ہاں مسٹر فریزر شاہ کا بہت آکر دیکھا ہے۔

بستر پہ بھیلادیتے۔ اس روز کوئی خاص دربار نہیں ہوا۔ لیکن بادشاہ دیوان خاص میں کوئی تین چار مرتبہ آئے۔ جہاں سب طرف باغی پڑے ہوئے تھے۔ باغی سوار دن بھر اور رات بھر گروہ درگروہ آتے رہے۔ شام کو نمبر ۵ پیادہ رجمنٹ اندر آئی۔ اور قلعہ سلیم گڑھ پر قبضہ کر لے چلی گئی۔ جہاں دوسرے روز میگزین سے لاکر تو یہیں نصب کر دی گئیں تاکہ میرٹھ سے آنے والی انگریزی فوجوں کو راستہ میں ہی روک لیں۔ تین روزوں اور رات انگریزوں کے آنے کا حذشتہ لاسی رہا۔ ذرا بگل کی آواز آئی اور باغی کیل کانٹوں سے درست ہو کر چوکنے بہنے لگے۔ گیارہ مئی کو موم کے تین فرزندوں۔ مرزا مغل۔ مرزا خیر سلطان اور جوان بخت اور پوتے مرزا ابو بکر نے فوج پر اعلیٰ سردار ہونے کی درخواست کی۔ میں نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی یہ لوگ کم عمر ہیں۔ اور ایسے منصوبوں کا تجربہ بھی نہیں رکھتے۔ اور وہ اپنے فرائض کو نہ سمجھ سکیں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ انہیں عہدے نہ دیں۔ شہزادے اس بات سے بہت ناخوش ہوئے۔ اور مرزا سینڈز ہوا۔ مرزا بخت اور شاہ اور مرزا عبدالمدکوح اضراں فوج اپنی درخواست پر متفق کرنے کے لئے گانٹھا۔ اور دو روز کے بعد وہ جبراً اضراں اٹلی مقرر ہو گئے۔

سوال ۲۷ کہا ہے کہ کپتان ڈگلز کے مکان پر دو پاکلیاں روانہ کرنے کے لئے لکھی گئی تھیں جب انہوں نے سنا کہ کپتان موصوف اور مسٹر فریزر قتل کئے گئے تو

کیا فائلوں کی گرفتاری یا سزا میں سی کی گئی تھی؟

جواب بھی نہیں وہاں ایسی گڑبڑ تھی کہ کچھ نہ کیا جاسکا۔

سوال ۲۸ یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے خاص ملازموں نے اس بعد مسٹر فریزر کو اور کئی انگریزوں کو قتل کیا تھا کیا یہ ملازمین بدستور اپنی جگہ پر بحال رہے اور تخواہ پاتے رہے؟

جواب میرے گوش گزار کبھی یہ بات نہیں ہوئی کہ بادشاہ کے ملازمین قتل میں شامل تھے لہذا صحیح ہے کہ کوئی شخص اس وجہ سے کبھی درخواست نہیں کیا گیا۔

سوال کیا تھا اس سے یہ مطلب ہے کہ عام طور سے معلوم نہیں ہوا کہ قتل کے مرتکب کون تھے؟

جواب جی ہاں عام طور پر یہ بات معلوم نہ تھی۔ نہ میں نے سنا کہ قتل کس نے کیا۔

سوال کیا اس کی کبھی تحقیقات کی گئی تھی؟

جواب نہیں۔

سوال غدر سے پہلے بادشاہ کے کتنے ہمراہی مسلح رہتے تھے؟

جواب قریب قریب بارہ سو کے۔

سوال کیا یہ آدمی فوج کے مختلف شعبوں میں تھے مثلاً توپخانہ، سوار، پیادے وغیرہ؟

جواب جی ہاں، اس میں توپخانہ، سوار، پیدل، سب شامل تھے،

سوال بادشاہ کے پاس کتنی توپیاں تھیں؟

جواب قابل استعمال توپیں چھ تھیں اور جنہیں جانتا کہ بیکار کتنی تھیں۔

سوال گیارہویں کو غدر کے روز اس فوج سے کیا کام لیا گیا تھا؟

جواب یہ خاص خاص دروازوں اور قلعہ کے خاص انسروں کے مکانوں کی حفاظت پر متعین کئے گئے تھے کچھ ان میں سے جن کا تقرر روپیہ کے بالموضع ہوا تھا بہت کم حاضر

رہتے تھے تاہم انہیں اہل فوج خواہ گوہر پیچھے لے جایا کرتی تھی۔

سوال

انہوں نے اسے اترنے پر مجبور کیا اور جو توپیں کینڈر قلعہ میں لائے گئے، اور مقیم کئے گئے؟

جواب باغیوں نے انہیں شہر اور شہر کے گرد و نواح سے گرفتار کیا تھا۔ اور چونکہ وہ

قلعہ میں مقیم تھے لہذا ان قیدیوں کو بھی اپنے ہمراہ قلعہ میں لیتے آئے۔

سوال کیا تھا اس سے یہ مطلب ہے کہ جس شخص نے جس عورت اور بچے کو پکڑا اسے

اپنی قید میں لے لیا؟

جواب جی نہیں۔ بلکہ انہوں نے اس امر کی اطلاع محافظ قلعہ دار کو کی۔

حکم ملا کہ وہ ہر ایک انگریز کو باورچی خانہ میں لپکا کر قید کر دیں۔

سوال۔ باورچی خانہ کو قید خانہ کس نے بنایا تھا؟

جواب۔ بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ وہ بہت وسیع عمارت ہے۔ باغیوں کو ہدایت کی کہ قیدوں کو وہیں رکھا جائے۔

سوال۔ غدر سے پہلے بادشاہ کے باڈمی گاڑ کا کون افسر تھا؟

جواب۔ محبوب علی خان۔

سوال۔ کیا ان میں سے کسی نے گیارہ مارچ کو سیکورین پر حملہ کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو کس کے حکم سے؟

جواب۔ جی نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ ان میں کا کوئی شخص کسی کے حکم سے حملہ کرنے گیا ہو۔ نہ میں یہ جانتا ہوں کہ کسی شخص نے حملہ کیا بھی یا نہیں۔ لیکن جو کچھ میں کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شہر کے باہر رہنے والے لوگ حملہ آور ہوئے ہونگے۔

سوال۔ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ فی الحال بادشاہ کا سفیر یا کوئی عزیز شاہ ایران کے دربار میں ہے۔ یا حال میں گیا ہے؟

جواب۔ جی نہیں موجودہ حالت کی بابت میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ یقین ہے کہ وہ جابجا رہے۔ جبکہ اخبار میں میں نے یہ پڑھا تھا کہ مرزا نجف ملازم کے بھائی شاہ ایران کے دربار میں گئے ہیں جن کا استقبال نہایت بزرگ و احتشام سے کیا گیا۔

سوال۔ کیا شخص وہی سے روانہ کئے گئے تھے؟

جواب۔ میں نہیں جانتا۔ البتہ ان کے بھائی و وہس پیشتر بہت سے کاغذات و دیگر سفیر بنا کر گورنمنٹ کے پاس کلکتہ روانہ کئے گئے تھے۔

سوال۔ کیا جن عسکری کے شدید قہر کو ایران روانہ کرنے کی کوئی اطلاع تم عدالت کو پہنچا ہے کہ ضروری کاموں میں تم پر بھی اعتبار کیا جاتا تھا۔

خصوصاً تھوڑے متعلق ریز یقین کر لیا گیا ہے کہ حکم بیان ہو چکا ہے اس سے تم بخوبی واقف ہو؟
جواب میں تمہارے کہنا ہوا کہ میں نے عدالت سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی۔ لاکھ چھ پر
عتبار کیا جاتا تاہم میں ذکر کرتا ہوں کہ بہت راز مجھ سے مخفی رکھے جاتے تھے مثال کیلئے سنئے
بادشاہ نے اپنی بیوی تلج محل سے نکاح کرنے کی وجہ قوم کی مسلمان ڈوسنی تھی۔
اور نیچے طبقہ کی تھی۔ اور جس سے بعد میں بادشاہ کا نکاح ہو گیا، مجھ سے بالکل صلاح
نہیں لی تھی۔ نہ جو ان بخت کی تخت نشینی کی سازش سے مجھے آگاہی تھی۔ اور ایسے
کئی دیگر اہم معاملات کا حال ہے۔ لہذا میں نہیں کہہ سکتا کہ لازم حسن عسکری اور
شیدی قبیلہ میں کیا گزرار۔

سوال کیا تم جانتے ہو کہ غدر سے پہلے بادشاہ نے اپنے رفقاء کی معرفت کمپنی کی دبی
فرج کے افسروں سے خط و کتابت یا پیام رسانی رکھی ہو؟
جواب جی نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ یہ ممکن ہے کہ ان میں خط و کتابت ہوئی ہو۔ مگر
مجھے یقین نہیں ہے۔ کہ ایسا ہوا ہو۔

چار بج جانے سے عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے برخاست ہو گئی۔

تیسرے روز کی عدالت

یوم جمعرات ۱۱ فروری ۱۸۵۸ء

عدالت پستور قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ۔ ممبران، مترجم، ڈپٹی جج، ایڈووکیٹ جنرل سب موجود تھے۔
لازم عدالت میں لائے گئے۔

حکیم حسن الدخان بھی عدالت میں طلب کیے گئے۔ اور گورنر نے ان کو

یاد دہانی کی گئی۔

بحج ایڈوکیٹ نے اظہار سے

سوال کیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ پچھلے وقت اخبار کو لازم مدرسہ پہلے بہت پڑھا کرتے تھے؟
جواب۔ وہ باقاعدہ نہیں پڑھتے تھے البتہ اتفاقیہ کوئی شہزادہ کسی مضمون کا کچھ حال بتا دیتا تھا۔
سوال۔ شہزادے مضمون متعلقہ ایران کو ضرور دیکھی سے پڑھتے ہونگے اور کیا عموماً یہ بتایا جاتا تھا کہ انگریزوں کو پڑھنے کے ہاتھ سے شکست ہوئی۔

جواب۔ میں نے خود وہ اخبار نہیں پڑھا نہ میں یہ جانتا ہوں۔ لیکن عام طور پر بیان کیا جاتا تھا کہ انگریز ایرانیوں سے شکست کھا رہے ہیں اور شہزادے اس خبر کو ضروری سمجھ کر پڑھتے اور اس پر یقین رکھتے تھے۔

سوال۔ مدرسہ پہلے کیا مسلمانوں کو یقین تھا کہ انگریزی عملداری ختم ہو جائیگی اور کیا شہزادوں کو بھی اس رائے سے اتفاق تھا؟
جواب۔ جی نہیں میں نے ایسا نہیں سنا۔

سوالات جرح از لازم

سوال۔ تم نے بتایا ہے کہ بادشاہ کی ملازمت میں ۲۰۰ اسپاہی تھے بادشاہ کی فرج کی قینوں ٹکڑیوں کی وردیاں بیان کرو اور مختلف رجمنٹوں کے کیا لقب تھے؟
جواب۔ دو پیدل رجمنٹیں تھیں۔ ہر ایک میں پانچ سو آدمی تھے۔ ان کی وردیوں کا رنگ گہرا سیاہ اور خاکستر تھا انکے حملے اور کرنید سرخ تھے وردیوں پر کوئی نشانات یا نمونے نہیں تھے جس سے مختلف ٹکڑیوں میں امتیاز کیا جاسکتا تو بچانہ میں تقریباً ۴۰ آدمی تھے انکی وردی گہری نیلگوں حملے اور کرنید سرخ ہوتے تھے انکی وردیوں پر بھی کوئی خاص نمونہ یا علامت نہیں رہتی تھی لازم کا باڈی گارڈ سرخ کوٹ پہنتا تھا اور گہرے نیلگوں حملے اور کرنید تھے۔
گو اہمٹ جاتے ہیں

پہ انگوینڈا لڈویل گورنٹ مشن خوار عداوت میں طلب کی گئیں اور انے حلف لیا گیا

بج ایڈوکیٹ نے اظہار سے

سوال کیا گیارہ مئی ششہ کو تم دہلی میں تھیں؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ تم کہاں رہتی تھیں اور تم نے کس وقت سنا کہ دبی فوجیں میرٹھ سے آئی ہیں؟
جواب۔ میں شہر کے اس حصہ میں رہتی تھی جسے دیا گنج کہتے ہیں اور میرٹھ کے سپاہیوں کے
آنے کی خبر مجھے گیارہ مئی کو صبح آٹھ اور نو بجے کے درمیان ملی۔

سوال۔ اس روز جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو؟

جواب۔ میرے ایک ساتھیوں نے آکر بیان کیا کہ فوجیں بغاوت کر کے میرٹھ سے آگئی ہیں
اور راہ میں جو انگریز ملے گئے انہیں قتل کر ڈالا اور کہنے لگا کہ اپنی گاڑی تیار کر کے بھاگنے
کے لئے آمادہ ہو جانا چاہئے کیونکہ باغی دہلی کے انگریزوں کو بھی قتل کر دیں گے میں اس سے
باتیں کر رہی تھی کہ ہمارے دوسرے دو دروازے کے ہمارے مسٹر لون نے آکر ساتھیوں کے
بیان کی تصدیق کی۔ اور مسٹر آلڈویل کو دریافت کرنے لگے تاکہ ان سے کچھ مشورت کر سکیں
پھر وہ مسٹر آلڈویل کے پاس چلے گئے۔ اور یہ دو دن اس حصہ تک اہم مشورہ کرتے رہے اور
آخر کار یہ طے پایا کہ تمام قریب و جوار کے انگریز ہمسائے کان میں جو نہایت فرخ اور محکم تھا
آکر مجتمع ہو جائیں اور جب تک دم میں دم ہے اپنی عزت و آبرو پر آٹھ نہ آنے دیں میں
کے بعد مسٹر آلڈویل اور مسٹر لون نزدیکی کے ہسپتال کے گارڈ کے پاس گئے۔ اس
گیارہ دین ہندوستانی ہیدل سپاہی تھے اور ان سے اپنے ساتھ جدوجہد کرنے
کے لئے دریافت کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ اس کے بدلے انگریز انہیں معقول معاوضہ دینگے
سپاہیوں نے جواب دیا۔ جاؤ اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ اس وقت صبح کے
بچے سے کچھ زیادہ وقت تھا۔ اور میرٹھ کے سپاہیوں نے تلے لگے۔ انہیں کیا تھا
جو یہ کہا جاسکے کہ گارڈ کے سپاہیوں نے گارڈ کے سپاہیوں کو گارڈ کیا۔

انگریزوں نے جو ہمارے مکان میں جمع ہو رہے تھے۔ دروازوں کی ناک بندی کرنی شروع کی۔ اور عورتوں و بچوں کو چھت پر چڑھا دیا گیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ منع عورتوں اور بچوں کے کل تعداد میں بھی پھر وہ بچے کے قریب باغیوں کو ہم نے چل عبور کرتے ہوئے دیکھا ان میں خاصی تعداد سواروں کی تھی۔ اور کچھ پیادے بھی تھے۔ باغیوں کا یہ گروہ ہمارے مکان کے زیر دیوار گزارا ہوا تھا جو لب دریا واقع تھا اور ان میں سے بعض نے ایک صاحب پر فریضہ کیا تھا۔ جو چھت پر تھے پھر یہ جماعت جلیانہ کی طرف چلی گئی اور ہم نے سمجھا کہ وہ قیدیوں کو آزاد کرانے کی پھوڑی دیر بعد ہم نے سنا کہ وہ شہر میں گس گئے ہیں اور انگریزوں کو جہاں پاتے ہیں قتل کرتے ہیں اسی وقت شہر کا ایک مسلمان باشندہ جو پیشہ کار رنگر تھا۔ خون آلود تلوار ہاتھ میں لئے کلمہ پڑھتا ہوا ہمارے مکان کے پاس آیا اور چلا کر کہنے لگا "انگریز کہاں ہیں" مسٹر ٹولن نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ مگر اس کے جواب نہ دینے پر مسٹر ٹولن نے گولی مار دی اور وہ مر گیا۔ صرف یہی ایک شخص تھا جو اس وقت تک ہماری سرحد میں داخل ہوا مگر اس کے بعد ہی پچاس ساٹھ شہری باشندے اس کے پیرو ہمارے دروازے پر اکٹھے ہو گئے گیارہ بچے کے قریب مسافر فاون ایک مسلمان کے ہاتھوں ہمارے مکان میں پہنچائی گئیں۔ انہیں شہری باشندوں نے زود کو بکایا تھا جس سے ان کے سر میں کاری زخم آیا تھا اور ان کے مکان کا تمام اسباب لوٹ گھسٹ کر لے گئے تھے پھر تین بچے ایک کوئی بات قابل ذکر نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ میگزین اٹھا دیا گیا۔ اس وقت میں نے مسٹر آلڈ ویل سے التجا کی کہ مجھے اور میرے تینوں بچوں کو مکان سے نکال دیں کیونکہ خدمتگاروں نے مجھ سے کہا تھا کہ بعض آپس لینے گئے ہیں تاکہ یہاں لا کر نصب کریں اور میں شاہ کا ہڈی بننے کے لئے بیٹا کرتی رہا تھا میں نے اور تینوں بچوں نے ہندوستانیوں کے در میں سوار ہو کر مکان سے نکل گئے اور بادشاہ کے

پوتے مرزا عبدالمد کے مکان پر پہنچے۔ اس کی بہن اور اہلیہ نے ہماری بہت خاطر توفیق کی کیونکہ مسٹر آڈیل کو اور مجھے وہ لوگ بہت عرصہ سے جانتے تھے۔ رات کے آٹھ بجے تک ہم وہاں رہے جب مرزا عبدالمد آیا اور کہا کہ وہ ہیں بہترین پناہ گاہ اور محفوظ مکان یعنی اپنی ساس کے مکان میں پہنچاؤ لگا چنانچہ اسی وقت اس نے ہمیں وہاں پہنچا دیا مگر ہمارا کچھ اسباب اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ اور کہنے لگا عام راستہ سے اس قدر سامان لے کر نکلنا بہت خطرناک ہے کل تم اپنے منشی کو روانہ کرنا میں وہ سامان اس کے ہاتھ بھیج دوں گا۔ میں نے دوسرے روز حسب وعدہ اپنے منشی کو دوسروں پر یہ نقد اور کچھ چاندی کی طشتریاں مرزا عبدالمد سے لیکر آنے کے لئے روانہ کیا لیکن مرزا نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور ساتھ ہی ہمیں یہ پیام بھیجا کہ اگر اس کی ساس کے مکان کو فی الفور نہ خالی کر دیا جائے گا تو وہ لوگوں کو ہمارے قتل کے لئے روانہ کر لیکارے پہنچے شام کو اپنے چچا اور چند لوگوں کو دیکھنے کے لئے روانہ کیا کہ اگر ہم پہنچے ہوں تو وہ لوگ قتل کر دیں میں نے اس کے چچا کو تو نہیں دیکھا۔ لیکن ملازموں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں ہرمنہ تلواریں تھیں۔ میرے منشی کی والدہ ملامت کرنے لگیں۔ اور کہنے لگیں کیا یہی مرزا کی جہاں نوازی ہے؟ اس کا اگر یہی ارادہ تھا تو کیوں ہمیں مکان میں گھسنے دیا۔ کیا حفاظت اور پناہ گاہ کا وعدہ صرف قتل کے لئے کیا تھا؟ اس نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو قتل کرنا ہی ہے تو پہلے مجھے کہو۔ میں نے انگریزوں کا منک کھایا ہے اور انہیں قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ پھر یوں کہنے لگی۔ مجھے قتل کرنے سے تم کو بہت ثواب ہو گا۔ کیونکہ میں سیدانی اور شیعہ ہوں۔ یہ بادشاہ کے خاندان کی طرف اشارہ تھا جو سنی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور سنی فرقہ نے حقیقتاً نبی کے بچوں یا سیدوں کو شہید کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو یقیناً کافر ہو جائیں گے۔ البتہ انہوں نے

۱۵۔ مٹم کو شاید معلوم نہیں کہ سنیوں نے سات کو شہید نہیں کیا تھا۔

عیسائیوں کے قتل کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ پھر اس سے کہنے لگے کہ وہ مکان سے نکل جائے تاکہ وہ لوگ نہیں قتل کروں ورنہ ہمیں مکان سے باہر کر دے تا سرحد پر پہنچا کر ان کو ہلاک کیا جائے۔ آخر کار بعد وقت دوسرے روز صبح تک مکان خالی کر دینے کی ہمیں اجازت ملی۔ رات کے وقت منشی میرے درزی کو بلا کر لایا۔ اور میں نے اس سے کوئی ایسی جگہ دریافت کی جہاں جا کر ہم لوگ روپوش ہو سکیں۔ اس نے کہا کہ سنا گیا ہے کہ نواب احمد علی خاں انگریزوں کو پناہ دے رہے ہیں اور وہ ہمیں وہاں بجا کر پوشیدہ کر دیگا پھر وہ سواری لانے کے لئے نواب کے ہاں گیا مگر ناکام واپس آیا اور کہنے لگا کہ نواب کے مکان میں انگریزوں کا روپوش ہونا باغیوں کو معلوم ہو گیا۔ یہ اور وہ اس کے مکان کے سامنے توپیں لگانا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ ہمیں اپنے مکان میں رکھے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہم اس کے مکان میں رہنے لگے۔ ایک روز کہنے لگا کہ کئی عیسائیوں کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا گیا انہوں نے اگرچہ حراست میں رکھ لیا مگر ان کی جان بخشی کر دی ہے اور ہمیں بھی وہاں جانے کی ہدایت کی ہے بدھ کے روز سات اور آٹھ بجے شپ کے درمیان درزی ایک باغی سوار قاور داد خاں کو بلا لایا جس نے ہمیں قلعہ میں پہنچا دیا اگرچہ باغیوں نے قسم کھائی تھی کہ انگریزوں کو ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے مگر وہ سوار درزی کا کسی زمانہ کا احسان مند تھا۔ اور اس وجہ سے ہماری حفاظت کا پختہ وعدہ کر لیا اور کہا کہ وہ زمیندار بے ایمانی نہ کریگا۔ قلعہ کے لاہوری دروازہ تک اس نے ہمیں پہنچا دیا جہاں محافظ گارو کے ہاتھوں ہم لوگ قیدی بنائے گئے یہ لوگ پھر ہمیں مرزا منگل کے روبرو لے گئے جنہوں نے ہمیں بھی دوسرے قیدیوں کے ہمراہ رکھے جانے کا حکم دیا۔ پھر ۲۲ مئی یوم بدھ کو ہم نے اپنے گئے تھے۔ جہاں تک میرا خیال ہے مجھے کہنا چاہیے کہ قیدیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا گیا۔ سب ملکر ۴۴ یا ۵۰ نفر تھے ان کے نام جہانگیر سے لے کر احمد کے مندرجہ ذیل ہیں۔ مسز اسکی اور تین نیچے مسز گلشن

مسٹر ایڈ فارڈس اور دونچے، مسٹر مولانی اور دونچے، مسٹر شہن اور ایک بچہ مسٹر کارپٹ اور ان کی دختر مسٹر سٹینس، مسٹر کارچرین، مسٹر آئینس، مسٹر چارٹوٹا، مسٹر ایم ہنڈس، مسٹر ای ہیرس، مسٹر ایس ایل رائی، مسٹر الائنس، مسٹر آئینس، مسٹر رابرٹس، اور ایک لڑکا مسٹر کراڈ۔ مسٹر آٹھ۔ کوئی ایک شخص اور تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ باقی عورتیں اور بچے تھے جن کے نام ہیں یا وہ نہ رکھ سکے۔ ~~مسٹر ایس ایس ایس ایس ایس ایس ایس~~ جس میں صرف ایک کھڑکی تھی۔ اس کے سوا کوئی دوسرا رومن نہیں تھا۔ وہ مقام کسی انسان کے رہنے کے لائق نہیں تھا اور ہمارے لئے تو بالکل نہیں۔ زبردستی اس میں ٹھونسا گیا تھا ہر شخص ہوا لینے کے لئے کھڑکی کے پاس کھڑا رہنا چاہتا تھا۔ اور وہ کھڑکی بھی جہاں سے روشنی اور ہوا آتی تھی وہیں بند کرنی پڑی کیونکہ سپاہی اپنی بھری ہندو قین بن کے گھوڑے چڑھے ہوتے لپکے آنے لگے۔ اور بچوں کو ڈرتے اور دھمکاتے تھے۔ بسا اوقات ہم سے پوچھتے کہ اگر بادشاہ ہماری جان بخشی کر دے تو کیا ہم مسلمان ہونے اور ان کی لونڈیاں بننے کے لئے تیار ہیں لیکن بادشاہ کے خاص مسلح باڈی گارڈ کے سپاہی جو ہم پر مسلط تھے دیگر سپاہیوں کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ ہمیں زندگی کی بالکل امید نہ دلائی جائے اور کہتے تھے کہ ہم کڑے کڑے کر کے چلیں اور کوڑوں کو کھلائے جائیں گے۔ یہیں کھانا معمولی دیا جاتا تھا۔ البتہ دو مرتبہ بادشاہ نے ہمیں نہایت عمدہ کھانا بھیجا تھا۔ جمہرات کو چند سپاہی آئے اور کہنے لگے کہ ”وہ ہیں مارڈالیں گے۔ اور انہوں نے انگریزوں کے قتل کا بیڑا بٹھایا ہے۔“ جمعہ کو دوپہر تک کوئی واقعہ نہیں گذرا صرف بادشاہ کے ایک خاص ملازم نے کسی لیڈی سے کہا تھا میں جانتی ہوں وہ مسٹر سٹینس تھیں کہ اگر انگریزوں کی بھر جھکومت ہو جائے تو ہمارے ساتھ کیسا سلوک کریں؟ لیڈی صاحبہ نے جواب دیا کہ ”جس طرح تم نے ہمارے خاوندوں اور بچوں کے ساتھ کیا ہے۔“ ۱۶ مئی یوم جمہرات کو سوامیرے اور میرے بچوں کے اور اس مسلمان عورت کے جو عیدائیوں کو

معنی سب انگریزوں، بچوں اور عورتوں کو باہر نکال کر قتل کر دیا گیا۔
 سوال۔ تم نے کیسے جانا کہ یہ لوگ سب کے سب قتل کر دیئے گئے اور یہ کیونکہ میں
 تمہارے بچے بچا دیئے گئے اور باقی سب کو قتل کر دیا گیا؟
 جواب۔ درزی کے مکان سے جانے کے قبل میں نے ایک دستور سنت برطانیہ
 میری خواہش تھی کہ میں خود جا کر ان کے حضور میں اسے پیش کر دوں لیکن اس کے نظم و ستم
 کے لاکھڑی دروازہ پر پہنچی۔ اور سپاہیوں نے جہاں اور چھپو اور فری حکومت
 یہ بھی چھین لی۔ میں نے اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں اور میرے بچے
 ہیں۔ اسی وجہ سے قید خانہ میں ہیں کھانا علیحدہ ملا کرتا تھا۔ اور باؤس بے شک
 ہمیں مسلمان سمجھتے تھے چنانچہ بارہا انہوں نے ہمارے ہمراہ کھانا مارا
 کے شروع سے میں نے مسلمانوں کے مذہبی کھانا یا دیکھ کر بڑبڑا۔

دیئے تھے۔ چنانچہ ہم سب بڑی روانی سے اس کو کھانے کے لئے تیار ہو گئے اور وہ رکھنا چاہیں رکھنے
 ہماری جان بچا کر رکھنا چاہیں رکھنے۔ تاکہ وہ اپنے وظیفہ میں سے تنخواہ

کو ہمراہ لئے ہوئے آئے۔ اور ہماری جماعت

باہر نکل آئیں اور پانچ مسلمان اندر رہے۔
 دینی بیان کر سکتے ہو کیا تھی؟

کیا اور کہا کہ انہیں پہلے ہی معلوم تھا کہ
 قمر رہتا جس میں سے ۹۹۰۰۰ روپیہ

ہندوؤں نے جہان کی ستم کھا کر کہا کہ ایسا
 مال کو ملتا تھا۔ نیز سرکاری اراضی سے

اور جس میں وہ فی الحال مقید ہیں وہ
 طور تھا۔ اور دہلی کے مکانات کا کرایہ اور

وہ باہر لے گئے اور گنتی کی گئی۔ مجھے بتا دیا کہ

سب کو اکٹھا کر کے اس طرح بکڑا دیتے تھے۔

کچھ انہیں دیا۔ تاکہ یہاں تک کہ

ہمیں یہاں کے درخت کی پٹے پر بیٹھ کر حاضر کئے گئے اور شہادت دینا لگے

مسٹر ایڈ سپاہیوں میں سے کسی نے بھی ان کے قتل میں حصہ نہیں لیا۔ صرف بادشاہ کے اور ان کی دخترزموں کی تلواروں سے قتل کئے گئے اور انہیں کو قیدیوں کے قتل کرنے کا ای ہیر سفار ڈس ایل۔ کیونکہ ان کے عقیدے میں کفار کو قتل کرنے سے بہشت ملتی ہے گا۔ ڈسٹر آفٹھ۔ کوئی ایک لکے گی۔ میں نے یہ جاروب کش کی عورت سے سنا تھا۔ اور تمام جن کے نام میں یاد نہ رہے بارہ اس کی تصدیق ہوتی رہی قتل کے بعد ہی دو توپیں داغی ایک کھڑکی تھی۔ اس پہا گیا کہ یہ اظہار سرت میں سر کی گئی میں قتل کے ایک گھنٹہ بعد ایک کے لایق نہیں تھا اور صاحب کہتے تھے میرے محافظوں سے اگر کہنے لگے کہ وہ ان پانچ ہوا لینے کے لئے کھڑکی نسا چاہتے ہیں۔ جو بچائے گئے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ ہماری جان آتی تھی ہیں بند کرنی پڑی اور شاہی ملازموں سے کہا کہ ہمیں کسی محفوظ مقام میں پہونچا دیا جائے لیکر آتے تھے۔ اور بچوں کو ڈر سے نہیں۔ کیونکہ سپاہی اور شہر کے باشندے ہماری جان بخشی کر دے تو کیا ہم مسلمان ہو۔ یہاں یہ بتا دینا چاہئے کہ بعض لوگوں کو میرے لیکن بادشاہ کے خاص مسلح باڈی گارڈ کے ساتھ لے کر آئے۔

کرتے رہتے تھے کہ ہیں زندگی کی بالکل امید نہ دلائی گرفتار کر لیا۔ ہم قیدیوں کی طرح مرنا مل کر کے چیلوں اور کوؤں کو کھلائے جائیں گے۔ پھر نے ان سے کہا کہ ہم سیانی ہیں۔ اور مرتبہ بادشاہ نے ہمیں نہایت عمدہ کھانا بھیجا تھا یا کہ ہماری گرویں مادی جائیں لیکن کہنے لگے کہ ”وہ ہیں مار ڈالیں گے۔ اور انہوں نے اذکرایا جب سپاہی نکست کھا کر واپس ہے۔ جبکہ کروہیہ ہرک کوئی واقعہ نہیں گذرا صرف انگریزوں کے خلاف رہنے کی طاقت نے کسی لیڈی سے کہا تھا میں جانتی ہوں وہ مسک کو راست کرنی شروع کی کہ ”انگریزوں سے حکومت ہو جائے تو ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہو سہ ہر مذہب کے لئے لڑتے تھے وہ خود بھی انہیں ”جس طرح تم نے ہمارے خاندانوں اور نے کے قابل نہیں رہا۔ مسلمانوں کو مذہب کو سٹامیر اور میرے بچوں کے اور اس سے کہنے رہے۔ انہیں یہ پیشہ ہی

کہ آیا دراصل انگریز گورنٹ ان کے مذہب میں دخل دیتے سے ہمت نہ اٹھایا۔ تو
کی کثیر تعداد کہنے لگی کہ اگر اسے جاں بخشی کا اطمینان ہو جبکہ سایہ ماطفت میں
ملازمت میں آنا چاہتے ہیں لیکن مسلمان ہمیشہ اس کے برخلاف قانونی افواج کے
کی ملازمت بہ نسبت گورنٹ کی ملازمت کے افضل تر سمجھتے ہیں۔ برطانیہ
جمہاریہوں سے بادشاہ کی مدد کریں گے۔ اور وہ ضرور آخر کار اس کے ظلم و ستم
سوال۔ دہلی میں جب تم غدر کے زمانے میں مقیم تھیں تبہیں ہندو کی فرضی حکومت
سپاہیوں کے جذبات کا اندازہ کرنے کا بھی موقع ملا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ غدر کے زمانہ میں میں نے ہمیشہ مسلمانوں کو سن بے شک
پایا ہے۔ محرم کے زمانہ میں مسلمان عورتیں اپنے بچوں کو دھارنہ
کے وقت ہندو مسلمانوں کے مابین میں عموماً انگریزوں

سب ہندو مسلمانوں کو مل کر تہمتیں لگاتے تھے کہ ملازم وہ رکھنا چاہیں رکھنے
پدی کہ وہ اپنے وظیفہ میں سے تنخواہ

دلی میں بیان کر سکتے ہو کیا تھی؟

مقرر تھا جس میں سے ۹۹۰۰۰ روپیہ

ملاؤں کو ملتا تھا، نیز سرکاری اراضی سے

مقرر تھا۔ اور دہلی کے مکانات کا کارامداد

مرد و عاصر کے گئے اور شہادت دینے لگے

مسٹر آئیڈیا ہیوں میں سے۔
اور ان کی دخترزوں کی تلو
ای بریفر ڈر مس اتنی ہے۔ جا۔ بک جانے سے عدالت کل گیارہ بجے تک کیلے
کرا ڈ۔ مسٹر آتھ۔ کوئی آتھ۔

چودھویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ ۱۲۔ فروری ۱۸۵۶ء

کے لاین ہنیر
ہوا لینے کے لئے گیارہ بجے عدالت قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔
آتی تھی ہمیں بند کرنی ہو سہران سترجم۔ ڈپٹی جج۔ آئیڈیا کیٹ جنرل تمام اراکین موجود ہیں۔
دیکر آتے تھے۔ اور بچوں میں لائے گئے۔

ہماری جان بخشی کر دے تو کیا ہم مسلمان
لیکن بادشاہ کے خاص مسلح باڈی گار
کرتے رہتے تھے کہ ہمیں زندگی کی بالکل امید
کریے چیلوں اور کوؤں کو کھلائے جائیں۔
مرتبہ بادشاہ نے ہمیں نہایت عمدہ کھانا
کہنے لگے کہ ”وہ ہمیں مار ڈالیں گے۔ اور انہور
ہے۔ جمعہ کو دوپہر تک کوئی واقعہ نہیں گذرا
نے کسی لیڈی سے کہا تھا میں جانتی ہوں و
حکومت ہو جائے تو ہمارے ساتھ کیا سا بکرو
”جس طرح تم نے ہمارے خاوندوں اوانے کے
کو سوا میرے اور میرے بچوں کے اور اس سے

کہا کہ بھاگ گئیں جب شہر اور قلعہ مرہٹوں کے ہاتھ سے نکل کر گورنٹ کے ہاتھ آ گیا۔ تو شہنشاہ شاہ عالم نے جنرل لیک صاحب سے انگریزی گورنٹ کے سانیہ طاقت میں آنے کی درخواست کی اور ۱۸۵۷ء کے فائنل قتل اور برطانوی افواج کے دہلی میں داخل ہونے سے کہیں زیادہ قابل یادگار رہے۔ شاہان دہلی گورنٹ برطانیہ کے پیش خوار اور رعایا بن گئے۔ اور برطانوی حکمرانوں نے انہیں مرہٹوں کے ظلم و ستم اور قید با مشقت سے چھڑا کر مدینہ و آرام عطا کیا۔ ملزم نے ۱۸۵۷ء سے دہلی کی فوجی حکومت حاصل کی لیکن ان کا اقتدار خاص قلعہ والوں پر بھی نہیں تھا۔ البتہ اپنے مقربین کو خلعت فاخرہ اور خطا بات دینے کی طاقت تھی۔ وہ اور ان کے اہل خاندان بے شک لوکل کورٹ سے بری تھے مگر گورنٹ عالیہ کے زیر نگین تھے۔

سوال کیا گورنٹ نے ملزم کے مسلح سپاہیوں کی کوئی حد مقرر کی تھی؟

جواب۔ ملزم نے لارڈ ہاک لینڈ سے درخواست کی تھی کہ جتنے ملازم وہ رکھنا چاہیں رکھنے دیے جائیں۔ گورنر جنرل نے جواب میں اجازت دیدی کہ وہ اپنے وظیفہ میں سے تنخواہ دیکر جتنے ملازم رکھنے چاہیں رکھ سکتے ہیں۔

سوال۔ جوئین گورنٹ نے ملزم کے لئے منظور کی تھی بیان کر سکتے ہو کیا تھی؟

جواب۔ ان کا ایک لاکھ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر تھا جس میں سے ۹۹۰۰۰ روپیہ دہلی میں اور ۱۰۰۰ لکھ روپیہ ان کے اہل خاندانوں کو ملتا تھا۔ نیز سرکاری اراضی سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ وصول کرنا بھی منظور تھا۔ اور دہلی کے مکانات کا کرایہ اور زمین کا معاوضہ بھی لیتے تھے۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ پلے جاتے ہیں۔

ایک ایک گواہ کے بیان پر ملزم نے عدالت کے رویہ حاضر کے لئے اور شہادت دینے کے لئے

بج ایڈوکیٹ نے اظہار سے

سوال کیا گذشتہ سہی کی گیارہویں تاریخ کو تم وہی میں تھے؟
جواب جی ہاں۔

سوال اس وقت جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو۔

جواب گیارہ تاریخ کو حسب معمول صبح کے وقت قواعد تھی۔ اور بعض احکام پڑھ کر سنانے تھے چنانچہ یہ بخیر و خوبی انجام پایا اور اس وقت تک عذر کا ذرا بھی شبہ نہ تھا لیکن نو بجے جمنٹوں کو فی الفور تیار ہو کر جمنٹ کے پل پر جانے کا حکم ملا تا کہ رسالہ نمبر سار کے سوار جو میرٹھ سے بناوٹ کر کے آ رہے تھے۔ وریا کو عبور نہ کرنے پائیں۔ کرنیل رپل نے پریڈ کے میدان میں مجھے حکم دیا کہ اپنی کمپنی گریڈ ٹیرس اور کمپنی نمبر ایک دونوں کو صبح دو توپوں کے ہمراہ لے کر پل پر جاؤں اور اس کی حفاظت کروں کرنیل مذکور نے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا کہ جانے کے قبل کپتان ڈے ٹیرس کے مکان پر چوراء میں ملنا تھا جا کر ان کے احکام بھی حاصل کروں۔ کپتان ڈے ٹیرس نے مجھے مع کمپنی کے صدر بارڈ میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ توپیں آئیں۔ پھر وہاں سے کوچ کرنا گروپن گھنٹے تک میں ٹھہرا رہا۔ اور توپیں نہ آئیں۔ توپیں نے اپنے تحت لفٹنٹ و برٹ کو تحقیق کرنے کے لئے روانہ کیا کہ کیا سبب ہے جو ابھی تک توپیں نہیں آئیں۔ اور اس خیال سے کہ توپیں ہیں راہ میں مل جائیں گی اور وقت بھی بچ جائے گا۔ میں نے اپنے زیر کمان کمپنیوں کو مارچ کا حکم دیا۔ اور پل کی طرف روانہ ہوا۔ لفٹنٹ و برٹ مجھے نصف راہ میں ملے اور کہا کہ ہندوستانی توپچی میگزین آچھوٹے سے ہیں لیکن توپیں بہر حال بہت جلد پہنچا دی جائیں گی۔ اور جب میں پل سے ڈیڑھ میل فاصلہ پر تھا توپیں پہنچ گئیں کشمیری و روانہ سے سو گز آگے پہنچ کر کپتان ڈے ٹیرس کے پاس آئے جو اس وقت فیلڈ آفسر تھے۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو مل پر پہنچو کیونکہ باغی سوار پہنچ چکے ہیں اور ویسی پیدل نمبر ۵ کے افسروں پر فیر کر رہے ہیں۔ میں نے فوراً اپنی کمینوں کو بند و قفس بھرنے کا حکم دیا۔ اور جب یہ ہو چکا تو کرنل رپلی کٹھیر بدروازہ سے نکلے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان کے کئی مقامات پر زخم آئے تھے۔ اور سحرِ فالٹ انہیں سنبھالے ہوئے تھے۔ میں پھر باغیوں کی سرکوبی کا تصور کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ لیکن راہ میں ایک بھی نہ ملا۔ نمبر ۵ پیدل رجمنٹ کی آٹھویں کمپنی کے سپاہی جو کرنل رپلی کے زیرِ کمان پیشینہ کی گئے تھے وہاں موجود نہ تھے۔ صرف نمبر ۲ ویسی پیدل کے۔ ۵ سپاہی بطور گارڈ لفٹنٹ پرکٹر کی سپردگی میں موجود تھے کپتان والس نے مجھ سے ذکر کیا کہ نمبر ۴ کے ان سپاہیوں نے چند گز کے فاصلہ پر کرنل رپلی کو باغیوں کے ہاتھوں لگتے دیکھا۔ ہر چند میں نے حکم دیا مگر کوئی بھی کرنل کو بچانے کے لئے ایک قدم نہیں ہلا۔ نمبر ۵ نے بھی اپنے افسروں سے ایسا ہی شرمناک برتاؤ کیا۔ مگر جہاں کے مغربی میدان میں میں نے کپتان اسٹہ کپتان بروڈ لفٹنٹ ایڈوارڈس۔ لفٹنٹ وارڈنیلڈ اور سحرِ رجمنٹ کو مروہ پایا جو خاک پر پڑے ہوئے تھے یہ سب نمبر ۵ ویسی پیدل کے افسر تھے توپوں کو موقعِ موقع نصیب کر کے اور مختلف مقامات پر سنترلوں کو کھڑا کر کے میں نے لفٹنٹ ویرٹس سے مشورہ کیا کہ ہم چکر ان مقتولوں کی لاشیں اٹھالائیں لیکن کمپنی کے سپاہیوں نے ہمیں منع کیا کہ ابھی اس سے باز رہیں کیونکہ باغی سوار افسروں کی تلاش میں ہر طرف پھیر رہے ہیں سپاہیوں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود ان لاشوں کو اٹھا دینگے تو بڑی دیر کے بعد ایڈجیوٹنٹ لفٹنٹ آس برن او لفٹنٹ ٹیلر جو شہر دیوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تھے ہم سے آئے۔ انسانِ بیگلو بھی ہمارے پاس چلے آئے اس وقت کٹھیر بدروازہ کے گرد و فواح میں بالکل سکون تھا۔ بارہ بجے لاسٹ کمپنی کا ایک سپاہی میرے پاس آکر کہنے لگا کہ والد سحر نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ رجمنٹ کہاں

جائے پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سواروں کے
افسروں پر گولیاں چلانے سے یہ لوگ بھاگ نکلے اور سبزی منڈی میں جا کر جمع ہو گئے۔
میں نے اس سے کہا کہ انہیں جا کر کشمیری دروازہ آنے کا حکم دے۔ وہ سب بغیر کسی
اگر نیا منتر کے آگئے اور کہنے لگے کہ راستہ بھر باغی سواروں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور
کہتے رہے کہ ہم سے مل کر بغاوت میں حصہ لو۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے سپاہیوں
کی مدد سے اگر نیا منروں کی لاشیں اٹھوالیں۔ اب ہم ہیں نمبرم مایمجرا بیتاٹ کے
زیر کمان مل گئی تھی۔ اور کپتان ڈیٹرزس کی دو توپیں بھی ہمارے ہی ہمراہ تھیں۔ پس
خیال کرتا ہوں کہ شاید اس وقت دو بجے تھے جبکہ ہمیں سیگزمین کی طرف سخت
ہنگامہ اور گولہ باری سنائی دینے لگی اور سارے بن بجے تک یہ آوازیں آتی ہیں
میں یہ کہنا بھول گیا کہ جب میں کشمیری دروازہ پر پہنچا تو مسٹر گیلوے نے آکر
خزانہ کے گکار کو تقویت دینے کیلئے کہا۔ چنانچہ کئی سپاہی روانہ کر دیئے گئے۔
مسٹر ولٹ بانی سیگزمین سے بھاگ کر ہم میں آئے۔ اور بیان کیا کہ کس طرح انہوں
نے اور چند اگر نیاؤں نے سیگزمین کو اب تک بچائے رکھا۔ اور بادشاہ کا فوج بھیجا
اور سیگزمین پر حملہ کرنے کے لئے سیڑھیاں روانہ کرنا وغیرہ بیان کرتے رہے ہم باہر بجے
تک کشمیری دروازہ پر مقیم رہے جب میں کھڑا تھا کہ اچانک ایک ہارڈ ماری گئی جو میرے
سامنے سے گزر گئی اس میں نمبرم کے کپتان گارڈن اور لفٹنٹ ریولی مقتول اور
نمبرم کے لفٹنٹ اسپارن مجروح ہوئے پھر لائٹ کپتانی کے ایک سپاہی نے
میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بہتر ہو گا۔ میں فوراً چلا جاؤں۔ ورنہ گولی سے مار دیا
جاؤں گا۔ اور نمبرم کے سپاہیوں کو اپنی ماتحتی میں نہ پا کر اور اپنا ٹھہرنا لاجل سمجھ کر
میں نمبرم کے ایک افسر کے پاس چلا گیا۔ ہم شاہ زاد سے جا ملے۔ مگر وہی لاش
کپتانی کے سپاہی (صرف وہی) کے پاس تھا۔ آج سے گھنٹوں میں سے

کے لئے کہنے لگا کیونکہ شاہراہ محفوظ نہیں تھی۔ چنانچہ ہم اسی کے نصیحت کے بموجب گلیوں میں سے برگزیدہ گریز کے پاس پہنچے۔ اور جو کچھ دیکھا تھا اطلاع دیدی۔ وہاں دو توپیں اور دو سی پیل منبرہ سکی۔ ۳۰ سپاہ موجود تھی جو اس وقت تک ہنایت و فاداری سے خدمات بجالا رہی تھی۔ مجھے وہاں پندرہ منٹ کا وقفہ ملا۔ جس کے درمیان میں سپاہ منکر نے عہد کیا کہ وہ ہماری رفاقت نہ چھوڑے گی اور جہاں ہم جائیں گے ساتھ چلے گی۔ چنانچہ وہ سپاہی ہمارے ساتھ ہوئے۔ پہاڑی پرستہ نیچے اتر کر چھاؤنی کی سڑک پر چلنے لگے اور جب لائنوں میں پہنچے تو وہ لوگ ایک ایک دو دو کر کے اپنی چھوٹی پٹریوں میں چلے گئے۔ اور پھر صورت نہیں دکھائی جب میں نے ان سے دریافت کیا تو کہا کہ باقی پکیرا بھی آتے ہیں۔ مگر ہتھیار وغیرہ وہ لے کر چل دیئے یہ حالت دیکھ کر میں اپنے خاص مکان کے گارو میں پہنچا۔ اس وقت ساڑھے سات بجے تھے میں نے گارو کو اپنے ہمراہ چلنے کی ترغیب دی اور تقریباً آدھ گھنٹہ تک ان کی خوشامد کرتا رہا۔ آخر کار بہزار خرابی حوالدار میجر اور دو سپاہیوں نے میرے ساتھ وینا منظور کیا چنانچہ ہم تینوں چل کھڑے ہوئے مگر تاریکی میں راستہ بھول گئے۔ اور صبح ہم نے اپنے آپ کو دہلی سے چار میل کے فاصلہ پر پایا۔ تین روز تک ہر طرف کے کھیتوں کے قرب و جوار میں روپوش رہا۔ جو دہلی سے تین میل کے فاصلہ پر ہیں حوالدار اور سپاہی نے پہلے ہی روز صبح کھانا لانے کے بہانے سے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ دوسرا سپاہی دوسرے روز تنہا چھوڑ چکا تھا۔ آخر کار میں ایک فقیر کی مدد سے کرناٹ بھاگ گیا۔

سوال کیا تھیں اپنی رحمت میں کوئی آثار معلوم ہوئے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ سپاہیوں کو میرے لئے باغیوں کی آمد کی اطلاع پہلے سے تھی؟

جواب گیارہ مئی تک میں کوئی علامت یا نشانی محسوس نہیں کر سکا کیونکہ اس

مجھے ان لوگوں کی اس روز کی تمام عادات و اطوار سے یقین ہوا ہے کہ انہیں
 بیشک پہلے سے معلوم تھا کہ ہنگامہ سے قبل اڑتی اڑتی خبریں ہیں مٹی بہتی تھیں
 مگر اس کا سان و گمان بھی نہ تھا بھٹنٹ و برٹنٹ نے گذشتہ ستمبر میں مجھ سے کہا تھا
 کہ صوبہ دار میجر کریم بخش نے کپتان رسل کو گیارہ مئی سے دو ماہ قبل اطلاع کی تھی کہ
 لوگ ہماری لائنوں میں آتے جاتے ہیں۔ اور سپاہیوں کو بغاوت کی تحریک کرتے
 ہیں۔ گذشتہ جون کی آٹھ تاریخ کو کپتان رسل بادی کی سرسے میں مار ڈلے گئے
 اور صوبہ دار میجر تاحال میرٹھ میں موجود ہے یہ مجھے یقین ہے۔ اور اب ثابت ہوتا ہے کہ
 جو خبریں کپتان رسل کو ملتی رہیں وہ بیشک قدر ہی کی بابت تھیں۔
 لازم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتے ہیں۔

کنڈ لال سکریٹری سابق شاہ دہلی طلب کیا جاتا ہے اور اظہار کیا جاتا ہے
 بیج ایڈوکیٹ نے اظہار کرتے

سوال گذشتہ بغاوت کی صلیت اور دہلی فوج کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو؟
 جواب۔ بادشاہ دہلی دو سال گذرے جب برٹش گورنمنٹ سے بدظن ہو گئے تھے
 اور طے کر لیا تھا کہ وہ آئندہ انگریزوں کی بالکل خاطر اور عزت نہ کیا کریں گے۔
 حالات یہ ہیں جب مرزا حیدر شکوہ اور مرزا فرید مرزا خان بخش ابن مرزا
 سلیمان شکوہ لکھنؤ سے یہاں آئے تو شاہ جن عسکری نے بادشاہ دہلی کو بادشاہ
 ایران کے پاس خطرہ نہ کرنے کی رائے دی۔ انہوں نے بتایا کہ اس خط میں یہ پنا
 چلے کہ انگریزوں نے بادشاہ دہلی کو قیدی بنا دیا ہے اور تمام حقوق جو بادشاہ
 ہونے کی حیثیت سے انہیں حاصل ہونے چاہئیں سلب کر لئے ہیں۔ دلی عہد
 مشرکہ مسترد کر دیا ہے۔ پھر یہ تحریر کیا گیا کہ دلی اور یہ حاصل کیا جائے

وزی کی کارروائی

یہ معاملہ راہ پر آجائے۔ اور طرفین دست کرے اور ملاقات بھی ہوا کرے چنانچہ رشیدی صاحب محبوب علی خاں کی معرفت عطا کئے گئے۔ اور وہ خط ۱۸۵۰ء اس کے بعد مرزا حیدر اور اس کا بھائی لکھنؤ واپس چلے گئے منعقد ہوئی۔ لے مرزا نجف بادشاہ کے ایک دور کے رشتہ دار کو مرزا بلا صاحب حاضر ہیں۔ مشرف الدین ابن مرزا آغا جان کے ہمراہ وینا ہی ایک خط دیکر اہل تین سال ہوئے کہ چند پیدل سپاہی متعینہ دہلی مشرف مرزا علی جن کا کام ہو گیا شہ وصول کر کے پیش کرنا تھا۔ اور حمید خاں جہندار بادشاہ کے مرید ہوئے اس موقع پر بادشاہ نے ہر ایک مرید کو ایک ایک شجرہ مع تفصیل نام ان پیشواؤں کے جن کے ہاتھ پر وہ بیعت ہوئے اور اس میں اپنا بھی نام داخل کر کے اور ایک رومال رنگین سرخ علامت برکت کی عطا کی۔ لفٹ گورنر کے ایجنٹ نے یہ سن کر تحقیقات کی اور فوجی لوگوں کا آئندہ مرید ہونا مسدود کر دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روز سے بادشاہ اور فوج میں ایک تم کار تباہ ہو گیا تھا۔ گذشتہ بغاوت کے بیس روز قبل خبر موصول ہوئی تھی کہ میر بھٹ کی فوجیں علامہ بغاوت کرنے والی ہیں لیکن یہ نہیں سنا گیا تھا کہ وہ یہاں آرہی ہیں جب سوار یہاں پہنچے تو پہلے محل کی کھڑکیوں کے تلے آکر بادشاہ سے کہنے لگے۔ کہ وہ تمام انگریزوں کو قتل کر کے یہاں آئے ہیں۔ اور اب یہاں کے انگریزوں کو فی الفور قتل کر ڈالیں گے۔ اور ملزم کو اپنا بادشاہ تصور کریں گے۔ اور پھر کہنے لگے۔ کہ تمام ہندوستان میں کوئی ایک انگریز بھی نہ بچ سکے گا۔ سب کے سب قتل کر دیئے جائیں گے اور تمام فوج بادشاہ کے احکام بجالائے گی۔ بادشاہ نے کہا اگر ان کی یہ خواہش ہے تو انہیں آخری وقت تک ساتھ دینا ہو گا۔ اور اگر اس پر وہ رضامند ہوں تو مشوق سے چلے آئیں اور تمام انتظام اپنے ہاتھ میں لیں

مجھے ان لوگوں کی اس روز کی تمام عادات و اطوار ایسے آتے دیا۔ وہ شہر میں گھس
 بیشک پہلے سے معلوم تھا ہنگامہ سے قتل کیا۔ قادر و او خاں نامی کابلی نے ریڈیٹ
 گرا اس کا سان و گمان بھی نہ تھا۔ پیدل سپاہی مسلح گاڑی کے سپاہیوں کے ہمراہ
 کہ صوبہ دار میجر کریم بخش نے ایک ماہ میں گھس گئے اور انہیں قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں جہاں
 لوگ بجا ہی لاؤٹا کرتے باغی انہیں قتل کرتے رہے۔ اسی روز تمام شہر میں مٹادی کرادی
 ہیں۔ گذشتہ صبح ان جہاں ہے اور بہادر شاہ اس ملک کے تاجدار ہیں اور انہیں کمال
 اور حیا حاصل ہے۔ دوسرے روز جب میرٹھ اور دہلی کی فوجیں آپس میں مخلوط ہوئیں
 تو بادشاہ تخت نشین ہوئے توپوں سے سلامی دی گئی اور افسروں کو ان کے اپنے
 مرتبے اور درجے کے موافق انعام بھی دیئے۔ دیوان خاص میں قدیم سے ایک تقری
 تخت رکھا ہوا تھا جس پر بادشاہ ایسے موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے لیکن اس بار اس میں لفٹ
 گونے جب بادشاہ کے تحائف اور نذریں لینے کو ممنوع قرار دیا تو یہ تخت بھی بادشاہ
 کے نشست گاہ کے تہ خانہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ اس وقت سے یہ تخت ۱۲ مئی تک بیکار
 رہا۔ اور اس روز اسے پھر باہر نکالا گیا جس پر بادشاہ پھر بیٹھنے لگے۔

سوال۔ کیا گیارہ مئی سے قبل بادشاہ کو سپاہیوں نے اپنے ارادوں سے
 آگاہ کیا تھا؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی اطلاع بالا بالا ملازم کو پہنچی ہو لیکن
 بادشاہ کے ملازمین و مقربین اپنے خاگی کمروں کے پاس بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے
 کہ فوج بہت جلد بغاوت کرنے والی ہے۔ جس کے بعد وہ قلعہ میں آئے گی۔ پھر
 بادشاہی حکومت از سر نو قائم ہوگی اور تمام قدیم ملازمین کو ترقیاں دی جائیں گی اور
 انعام و اکرام بخشا جائے گا۔

چار بج گئے کرگن و ننگن کے ساتھ بہار مست ہوئی۔

پندرہویں روز کی کارروائی

پیرم شنبہ۔ مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۵۸ء

عدالت دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج گیارہ بجے منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ ممبران۔ مترجم۔ ڈپٹی رج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

مردم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔

کنند لال سکریٹری بادشاہ سابق۔ عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور گزشتہ

اقراری بنا پر اظہارے لائے گئے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہارے

سوال۔ ایسی باتیں بادشاہ کے کون سے مصاحب کیا کرتے تھے؟

جواب۔ بسنت علی خاں اور ان کا تمام گروہ۔

سوال۔ غدرے کتنے روز قبل وہ ایسی باتیں کیا کرتے تھے؟

جواب۔ چار روز

سوال۔ تمہارے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا حیدر شکوہ نے بھی شاہ ایران

کی خط و کتابت میں حصہ لیا لیکن یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے مرزا حیدر شکوہ

کی شکایت کی تھی کہ مرزا نے انہیں لکھنؤ میں بنام کر دیا ہے اس کا تمہارے پاس

کیا جواب ہے؟

جواب۔ میٹھن بناوٹ تھی جو سچے واقعات کو روشنی میں نہ آنے کے لئے کی گئی تھی

تاکہ خدا نخواستہ کھانا پھوٹ جائے تو بطور ثبوت یہ پیش کیا جاسکے کہ فریقین میں

اتحاد ہی نہیں تھا بلکہ پشیدہ ہر دو فریق میں مصالحت تھی۔

سوال۔ لیڈیاں اور بچے جو قلعہ میں مشید تھے کس کے حکم سے قتل ہوئے۔

جواب۔ انہیں تین روز تک گرد و نواح سے اکٹھا کیا گیا۔ چوتھے روز پیادہ اور سوار سپاہی مرزا محل کے ہمراہ بادشاہ کے خانگی کمروں کے پاس آئے اور بادشاہ سے قتل کی اجازت چاہی۔ بادشاہ اس وقت اپنے کمرہ خاص میں تشریف فرما تھے۔ مرزا محل اور بسنت علی خاں اندر چلے گئے اور سپاہی باہر کھڑے رہے۔ کھڑکی دیر تقریباً بیس منٹ بعد دونوں اندر سے واپس آئے اور بسنت علی خاں نے ملائیہ چلا کر کہا کہ بادشاہ نے قیدیوں کے قتل کئے جانے کی اجازت دیدی ہے اور وہ لوگ انہیں لے جا سکے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ کے مسلح سپاہیوں نے قیدی جن کی زیر حراست تھے انہیں قتل کو پہنچایا۔ جہاں باغی فوجوں سے ملکر غریب قیدیوں کو قتل کر دیا گیا۔

سوال۔ تم کچھ اور جانتے ہو؟

جواب۔ لڑائی شروع ہونے کے بعد جو شخص کسی انگریز سپاہی یا افسر کا سر لٹا تھا اور پتہ فی سر انعام پاتا تھا۔

سوال۔ کسی موقع پر کوئی سپاہی یا افسر قید کر کے زندہ بھی لایا گیا؟

جواب۔ جی نہیں

سوال۔ اس عذر سے قبل کیا مسلمانوں نے کبھی سازش کی تھی۔ یا ایسا فتنہ برپا کرنے کے لئے اتحاد کیا تھا؟

جواب۔ جونہی باغی آئے مسلمان، فی الفور ان سے مل گئے۔ کیا اس سے نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں پہلے سے ربط مضبوط تھا۔ لیکن ہلی طبقہ نہیں تھا بلکہ ذلیل طبقہ جو ان سے ملا ہوا تھا۔

سوال۔ کیا مسلمانوں کے طبقہ اعلیٰ کے کسی شخص کا نام بتا سکتے ہو۔ جو گورنمنٹ برٹانیہ کے خلاف سازش میں نہ شریک ہوئے ہوں؟

جواب۔ میں جواب نہیں دے سکتا۔

سوال۔ وہ کون لوگ تھے جو بادشاہ کی خفیہ انجن میں شریک ہو کر تھے؟

جواب۔ حواجہ سر امحبوب علی خاں بادشاہ کے وزیر اعظم و پیر زادہ حسن عسکری بادشاہ کی محبوبہ ملکہ زینت محل ان کی دختر نانی بیگم۔ آغا بیگم دوسری دختر ملکہ بادشاہ کی بیوی اشرف النساء یہ اراکین انجن تھے۔ اور حسب لکھنے کی ضرورت ہوتی تو بادشاہ کا دفتر خاص جو حکیم حسن الدخاں کی زیر ہدایت رہتا تھا اسے انجام دیتا دفتر مذکور میں ایک شخص اور تھا جو ذات کا کالیستہ اور میرا منہا تھا یعنی اس کا بھی نام کند لال تھا۔

سوال۔ فارسی کا غلات نمبر ۲-۳ اور منہا قتل میں ترتیب دیکر گواہ کو بتائے گئے اور پوچھا گیا کہ کیا وہ ان کا خط جانتا ہے؟

جواب میں نہیں جانتا۔ وہ نئے دفتر میں جو صوبہ دار بخت خاں نے قائم کیا تھا۔ لکھے گئے ہونگے۔ اس میں ایک مولوی صاحب مقرر تھے جو کاغذات تیار کر کے بادشاہ کی مہر ثبت کرنے کے لئے لاتے تھے۔

سوال۔ کیا ہمیں بادشاہ کی خفیہ انجن میں کبھی شریک نہیں کیا گیا؟

جواب۔ جی کبھی نہیں۔

سوال۔ پھر تم کیونکر بادشاہ ایران کو مشن روانہ کرنے کے راز سے آگاہ ہوئے؟

جواب۔ اگرچہ میں بادشاہ کا ملازم تھا مگر محبوب علی خاں کی اردلی میں رہا کرتا تھا اور ان سے کوئی کوئی راز کی بات معلوم ہو جاتی تھی۔

سوال۔ کیا قلعہ میں علی العموم سمجھا جاتا تھا کہ حسن عسکری کا اثر بادشاہ پر بہت ہے؟

جواب۔ جی ہاں صرف قلعہ ہی میں نہیں بلکہ تمام شہر میں مشہور تھا کہ پیر حسن عسکری اور محبوب علی خاں کا بادشاہ پر بہت اثر ہے۔

سوال۔ کیا بادشاہ کی کوئی لڑکی حسن عسکری کی مرید تھی۔ اگر تھی تو کیا ان میں کی

ایک وہ تو نہیں جن کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے؟

جواب۔ بادشاہ کی ایک لڑکی مسماۃ نواب بیگم زوجہ مرزا شاہ حسن عسکری کی مرید ہو گئی تھیں۔ مگر انہیں وفات پائے ہوئے عرصہ ڈیڑھ سال کا ہو گیا۔ دیگر دو جن کے نام میں نے لے ہیں پیر زادہ مذکور کی علانیہ مرید نہ تھیں لیکن عقیدہ تھیں اور بزرگی کی قائل تھیں۔

سوال کیا کبھی سپاہیوں کو انگریزوں کے خلاف لڑانے کے لئے بادشاہ قلعہ سے باہر نکلتے تھے؟

جواب۔ جی ہاں بنگالہ کے دوروز العینی ۱۶ ستمبر کو وہ ہوادار میں سوار ہو کر میگزین کی طرف چلے۔ اور دوسو گز پر پھٹ گئے۔ وہاں ایک گھنٹہ توقف کیا اور اس قلعہ میں چلے گئے۔ پیدل سپاہ کا دل بڑھانے کے لئے وہ نکلتے تھے۔

سوال۔ تم جانتے ہو کہ ملازم کے اتنی حقوڑی دور چکر ٹھہرانا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ فرج کا دل بڑھانے کے تھے اور بڑا بڑی فوج کو نکالنے کے لئے۔

سوال۔ کیا بادشاہ صادق الاخبار کو ہمیشہ پڑھتے تھے؟

جواب۔ میں ہمیشہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی نسبت کچھ نہیں بتا سکتا۔ البتہ یہ اور دیگر اخبارات ان کے پاس آتے رہتے تھے۔

سوال۔ کیا غدر سے چند ماہ قبل مسلمانانِ دہلی میں انگریزی حکومت کے برخلاف جوش و نفرت تھی؟

جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ کیا تم صادق الاخبار پڑھا کرتے تھے؟

جواب۔ جی نہیں میں نے کبھی اسے نہیں پڑھا۔

لزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہارئے

سوال۔ کیا علاوہ کند لال کا سیتھہ کے کسی اور ہندو کو بھی خفیہ انجن میں شریک کیا جاتا تھا؟

جواب۔ جی نہیں کسی دوسرے ہندو پر اتنا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔

سوال۔ تمہیں آگاہی ہے کہ کوئی قاصد دہلی سے دہلی رجمنٹوں کے پاس غدر کے بعد بھیجا گیا ہو تاکہ انہیں دہلی کی بغاوت میں شامل کرے۔ جو اس وقت وفادار گورنمنٹ تھیں؟

جواب۔ میں نہیں جانتا۔

گواہ جاتا ہے۔

کپتان ٹیلر اڈمیتوں پیادہ رجمنٹ کے طلب کئے جاتے ہیں اور بیان کرتے ہیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہارئے

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ کیا اس روز تم نے کسی گاڑی کو دیکھا یا سنا تھا جو تھارسی رجمنٹ کی لائنوں میں گئی ہو۔ اگر دیکھا ہو یا سنا ہو تو مفصل بیان کرو؟

جواب۔ جی ہاں دس مئی یوم اتوار کی شام کو تین بجے کے قریب میں نے بگل کی آواز سنی اور گاڑی کے پہیوں کی کھڑکھڑاہٹ سنا دی گئی۔ جو میرے دروازے کے پاس سے گزر رہی تھی میرے مکان کے پاس سے گاڑی کا گزرنے بالکل غیر معمولی تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے نوکر کو دوڑ کر دیکھنے اور اگر کوئی

میرے گھر مہمان آ رہا ہوا ہے لینے کے لئے روانہ کیا۔ وہ جا کر فوراً واپس آیا اور کہنے لگا کہ ہندوستانیوں کی ایک گاڑی لائنوں کی طرف جا رہی ہے۔ چونکہ میرا مکان سرے پر تھا اور تین طرف سے جانے والے راستے میرے احاطے ہی میں سے تھے اور یہ گاڑی بھی وہیں سے گزر رہی تھی، مجھے خیال ہوا کہ صوبہ دار سچرا اور امنران رجسٹر میرے آئے ہوئے کو کورٹ مارشل ٹیوٹی پر گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے اسی ملازم کو لائنوں کی طرف روانہ کیا۔ اور کہا کہ صوبہ دار سچرا کو ہمارا سلام دو۔ اور کہو کہ صاحب تم سے ملنا چاہتا ہے۔ نوکر نے تھوڑے عرصہ بعد واپس آ کر کہا کہ اس گاڑی میں اپنی رجسٹر کا کوئی امنریا سپاہی نہیں ہے۔ بلکہ میرے کئی سپاہی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کسی اور رجسٹر کے سپاہیوں کا ذکر کر رہا ہے۔

سوال۔ ۱۱۔ مئی کو تم نے کیا مشاہدہ کیا؟

جواب۔ گیارہ مئی کو صبح میں سمجھتا ہوں ۹ بجے ہو گئے کہ میرا نوکر کہہ میں دوڑا آیا اور کہنے لگا۔ کہ لفٹنٹ بالینڈ نے پیام بھیجا ہے کہ باغی فوجیں دہلی آرہی ہیں۔ میں نے اپنی وردی پہنی اور ان سے ملنے کے لئے گیا۔ پھر ہم دونوں ملکر ایڈجسٹنٹ لفٹنٹ گیری کے پاس گئے۔ جہاں ہمیں کمانڈنگ رجسٹر کرنیل ناوٹ۔ کپتان گارڈنز، براگمیڈ میجر کپتان کول بھی ملے۔ اسی وقت یہ معلوم ہوا کہ باغی میرٹھ سے دہلی آرہے ہیں۔ اور مجھے فوراً لائنوں میں پہنچ کر اپنی اور کپتان گارڈنز کی کمپنی کے کمرانج کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ دو سو آدمیوں کو تیار کر کے اور ہر ایک کو بارود وغیرہ دے کر شہر کے باہر دریا کے کنارے نئے میگزین کے متصل ایک مکان ہے اس میں جاؤں اور کسی باغی کو دریا نہ عبور کرنے دوں۔ کپتان گارڈنز اور میں لائنوں میں پہنچے۔ ہمیں اسی وقت اپنی کمپنی کے سپاہیوں کے

تو رہے ہوئے نظر آئے۔ توڑی وقت کے بعد ہم ہر دو کمپنیوں میں سے "تھوٹو" آدمی منتخب کرنے میں کامیاب ہوئے جب میگزین پہنچے۔ تو بارود وغیرہ لینے میں سپاہیوں کو بہت عرصہ ہو گیا۔ اور ہم باہر کھڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں دیر کی وجہ دریافت کرنے اندر گیا۔ تو خلاصیوں نے کہا "ہم کیا کریں؟ سپاہی جو بارود گولی لینے آئے ہیں۔ کارتوسوں اور ٹوپوں کو زیادہ لٹا دینا لینے کے لئے جھگڑ رہے ہیں اور ہم بغیر گنتی کئے دے نہیں سکتے ہیں نے جن توں سپاہیوں میں بارود تقسیم کر دی۔ کارتوس اور ٹوپیاں تقسیم ہونے کے بعد بھی ہر شخص کا رتوسوں کے ہنڈل اٹھانے لگا۔ مجھ پر عجیب انتشار طاری تھا۔ دیر ہو رہی تھی۔ لہذا میں نے ان لوگوں کو خیال میں رکھا جو مقدار سے زائد کارتوس لے رہے تھے۔ تا اس کی پاداش میں بعد کو کسی وقت سزا دی جائے۔ کپتان کا رڈزنے بھی ذکر کیا کہ ان کی کمپنی کے سپاہی مقدار سے زیادہ اسلحہ جنگ لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب کمپنیوں کو چلنے کا حکم دیا گیا۔ تو میں نے اور کپتان کا رڈزنے ان کی غیر معمولی حالت محسوس کی۔ وہ چلا تے ہوئے لائنوں سے نکلے اور راستہ بھر شور و غوغا مچاتے گئے۔ اور انہیں ہم بھی باز نہ رکھ سکے۔ مجھے یہاں ایک بات اور بتانی ہے جو پیشتر بتانا بھول گیا تھا۔ اسی روز صبح براگمڈ پڑھتی تھی۔ جہاں الیٹوری پاؤٹے ایک ویسی افسر کی سزا جنرل کو رٹ مارشل پڑھے جانے کے بعد بولی جانے والی تھی۔ اس وقت میں نے تمام رجمنٹ میں غصہ اور ناراضگی کے آثار پائے اور گو یہ صرف چند سکند تک رہا تاہم ہم لوگوں پر بہت اثر پڑا۔ کیونکہ یہ انوکھی اور اسی بات تھی جو کبھی نہیں کہی جاتی۔ جب ہم میگزین کے متصل مکان پر پہنچے تو سب نے مختلف مقامات پر سنتری قائم کئے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے اپنے ہتھیار زمین پر کھڑے کر دیئے۔ اور مکان کے اندر چلے آئے۔ گرمی شدید

کی بھئی اور بعض لوگ اپنے ہمراہ ترپور اور مٹھا پیرہ لائے تھے۔ چنانچہ ہم نے اور کپتان موصوف نے بھی اس میں حصہ لیا۔ جب ہم کھارہے تھے کہ سپاہیوں نے باہر بلا یا کہا دیکھو شہر میں دسدم ہندو تیں چل رہی ہیں " اس کی تھوڑی دیر بعد ہمیں نوپ کی بھی گرج سنائی دی۔ ہم کچھ نہ سمجھ سکے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مگر کپتان گارڈز نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لکنتی خوشی کی بات ہے کہ سب فوجیں گڑبھٹیں مگر ہماری سپاہ اس بات تک وفاداری سے احکام بجالا رہی ہے۔ ہمیں کچھ کچھ یقین تھا کہ شہر میں بھی غالباً ویسا ہی ہنگامہ برپا ہے۔ جیسا کہ انبالہ وغیرہ میں تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہمارے سپاہی تمارت آفتاب میں چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائے اس میں مشورے کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں اندازے اور یوں اپنے آپ کو دھوپ میں نہ جلنے کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ "ہم دھوپ ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔" میں نے پھر تاکید کی کہ وہ ٹال گئے۔ پھر میں ایک ٹولی میں جو دوسرے کمرے میں تھی گیا۔ اور دیکھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی اپنے ہم چٹوں سے کہہ رہا تھا۔ "تمام طاقت و حکومت ایک وقت سینہ تک رہتی ہے۔ یہ ان کتابوں میں لکھا ہے پس کیا تعجب ہے جو انگریزی عہداری بھی برباد اختتام ہی ہو۔ قبل از یہ کہ میں اس معنی کو فید کرتا شہر کا میگزین اڑ گیا۔ اور پھر دونوں کمپنیوں کے سپاہیوں نے جھین مارا۔ اپنے ہتھیار اٹھائے۔ اور "پر بختی راج کی جے ہو" کے خوب مارتے شہر کی طرف بھاگ گئے۔

سوال۔ کیا ۱۰ مئی سے پہلے تم نے کوئی ایسی بات دیکھی تھی جس سے معلوم ہو کہ ہتھاری رجمنٹ کی سپاہ گورنمنٹ سے بظن تھی؟
جواب۔ نہیں دیکھی۔

سوال۔ کیا کوئی اور بات ہتھاری نظر سے گزری تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ دہلی کے

ہنگامہ کی قبل اس کے شغل ہونے کی امید تھی؟

جواب۔ جی ہاں۔ میرا ایک پرانا خدمتگار تھا جو ہمارے خاندان میں ۲۶ برس تک رہا اور وہ مدرسے کچھ روز پہلے رخصت پر جانے والا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم ضرور واپس آنا۔ نوکری تمہارے لئے موجود ہے۔ اس نے نہایت غمگین لہجہ میں کہا: بہت حجاب بشرطیکہ آپ کا چولہا بستہ نہ سلگتا رہے۔ یعنی بشرطیکہ تمہارا خاندان مجھے نوکری دینے کے لئے زندہ و قائم رہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ اور آج تک اس کی خبر نہیں ہے۔ مدرسے دس روز پہلے اس نے یہ کہا تھا۔

بلازم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتا ہے۔

سارجنٹ فلیمنگ سابق سارجنٹ بازار دہلی طلب کئے جاتے ہیں۔

اور شہادت دیتے ہیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ کیا مدرسے کچھ پہلے تمہارا لڑکا ملازم کے بیٹے جواں بخت کے گھوڑوں کو پھرنے اور دوڑانے پر مقرر تھا؟

جواب۔ جی ہاں اس نے پانچ سال تک یہی کیا۔

سوال۔ تمہارے لڑکے کی کیا عمر تھی؟

جواب۔ اس کی عمر تقریباً انیس سال کی تھی۔

سوال۔ مدرسے کچھ روز قبل کیا اس نے ملازم کے لڑکے جواں بخت کے بدکھامی کرنے کی شکایت کی تھی؟

جواب۔ اپریل ۱۸۵۷ء کے آخر میں ایک روز وہ سٹریٹرز کے دفتر سے آیا جہاں میں نے اس سے بات کی اور مجھ سے کہا کہ وہ وزیراعظم کے مکان پر گیا تھا۔ جہاں ملازم کا لڑکا

جواں بخت بھی اسے مل گیا۔ اور جواں بخت نے اس سے کہا کہ وہ پھر اس طرف قدم نہ رکھے۔ ہم ملازم نہیں رکھنا چاہتے۔ کافروں کی صورت دیکھنی ہمیں جائز نہیں ہے اور تھوڑے روز بعد سب کافر قذموں کے نیچے رگڑے جائیں گے پھر جواں بخت نے اس پر ہتھوک دیا۔ اسی وقت میرے لڑکے نے مسٹر فریزر سے ذکر کیا۔ جنہوں نے اسے جھڑک دیا۔ اور کہا وہ ایسی مخرمات نہیں سنی چاہتے۔ اس کے بعد دوسری کو وزیر عظم نے میرے لڑکے کو تنخواہ دینے کے لئے بلوایا اور موقع پر پھر جواں بخت نے اس کو بہت گالیاں دیں اور کہا کہ تھوڑے دن کے بعد وہ اس کا سر اتار لے گا۔ میرا لڑکا اسی جگہ غدریں مارا گیا۔

ملازم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتا ہے۔

عدالت ساڑھے تین بجے سے شگل ۲۴۔ فروری تک کیلئے ملتوی کر دی جاتی ہے۔

ناکہ اور گواہ حاضر ہو سکیں اور مترجم چند ضروری کاغذات کا ترجمہ کر سکیں۔

سولہویں روز کی کارروائی

یوم منگل مورخہ ۲۴۔ فروری ۱۸۵۸ء

دیوان خاص قلعہ دہلی میں عدالت آج منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ ممبران مترجم۔ ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملازم معہ اپنے مختار غلام عباس عدالت میں حاضر کئے گئے۔

دوسری پیدل نمبر ۱ کے کپتان مارٹینیو عدالت میں طلب کئے گئے اور

بیان کرنے لگے۔

جج ایڈووکیٹ نے اظہارئے

ملکہ دہلی کے

سوال۔ کیا سنی شیعہ ایک تم انبالہ چھاؤنی میں بندوق بازی سکھاتے تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ کیا ہندوستانی پیدل کا ہر ایک سپاہی تمہارے پاس سیکھنے کے لئے آتا تھا؟

جواب۔ ہر ایک ایسی پیدل تو نہیں بلکہ صرف نمبر ۴۴ رجمنٹ کے چار سپاہی آتے تھے۔

سوال۔ کیا ان لوگوں سے اور تم سے کبھی چپاٹیوں کی نسبت کوئی تذکرہ ہوا تھا جو دیہات میں تقسیم کی گئی تھیں؟

جواب۔ جی ہاں کئی سپاہیوں سے اور کئی بار اس معاملہ کا ذکر کرنے کا مجھے موقع ملا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ چپاٹیوں کے بارے میں وہ کیا رائے رکھتے ہیں کہ کس نے تقسیم کیں اور کیا تھیں ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ وہ سبکدوش کی شکل و صورت کی تھیں اور کہتے ہیں کہ گورنمنٹ کے حکم سے تقسیم کی گئیں گورنمنٹ نے اپنے ملازمین کو اس مطلب سے تقسیم کیں کہ ان سب کو جبراً یہی کھانا کھانا ہوگا۔ اور سب کو عیسائی مذہب اختیار کرنا ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک کہاوت بھی بنائی ہے۔ کہ ”ایک کھانا اور ایک مذہب ہوگا“

سوال۔ جہانگیر تہیں معلوم ہے کیا عام طور سے تمام سپاہیوں میں یہی خیال پھیلا ہوا تھا؟

جواب۔ انبالہ کے جتنے سپاہی تھے میں نے جہانگیر کہا ان سب میں یہی خیال موجود پایا۔

سوال۔ کیا وہاں کوئی خبر تھی کہ گورنمنٹ نے آٹے میں سیسی ہونی پٹیاں ملا دی ہیں۔

تاکہ سب لوگ بے دہرم ہو جائیں؟

جواب۔ جی ہاں میں نے ابتدائاً ماہ مارچ میں ایسا سنا تھا کہ تمام گورنمنٹ کے والی گودام

کا آٹا پٹیاں ملا ہوا ہے تاکہ سپاہیوں کے ایمان میں خلل پڑ جائے۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ سپاہیوں کو اس کا یقین کامل تھا؟

جواب میں نے کئی سپاہیوں کے خطوط دیکھے جنہیں پانیوالے سپاہی دلیہری سے میرے ہاتھ میں لاکر رکھ دیتے تھے۔ ان میں صاف ایسا ہی کچھ تحریر ہوتا تھا۔ اور لکھنے والوں کو یقین و افاق تھا کہ ضرور ایسا ہی ہے۔

سوال۔ کیا ایسا ہی کوئی اور سبب بتاتے تھے جس کے باعث انہیں تکلیف پہنچی ہو؟
جواب۔ وہ یہی سبب بیان کرتے تھے کہ گورنمنٹ میں بے دسہرم کرنا چاہتی ہے۔
سوال۔ کیا گورنمنٹ کبھی یہ اعتراض بھی کیا جاتا تھا کہ وہ کیوں ہندو بیوگان کے ازدواج ثانی پر زور دیتی ہے؟

جواب۔ جی ہاں وہ بیان کرتے تھے کہ وہ ہمارے سوشل حقوق پر حملہ کرتی ہے۔
سوال۔ کیا الحاق اووہ کے وقت ان میں سے کسی نے کچھ کہا تھا کہ گورنمنٹ تمام فوٹوٹھارہ ریاستوں کو نابود کرنا چاہتی ہے؟

جواب۔ انہالہ میں تو شاؤ ونا دوری یہ مضمون زیر بحث رہتا تھا کیونکہ یہ ان لوگوں کے مذاق کے موافق نہیں تھا۔ البتہ عدستے تقریباً ایک ہفتہ بعد کرنال کے نمبر ۳ کے چند سوار ذکر کرتے تھے۔ جب میں نے ان کے ہمراہیوں کی بغاوت کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے "تم لوگوں نے ہندوستان پر فتح پالی ہے۔ اور اس کی ہر ایک چیز کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتے ہو۔ اور اب تم نے ہمارے مذہب پر بھی حملہ کیا ہے میں اس زمانہ میں کرنال میں کسٹریٹ میں آفسر مقرر تھا۔ اور نمبر ۳ کے یہ سوار وہ تھے جو باقی نہیں ہوئے تھے۔"

سوال۔ کیا کبھی سپاہیوں نے انگریزی مشنری کی نسبت بھی کبھی شکایت کی تھی جو ہندوستان میں کو عیسائی کرتی تھی؟

جواب۔ کبھی نہیں اپنی عمر بھر میں کبھی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں ایک شخص کا خیال ہی اس طرف نہ جاتا تھا۔ ان میں اس کا احساس ہی نہیں تھا۔

سوال - انبالہ میں جب سپاہیوں کو کارتوس استعمال کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ کیا واقعی ان کارتوسوں میں چربی تھی؟

جواب - میگزین سے نکلے گئے تو بالکل نہیں تھی۔ اگر چربی ہوتی تو انہیں ہاتھ نہ لگانے دیا جاتا۔ انہوں نے خود کارتوسوں میں گھی مل دیا تھا۔ جو جوش دیا ہوا گھسن ہوتا ہے اور ہر جگہ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

سوال - کیا ہندو اور مسلمانوں کے جذبات میں نمایاں فرق تھا؟

جواب - جی ہاں مسئلہ کارتوس پر مسلمان خندہ زنی کرتے تھے۔ اور ہندوؤں کو شکاریتا رہتی تھی کہ ہمارا دھرم بگاڑا جا رہا ہے۔ مگر الحاق اودھ کی بابت جن کو رنج تھا میں نہیں جانتا وہ ہندو تھے یا مسلمان۔

مذہب جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہار لئے

سوال - کیا تم نے اپنے محکوم سپاہیوں میں غدر سے پہلے کوئی آثار پائے تھے یا نہیں جو کچھ گزرنے والا تھا اس کی خبر پہلے ہی تھی؟

جواب - جی ہاں انہوں نے مجھ سے صاف کہہ دیا تھا کہ ایک غدر ضرور ہو گا۔ جس کی ابتدا بنگلوں میں آگ لگ جانی تھی پہلی آتشزدگی اس روز وقوع میں آئی۔ جبکہ ہم نے انفیلڈ کارتوس استعمال کئے تھے اور تقریباً دس مئی تک متواتر آتشزدگی کے حادثات وقوع میں آتے رہے۔ ہم نے ۱۷ اپریل سے انفیلڈ کارتوس استعمال کرنے شروع کئے تھے اور اگرچہ گورنمنٹ نے ہوائیوں کا پتہ لگانے کے لئے گرانفدر انعام مقرر کیا تھا۔ تاہم کوئی شخص تلاش کے لئے آگے نہیں بڑھا۔ اور یہ بجائے خود ان کی ناراضگی اور حسد و برپا کرنے کی بہین علامت ہے۔ میں نے علانیہ فوجی

نہم انبالہ کو یہ اطلاع دیدی تھی اور کپتان سپٹیمس سیکر اسسٹنٹ

جنرل آف دی آرمی کو بھی اطلاع کر دی تھی۔

گواہ جاتا ہے

مسز فلمینگ زوجہ سارجنٹ فلمینگ عدالت میں طلبہ کی گئیں اور شہادت دینے لگیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہارئے

سوال۔ گذشتہ اپریل کے خاتمہ پر کیا تم لازم کی بیگم زینت محل کے مکان میں تھیں اور کیا تم نے لازم کے بیٹے جو ان بخت کو وہاں دیکھا تھا؟
جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ اس موقع پر کیا گواہ بیان کر دے؟

جواب۔ میں اس کی سالی کے ہمراہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور جو ان بخت اپنی بیوی کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس وقت میری اپنی لڑکی مسز اسکلی بھی موجود تھی جب میں جو ان بخت کی سالی سے گفتگو کر رہی تھی تو مسز اسکلی نے مجھ سے کہا "اماں جان تم سن سنی ہو کیا کہہ رہا ہے؟ وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تھوڑے روز اور میں پھر جو ان بخت تمام اگر یوں کو اپنے پیروں سے روند لیگا۔ اور اس کے بعد ہندوؤں کو قتل کر دیگا۔ میں یہ سنا جو ان بخت کی طرف بڑھی اور اس سے دریافت کیا کہ "یہ تم نے کیا کہا؟" اس نے جواب دیا۔

"صرف مذاق کر رہا ہوں" میں نے کہا جیسا تم کہتے ہو اگر یہی ہونا ہے تو پہلے تمہارا ہی سر اتارا جائے گا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ ایرانی دہلی آ رہے ہیں۔ اگر وہ قتل کریں گے تو میں بہتیں اور تمہاری لڑکی کو بچاؤں گا۔ پھر رہا کروں گا۔ میں جانتی ہوں وسط رات ۱۲ بجے میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

لازم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

تہے۔

نقول اخبارات - جتنی لال اخبار نویس از ۱۱ تا ۲۰ مئی جو اس کے مکان سے برآمد ہوئیں۔ اور ضبط کی گئیں۔ عدالت میں پیش کی گئیں۔ پھر ان کا ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا اور ذیل میں درج کیا گیا۔

بیان واقعات دہلی از ۱۱ تا ۲۰ مئی رقم زدہ شکل ڈائری از جتنی لال اخبار نویس ۱۰ مئی ۱۲۵۷ء کی شب کو سٹر فریزر کے پاس ایک خط آیا۔ جس میں پیدل اور سواروں کی بغاوت کی اطلاع دی گئی تھی۔ لیکن وہ اس وقت کچھ بندوبست نہ کر سکے اور صبح کو خبر آئی کہ مہتر سواروں کا رسالہ اور دو پیادہ رجمنٹوں نے کاردس کی وجہ سے فساد برپا کیا ہے اور دہلی آ رہی ہیں۔ سٹر فریزر نے فی الفور اپنے اردو

کے سوار کو جو وہاں حاضر رہتا تھا نواب جھجھر کے ایجنٹ کو ہانسن کے لئے دوڑایا۔ سٹر فریزر فلس میٹ کا فٹ بھی اسی وقت شہر میں آئے اور چیف پولیس آفسر شہر کے دروازوں پر پولیس گارو متعین کرنے اور انہیں بند کر دینے کا حکم دیا جسکی فی الفور چیف پولیس آفسر نے تعمیل کی۔ سٹر فریزر بھی فی الفور اپنی کچی میں سوار ہو کر شہر میں آئے اور جھجھر کے سواروں کو اور اپنے خاص دستہ کو ہمراہ لائے اس وقت یہ تحقیق ہو چکا تھا کہ کچھ سوار پل پہنچ چکے ہیں۔ اور محاذ قتل کو جو محصول وصول کرتا تھا قتل کر کے اس کا مکان جلا ڈالا ہے۔ پھر ایک سپاہی قلعہ دار سے بہت گستاخی سے پیش آیا اور ان پر فیر کیا لیکن نشانہ نہ خطا کر گیا۔ یہ سپاہی قلعہ کی کھڑکیوں کے نیچے جمع ہو گئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ ہم دین کیلئے لڑتے ہیں اس لئے ہمارے واسطے دروازے کھلوا دیے جائیں۔ بادشاہ نے فی الفور قلعہ دار صاحب کو خبر بھیجی کہ چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں اور منہ گامہ برپا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ سننے ہی کیشان ڈگلنس فوراً بادشاہ کے پاس آئے اور سواروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ "تم کیوں پریشان کر رہے ہو؟ پھر انہیں چلے جانے کے لئے کہا انہوں نے

جواب دیا کہ وہ کپتان ہی سے سمجھیں گے۔ مسٹر فریزر پھرتے ہوئے کٹمیری دروازہ پہنچے اور گارد سے گفتگو کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے سپاہیوں سے کہا کہ تم ایٹ انڈیا کمپنی کے تربیت یافتہ ہو اس لئے میں تم سے مدد چاہتا ہوں اور تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ چند باغی فوجیں سیرٹھ سے آئی ہیں اور آمادہ فساد ہیں۔ لہذا میں تم سے نہایت اعلیٰ انتظام کا منتہی ہوں مگر ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارا کوئی بیرونی دشمن ہوتا تو اس سے بیشک ہم جنگ و جدال کر سکتے تھے مسٹر فریزر وہاں سے چند اصحاب کے ہمراہ کلکتہ دروازہ چلے گئے۔ اور مناسب بندوبست کرنے پر مصروف ہو گئے۔ مسٹر فریزر کا اردو نام ہے جیدار جلال سنگھ۔

ان سے شہر چھوڑ دیئے گئے کہا اور کہا کہ مسلمان بغاوت پر آمادہ ہیں۔ مسٹر فریزر نے جواب دیا کہ میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ تمام شہر کی دوکانیں بند ہو چکی تھیں۔ اور یہ خبر سیرٹھ کی طرف کی طرح کوئی گئی تھی۔ ریورینڈ مسٹر جیننگس و دیگر اصحاب قلعہ دار صاحب کے مکان کے درتے میں کھڑے ہوئے سیرٹھ سے آنے والے سواروں کو دو درتے سے دیکھ رہے تھے۔ کپتان ڈگلز بھی اپنی گھڑی میں سوار ہوئے اور کلکتہ دروازہ مسٹر فریزر کے پاس پہنچے۔ اور انہیں ایک خہ پڑنے کے لئے دیا۔ پھر مسٹر فریزر نے اپنی اردو کے کچھ سواروں کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ مسلمانان بھٹی بازار۔ راج گھاٹ پہنچے اور

باغیوں سے کچھ عید و پیمان کر کے اندر آ جہانے کے لئے دروازہ کھول دیا۔ باغیوں نے شہر میں گھسنے ہی مکانات میں آگ لگائی اور انگریزوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ دریا گنج کے تمام مکانات کو آگ لگا دی۔ اور انگریزوں کو قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر جنرل لال کو جو ہسپتال کے سامنے تھے

ہلاک کر ڈالا۔ پھر مسلمانان شہر نے سواروں کو جو جی مسٹر فریزر کلکتہ دروازہ

ہیں وہ فوراً وہاں پہنچے اور سب تو لوں سے فیر کرنے لگے۔ وہ انگریزوں کو وہاں موجود تھے گھائل ہو کر گر پڑے۔ مسٹر فریزر کی اردلی کے سواروں نے بوجہ مسلمان ہونے کے باغیوں کی ذرا مزاحمت نہیں کی۔ مگر مسٹر فریزر نے زبردستی ایک گارو کے سپاہی کی بندوق چھینی اور ایک باغی کو ہلاک کر دیا پھر مسٹر فریزر کپتان ڈگلس بھی میں سوار ہو کر قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اول الذکر تو اپنے کمرہ پر چڑھ گئے مگر موخر الذکر چڑھنا چاہتے ہی تھے کہ باغی سواروں اور بادشاہ کے مسلح مصاحبوں نے دوسری سیڑھی پر انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر ان کے قاتل اور پرچہ گئے جہاں کپتان ڈگلس ریونیٹ مسٹر جننگس ان کی دختر اور ایک صاحب پر ہاتھ صاف کیا۔ انہیں قتل کرنے کے بعد تمام مسلمانان شہر و قلعہ مکروں میں گھس گئے اور سارا مال و اسباب لوٹ کھسوٹ کر لئے گئے سر ہیو فیلس میٹ کا فربسہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے گھوڑے پر سوار چاندی کے بازار کی طرف جا رہے تھے جن کے پیچھے کئی باغی سوار لگ گئے۔ اور مسٹر مصوفہ انگریزی دروازہ سے باہر نکل گئے جہاں موچی رہا کرتے تھے اور جو انہیں بھاگتا دیکھ کر خود بھی لاثہیاں لے کے گر گھروں سے نکل آئے۔ دہلی کی تینوں پیدل جنبٹیں باغیوں سے مل گئیں۔ اور اپنے افسروں کو کثیر تعداد میں قتل کر کے شہر میں گھس گئیں پھر باغیوں نے دریا گنج اور سیمرا سکٹر کے مکان وغیرہ میں جہاں انگریزوں کو پافورٹہ تیج کر دیا اس کے بعد شہر کے مسلمانوں اور کچھ ہندوؤں سے ملکر انہوں نے بڑے پولیس اسٹیشن اور بارہ چھوٹے اسٹیشنوں کو تاراج کر دیا۔ سڑکوں کی تمام لالٹینوں کو توڑ ڈالا۔ چیف پولیس افسر تو روپوش ہو گئے مگر اسمسٹ چیف پولیس افسر نہ خفی ہوئے اور فرار ہوئے باغیوں نے اس وقت بینک پر حملہ کیا تو دو صاحب اور تین لپیڈیاں مع دو بچوں کے جھپٹ پر پڑ گئے۔ ایک مفند درخت پر چڑھا تو ایک صاحب نے اسے گولی مار دی یہ دیکھ کر باغی آگ بھولہ ہو گئے اور طیش میں آ کر بینک گھر میں لگ لگا دی اور مسلمانوں نے

ان صاحبوں اور بیٹوں کو لاکھوں سے کھلی کھلی کر مار ڈالا۔ اور پھر تمام شہر میں تختہ لاندہ
 نعرے لگاتے پھرتے رہے۔ راجہ باب گدھ ایک ریلے انہر سے ملاقات کرنے گئے
 اور دس بچے واپس آگئے۔ تینوں رحمنوں نے خزانہ لوٹ لیا۔ اور آپس میں تقسیم
 کر لیا۔ نیز چوٹیل کو رٹ اور کالج کو لوٹ لیا۔ اور ان تمام عمارات میں آگ لگا دی
 سواروں کا رسالہ چھاؤنی ہو چکا اور وہاں کی عمارتوں میں بھی آگ لگا دی اتنا کرنے
 کے بعد سیرٹھ سے آئی ہوئی سواروں کی رحمنٹ اور پیادہ رحمنٹ دلی کی تینوں
 رحمنٹوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچیں اور ان کی سرپرستی و منتظمی کی جتنی ہوتی
 اور بادشاہ سے ان کی حکومت تمام قلمرو میں قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ
 نے جواب دیا کہ ان کی دلی آرزو یہی ہے۔ اور ان پر لطف و کرم فرمایا۔ پھر سلیم گڑھ
 میں مقیم رہنے کا حکم فرمایا اور ظاہر کیا کہ تمہاری بدولت تمام بازار اور دوکانیں
 بند ہو گئیں۔ پس فوراً لوٹ مار بند ہونی چاہئے۔ پیادہ اور سوار سپاہیوں نے
 جب یہ سنا کہ بعض انگریز اپنی عورتوں کو لیکر میگزین میں چلے گئے ہیں تو دریا گنج سے
 ووتہ میں لے آئے اور ان میں پتھر پھینک کر میگزین کے دروازوں پر فیر گئے انگریز بھی اندر
 سے گولیاں چلاتے اور ترکی بہ ترکی جواب دیتے رہے۔ یکایک میگزین جل اٹھا اور شہر
 کے بہت آدمی ہلاک ہو گئے۔ قرب و جوار کے صد بامکانات ٹوٹ بکھوٹ کر برابر
 ہو گئے میگزین کے اندر سے مرد و عورت ہٹا کر دریا کے رخ بھاگے جنہیں سواروں
 نے دوڑ کر قتل کر دیا۔ ان سب میں سے صرف تین سار جنٹ اور دو بیوی زندہ گرفتار
 کر کے بادشاہ کے حضور میں لائی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک سار جنٹ نے بادشاہ
 سے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے لئے پناہ چاہی۔ کیونکہ انہیں پورا یقین تھا
 کہ باغی ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ بادشاہ نے انہیں عبادت خانہ میں رکھنے کا
 حکم دیا۔ غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل راجہ بہر سنگھ اپنی عورت، بھائی، ساسے

کو اور مسٹر سنرو کو جو تبدیل لباس میں تھے لے کر بلب گڈھ لے کر روانہ ہو گئے پیادہ سپاہ نے سالک رام خزانچی کے مکان پر دھاوا کیا۔ مگر مکان کے دروازے بہت مضبوط تھے جنہیں وہ توڑ نہ سکے۔ یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی غرض بہتر خزانچی انہوں نے اندر جانے کا راستہ بنایا اور مسلمانان شہر کے ہمراہ انہر گھسے تمام مال و اسباب لوٹا اور چلتے بنے۔ کچھ سار جہٹ چھاؤنی سے تو پیسے جا رہے تھے۔ مگر باغی سواروں نے دیکھتے ہی چھڑا لیں اور پھر جہاں کی وہ تھیں وہیں رکھ آئے۔ خطہ میں ۲۱ توپوں سے سلامی دی گئی اور رات بھر تمام شہر میں بے چینی اور ہنگامہ برپا رہا۔ لوٹ مار اور آتشزدگیاں عمل میں آتی رہیں۔

منگل ۱۲ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ دیوان خاص میں آئے جہاں امراء و رؤسا نے مجرعا عرض کیا منہ پر رجبٹ کے صوبہ داروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کوئی شخص روزانہ رسد پہنچانے کے لئے مقرر کر دیا جائے رام سہائے مل اور دیوانی مل پانچ سو روپیہ روزانہ کی رسد مثلاً وال۔ چنا۔ آٹا۔ وغیرہ فراہم کر کے رجبٹوں میں پہنچانے کے لئے مقرر ہونے چار انگریز صاحبان محمد ابراہیم ولد علی محمد تاجر کے مکان میں روپوش ہیں اتنا سنتے ہی سوار دوڑ گئے۔ انگریزوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ لگا لگا اور چشم زدن میں قتل کر دیا جس کے بعد اس تاجر کے مکان کو بھی انگریزوں کے چھپانے کی پاداش میں جلا ڈالا۔ ایک انگریز عورت ہندوستانی لباس میں ایلینبورت تالاب کے پاس سے گزر رہی تھی۔ جسے سواروں نے قتل کر ڈالا۔ سپیل سپاہی زبردستی تمام شہر کے حلوائیوں کی دوکانوں پر جا پڑے۔ اور دوکان میں کچھ بھی نہ چھوڑا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر بہت متاثر ہوئے اور صدر الدین خاں سائنس پولیس افسر سپاٹ گنج کو حاکم شہر مقرر کیا اور ایک سپیل رجبٹ میرزا دیکھتے پولیس آفیشن پر روانہ کیا اور تاکید کی کہ فوراً جاتے ہی قتل و غوریزی بند

کی جائے۔ مرزا نے کہیں آکر بادشاہ سے کہہ دیا کہ سپاہی اس وقت چاوڑی بازار لوٹ رہے ہیں۔ بادشاہ نے فوراً تمام رجمنٹوں کے صوبہ داروں کو حکم دیا کہ شہر سے فوجیں بٹالی جائیں۔ اور ایک رجمنٹ قلعہ کے پاس اور ایک دہلی دروازے پر سپہ باقی ایک ایک دودو دستہ ہر دروازہ مثلاً اجمیری دروازہ۔ لاہوری دروازہ۔ فرشتخانہ کشتیری دروازہ وغیرہ پر مامور کیا جائے اور ایک کمپنی دریا گنج بازار میں رکھی جائے۔ اور فرمایا کہ مہدولت کو اپنی رعیت کی غارتگری پر گزشتہ نہیں۔ سپیل اور سواروں نے کوچہ ناگ سیٹھ کو نوٹے کا قصہ کیا۔ مگر باشندوں نے مکانات کے دروازے بند کر لئے۔ اور اندر سے سپاہیوں پر پتھر اور اینٹ برسایا کہ جس سے سپاہ ہٹ کر لوٹ چلی گئی۔ کئی کلوکوں نے عورتوں کے ساتھ راجہ کل دیان سنگھ کشن گردھ والے کے ہاں پناہ لی سواران کی تلاش میں وہاں پہنچے اور بندو قوں اور سپہ سالاروں سے فرماتے رہے۔ انگریزوں نے بھی فیر کے جس سے باغی غضبناک ہوئے۔ اور دو توپیں لا کر ان پر فیر کرنا چاہا مگر کلرک زمین دوز کو ٹھٹھریوں میں چھپ گئے۔ بادشاہ نے مرزا نعل کو شہر کے قتل و غارت کو فرو کرنے کا حکم دیا مرزا نعل ہاتھی پر سوار ہو کر حقیف پولیس اسٹیشن پہنچے اور اعلان کیا کہ جو شخص لوٹ مار کرنا ہو یا پناہ مانگا۔ اسکی ناک اور کان کاٹے جائیں گے اور اگر دوکاندار اپنی دوکانیں نہ کھولیں گے اور سپاہیوں کو سامان دینے سے انکار کریں گے تو جرمانہ اور قید کے مستوجب ہوں گے۔ غلیا حضرت ملکہ تلچل حراست سے آزاد کی گئیں۔ دو انگریز حقیف پولیس اسٹیشن کے سامنے جاتے ہوئے قتل کر دیئے گئے وہ ہندوستانی لباس پہنے ہوئے تھے۔ دو سپیل جہنیں اور کچھ توپیں کے کربادشاہ شہر میں نکلے۔ وہ ہاتھی پر سوار تھے۔ اور ان کے پیچھے مرزا جوان سخت جھپٹے تھے۔ غلی حضرت نے نام راستوں کی دوکانیں کھولوانے اور ضرورت فوج کو پورا کرنے اور سپاہیوں کو سودا دینے کی دوکان داروں کو تاکید کی

اور پھر قلعہ میں واپس تشریف لے گئے۔ حسن علی نے بواسطت حکیم حسن الدین
ایک سنہری مہربا دشاہ کو نذر کی۔ اور اعلیٰ حضرت نے انہیں لائق سمجھ کر اپنی مصیبت
میں رکھ لیا۔ مرزا امیر الدین کو خلعت فاخرہ اور دہلی کی گورنری دی گئی مرزا نے چار
دوبے بطور نذرانہ پیش کئے۔

بروزہ بدھ ۱۲ مئی ۱۵۵۷ء

بادشاہ عبادت خانہ میں تشریف لائے۔ نواب محبوب علی خاں و دیگر رسائے
نہیں پیش کیں۔ ناظر حسن مرزا کو مرزا امیر الدین کے لئے کا حکم دیا گیا۔ ناظر نے واپس
آکر کہا کہ مرزا بیمار ہیں اس وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ مرزا امیر الدین چیف پولیس
آفسر شہر سے کہا گیا کہ فرج کو رسد نہیں روانہ کی گئی ہے لہذا اس کے بندوبست میں
دیر نہ کی جائے حسن علی خان حاضر تھے بادشاہ نے ان سے فرمایا: "فرج قلعہ میں جمع ہو گئی
ہے کیا کرنا چاہئے؟" خان موصوف نے جواب دیا کہ یہ سپاہی اپنے ہاتھوں کے قاتل
ہیں۔ ان پر چنچاں اعتبار نہ کیا جائے۔ شاہ نظام الدین پیرزا وہ اور بڑھن صاحب
فرزند نواب محمد خاں مرحوم کو، برہن کی کانفرنس میں شریک کرنے کا حکم دیا گیا مرزا نعل
مرزا خیر سلطان۔ مرزا عبداللہ وغیرہ پیادہ رجمنٹوں کے کرنیل مقرر ہوئے اور انہیں
فی الفور ہر ایک کو دو توپیں ہمراہ لے کر کشمیری۔ لاہوری۔ اور دہلی دروازوں پر حفاظت
کے لئے جانے کا حکم ملا۔ شاہ نظام الدین نے کہا کہ سواروں نے نواب میر حمید علی خان
کو اس الزام کی بنا پر گرفتار کر لیا ہے۔ کہ ان کے مکان میں انگریز چھپے ہیں۔ حالانکہ
میر صاحب نے انہیں یہاں تک یقین دلایا کہ اگر ایک انگریز بھی نکل آئے تو انہیں
خود کو قید کر لیا جائے۔ اس پر بادشاہ نے شاہ نظام الدین کو پیدل و سواروں کے

ہمراہ جا کر مکان کی تلاشی لینے کے لئے بھیج دیا۔ جو کہ نظام الدین نے اپنے مکان میں لایا تھا۔

جہاں مال واپس کر دیا۔ اور میر صاحب کو رہا کر دیا۔ مرزا ابو بکر سواروں کی رجمنٹ کے کرنیل مقرر کئے گئے۔ خبر پہنچی کہ کشن گڑھ کے راجہ کلیان سنگھ کے مکان میں ۲۹ نفر مرد عورت اور بچے اور وہاں چھپے ہیں۔ یہ سنتے ہی سواروں اور پیادوں نے انہیں جا کر قید کیا اور بندھنوں کی بازو مار کر ہلاک کر ڈالا۔ کچھ سوار کرٹیل اسکئر کے مکان میں گھس گئے اور ان کے لڑکے جوڑت اسکئر کو چھپا پولیس اسٹیشن کے سامنے لا کر مار ڈالا۔ کسی کی ترغیب سے پیدل اور سوار رائن واس ورام چون واس ڈپٹی کلکٹر کے مکان میں یہ بیان کر کے گھس گئے کہ یہاں انگریز چھپے ہیں۔ اور لوٹ مار کر کے چلتے بنے کچھ سپاہیوں نے قاضی ہتوں اور ان کے لڑکے کو شہید کر دیا۔ دو انگریز ہندوستانی لباس پہنے بدرود روزہ سے باہر جا رہے تھے انہیں دیکھتے ہی مار ڈالا گیا۔ بادشاہ نے ہر ایک رجمنٹ کو مصارف کے لئے چار سو روپے عطا کئے۔ چیف پولیس آفسر نے شہر میں اعلان کر دیا کہ جن لوگوں کو ملازمت کی خواہش ہو وہ اپنے ہتھیار لیکر فوراً چلے آئیں اور جو شخص کسی انگریز کو اپنے مکان میں چھپا بیگا اس سے مجرموں کے مانند برتاؤ کیا جائیگا۔ نواب احمد علی خاں دلدیاد خاں ساکنان ملہ گڑھ عند الطلب حاضر ہو کر کورٹش بجا لائے اور انہیں روزانہ حاضر دربار ہونے کا حکم فرمایا گیا۔

بادشاہ نے خاص خاص تاجران غلہ کو طلب کیا۔ اور نرخ کم کر کے تمام اجناس بازار میں فروخت کرنے کا حکم دیا۔ میرزا میر الدین خاں نے دوسوا دیوں کو دیا سڑک پر انتظام قائم کرنے کے لئے مامور کیا۔ سقوں نے لال کتھیں کے کسی دوکاندار کا کھن چڑا لیا تھا۔ انہیں گرفتار کیا گیا۔ قلی خاں اور سر فراز خاں سے دیگر ٹیپوں کے چنوں کے بلی واڑہ و سہری منڈی میں ڈاکہ زنی کی جتنی گرفتار کر لئے گئے۔

کپتان ولد علی خاں جس علی خاں اور مرزا امیر الدین مرزا ضیا الدین اور مولوی صدر الدین حاضر ہو کر آداب بجا لائے مولوی صاحب نے ایک طلائی ہمیش کش کی بادشاہ نے انہیں عدالت دیوانی و چوڈیشل کورٹ کا منصف مقرر کیا مگر مولوی صاحب نے عرض کی کہ مجھے سمانی دیجاتے جسب الحکم خراجی سالک رام حاضر ہوا اور ایک شرفی نذر کی بادشاہ نے دریافت کیا خزانہ میں کتنا روپیہ تھا؟ اس نے کہا کہ مجھے خبر نہیں پھر بادشاہ نے فرمایا کہ کسی اپنے نوکر کے ذریعہ یہیں اطلاع دینا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا "بہت بہتر ہے" حسن علی خاں نے رحمت علی خاں کو باریاب کرایا اور انہوں نے ایک اشرفی نذر کی بادشاہ نے دریافت کیا "یہ کون ہیں" جواب دیا گیا کہ نواب فیض محمد خاں کے صاحبزادے اور حسن علی خاں کے بھتیجے ہیں۔ محمد علی خاں فرزند سالار جنگ نے بھی ایک اشرفی نذر کی بادشاہ نے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ "یہ کون ہیں؟" جواب دیا کہ بہادر جنگ رئیس دوسری کے بھتیجے۔ رئیس سلوٹ کا اچھنٹ حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ رئیس کی طبیعت ناساز ہے اس لئے وہ حاضر و بار نہ ہو سکے۔ پھر اچھنٹ نے جے پور جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو بادشاہ کے حکم سے فی الفور ایک مراسلہ راجہ رام سنگھ والی جے پور کے نام لکھا گیا کہ بہت جلد اپنی فوج لیکر دربار میں حاضر ہو اور اچھنٹ کو بچانے کے لئے دیدیا گیا اس نے وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد جے پور پہنچ جائیگا۔ اس کے بعد نواب عبدالرحمن خاں والی چھپرہ بہادر جنگ خاں والی داوری۔ اکبر علی خاں والی پلاٹوی۔ راجہ شہر سنگھ رئیس اعظم لب گڑھ حسن علی خاں رئیس دو جاتہ۔ نواب احمد علی خاں والی فرخ نگر کے نام فی الفور حاضر و بار ہونے کے جدا جدا احکام روانہ کئے گئے۔ مرزا امین الدین خان و مرزا ضیا الدین خاں کو ضلع جہلم کو گورگاہ کی نظامت عطا کی گئی تہلی داڑھ۔ راجپورہ مندرسا وغیرہ کی دوکانوں میں راستے

وقت ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ مرزا مغل کو ان گوجروں کی کارروائیوں کے انسداد کا حکم ملا۔ مرزا ابوبکر اپنی رجمنٹ لیکر گاؤں مذکور میں پہنچے اور اسے لوٹا کر جلادیا۔ بہادر شاہ داروغہ اراغی سرکاری متعلق ریاست لکھنؤ نے ایک طلبائی مہریش کی ایک انگریز سپاہی انبالہ سے جاسوسی کرنے دہلی میں آیا تھا۔ اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت نے حکم دیا کہ قید خانہ میں رکھا جائے۔ چند ہیاوہ سپاہی اور صوبہ دار جو تہ پہنچے ہوئے دربار شاہی کے فرش پر چلے آئے۔ بادشاہ نے انہیں لنگاہ غضب سے دکھایا۔ اور بہت ناراض ہوئے۔ چنانچہ میر الدین خاں پولیس آفسر کے نام حکم جاری کرایا کہ نمبر ۳۴ ویسی ہیاوہ رجمنٹ کو یہاں سے نکال کر چھاپوٹی کی طرف ہٹا دو۔ اور سبزی منڈی و پہاڑی وزنگ کو ان کی دست برد سے محفوظ رکھو۔ میرٹھ سے چار آدمیوں نے آکر کہا کہ انگریزی فوجیں راہ میں ہیں۔ وہ عفریب یہاں پہنچ کر کہیں پوری پوری سزا دی گئی سپاہ اس خبر سے بہت ناخوش ہوئی اور ان چاروں کو گرفتار کر لیا۔ پولیس آفسر ٹنگنہ سیکشن کو مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس کی لاشیں دفن کروینے اور لقمہ مردوں، عورتوں اور بچوں کی لاشیں دریا میں بہا دینے کا حکم ملا۔ اور انہوں نے اس کی فی الفور تعمیل کی۔ گوجروں نے مسٹر فریزر کے مکان کا تمام فرنیچر لوٹ لیا۔ اور کشمیری اور لغٹ گورنر کے اکیسویں کے تمام کاغذات کو وہجیاں دہجیاں کر ڈالا۔

مرزا محمد علی شاہ

بادشاہ کمرہ خاص میں تشریف رکھتے تھے۔ مولوی عبدالقادر نے ایک مجوزہ فہرست پیش کی۔ جو انہوں نے بابت تنخواہ افواج مرتب کی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے مولوی صاحب کو ایک ورنشالہ عطا کیا۔ اور نواب محبوب علی خاں کا مددگار مقرر کر دیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب بالمتی پر سوار ہو کر مددگار

شیونگہ والی سموت نے اپنے ایجنٹ کی معرفت کچھ اودیات بادشاہ کی تذکیں بادشاہ نے فی الفور ایجنٹ کو ایک حکم تحریری دیا کہ راجہ بہت جلد دربار میں حاضر ہوں غلام بی خاں فاروئے کو لا محل میرضیا علی سوار کے ہمراہ جو سٹریٹری کی اردلی میں تھا حاضر دربار ہوا اور آداب بجا لاکر عرض کی کہ بچا س سوار جو نواب جھجھرنے روانہ کئے تھے ہوئے ہوئے گئے ہیں مگر نواب صاحب خود بوجہ بدامنی ریاست کے حاضر نہیں ہو سکتے مولوی احمد علی راجہ نہر سنگہ والی بلب گڑھ کے سفیر بن کر آئے اور ایک روپیہ نذر کیا اور راجہ کا خط پیش کیا جس میں راجہ نے لکھا تھا کہ گوجوں نے لوٹ مار چار کھی ہے۔ لہذا بوجہ بدامنی ملک ابھی حاضر نہیں ہو سکتا۔ ریاست میں کامل بندوبست ہو جائے تب حاضر دربار ہونگا راجہ کو فوراً حاضر دربار ہونے کے احکام روانہ کئے گئے۔ خبر پہنچی کہ روہتک کا محبٹریٹ فرار ہو گیا ہے اور خزانہ وہیں ہے جے لوگ لوٹنے والے ہیں یہ بھی خبر ملی کہ گوڑہ گانہ کا خزانہ لوٹ لیا گیا۔ یہ خبر سکر بادشاہ نے ایک پیادہ رجمنٹ اور چند سواروں کو روہتک کا خزانہ لانے کا حکم دیا۔ اور عبدالکریم کے نام حکم جاری کیا کہ چار روپیل سپاہی اور ایک رجمنٹ سوار بھرتی کئے جائیں اور پیدل سپاہیوں کو پانچ روپہ اور سواروں کو بیس روپہ پیشواہ ملے گی۔ ۲۰۰ آدمی بات کہتے ہیں بھرتی کر لئے گئے۔ عبدالقادر پر سٹرنے بادشاہ کے معائنہ کے لئے چند کاغذات پیش کئے اور کہا کہ وہ ان کا بندوبست کر لے گا۔ سواروں کے اعتراف کے نام بادشاہ نے ایک حکم جاری فرمایا کہ مرزا ابو بکر کرنیلی سے برطرف کر دیئے گئے اور ان لوگوں کو ان کا حکم نہ مانکر صرف بادشاہ کا حکم ماننا چاہئے۔ قاضی فیض اللہ نے بادشاہ کے حضور میں پانچ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ اور حیف پولیس افسر شہر مقرر کئے جانے کی درخواست کی اور ان کی درخواست منظور کی گئی۔

ایک سار نے اپنے ایک ہم پیشہ شخص کو جس سے دیرنیہ دشمنی تھی قتل کر دیا

اور گرفتار کر لیا گیا۔ بچے سنگھ پورہ کے میواتیوں نے ریلوے اسٹیشن کے مکان پر ڈاکہ ڈالا اور ۴۰۰۰ روپیہ نقد و دیگر اشیاء لیکر فرار ہو گئے۔ سوار اور سپہیل جے سنگھ پورہ کو تیار بنانے کی غرض سے جلتے ہی تھے کہ لالہ بدھ سنگھ سفیر جے پور نے ایک درخواست اس مضمون کی گزرائی کہ بادشاہ ہاشم گان جے سنگھ پورہ کو امان دیں۔ اس درخواست کی بنا پر ایک حکم جاری کیا گیا کہ کوئی پیادہ یا سوار بادشاہ کی اجازت لئے بغیر جے سنگھ پورہ نہ جلتے پائے۔ خبر پہنچی کہ سپہیل اور سوار سپاہی سرنگوں پرتنگی تلواریں لئے گشت کرتے پھرتے ہیں اور خوف کے مارے کوئی دوکان نہیں کھولی گئی ہے۔ حکم ہوا کہ سوا قلعہ کے پھاٹکوں کے اور کہیں بھی کوئی شخص برہنہ تلوار لے کر نہ نکلے۔ جھجھکے سواروں کے کسانڈنگ کو جہتا باغ میں رہنے کا حکم ہوا۔ اطلاع کی گئی کہ ۴۰۰۰ کشتیان گندم و دیگر اجناس سے لدی ہوئی صبح راجھی داس اگر وال کی آئی ہیں۔ اس پر ولوالی مل کے نام حکم جاری کیا گیا کہ تم غلہ مذکورہ کو اتروا کے ہمارے ہاں لے آؤ۔ دو سپہیل سپاہیوں نے خفیہ طور پر راجھی داس اگر وال کے یہاں دو سو روپیہ امانت رکھ دیئے تھے کہ کہہ دو چل کر لیں گے کسی طرح ان دو سو سپاہیوں میں تقیض پیدا ہو گئی۔ اور راز سب چلیاں ہو گیا۔ تو اسی وقت ایک دستہ سپاہ روپیہ لینے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اور ساہوکار نے فوراً روپیہ ادا کر دیا۔ شہر کے تاجروں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ سواروں اور سپہیلوں نے باہم سازش کی اور بادشاہ کے پاس دیوان خاص میں آکر کہا کہ انہیں الاؤنس اور کپڑے عٹیک طور پر نہیں ملتے۔ اس کا بندوبست کر دیا جائے۔ اور شکایت کی کہ حکیم احسن الدخاں اور محبوب علی خاں انگریزوں سے مل گئے ہیں۔ پھر جوئی لال کنوں میں گئے اور پیرزادہ شاہ نظام الدین کو اس الزام میں گرفتار کر لیا کہ ان کے مکان میں دو انگریز لٹیریاں روپوش ہیں۔ شاہ نظام الدین نے دریافت کیا کہ تمہیں کس نے خبر دی ہے تو سپاہیوں نے کسی شخص کو ذکر نہیں کیا۔

جو رامپور کا رہنے والا تھا اور جس نے کہا کہ میں نے صرف اڑنی ہوئی خبر سنی ہے شاہ نظام الدین نے سواروں سے کہا کہ اگر کوئی انگریز دلیڈی برآمد ہو جائے تو تمہیں میرا تمام مال لوٹ لینے کی اجازت ہے اور اگر تم اس تہمت کے درپردہ صرف لوٹنے کی عزم سے آئے ہو تو اس کا تمہیں اختیار ہے۔ میں بہتار سے فعل کا مزاجم نہیں ہوں یہ سنکر سوار خاموش ہو رہے محبوب علی خاں نے قرآن کی قسم کھائی کہ میں انگریزوں سے نہیں ملا سہا ہیوں نے آغا محمد کا مکان لوٹ لیا۔

بروز شنبہ ۱۶ مئی ۱۷۵۷ء

بادشاہ دیدان خاص میں تشریف لائے اور دربار منعقد کیا حکیم احسن الدخاں آغا سلطان قسیم کندہ تنخواہ۔ کپتان ولداری علی خاں۔ رحمت علی خاں و دیگر رؤسا حاضر ہو کر آداب بجالائے۔ پیادہ اور سوار سپاہی اپنے افسروں کو ساتھ لے کر دربار میں آئے اور ایک خط پیش کیا جس پر حکیم احسن الدخاں اور نواب محبوب علی خاں کی ہر یکا ثبت تھیں۔ ہر شکایت کی کہ ہم نے یہ خط وہی دروازہ پر کڑا ہے جسے حکیم صاحب اور نواب صاحب نے انگریزوں کو روانہ کیا تھا اس میں لکھا ہے کہ انگریز لوگ فوراً چلے آئیں۔ ہم شہر میں داخل کراویں گے اور زمینت محل بھی انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں اس طرح کہ جوں سبقت تخت نشین کرا دیا جائے گا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام فوج و سپاہ کو بہتار سے جبقہ میں کرا دیا جائے گا۔ خط مذکورہ احسن الدخاں اور محبوب علی خاں کو بھی دکھایا گیا جسے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہ جلی ہے۔ پھر اپنی انگوٹھیاں اتار کر سپاہیوں کے آگے پھینکیں اور کہا کہ یہ کاغذ ان کا نہیں ہے اور اس کی ثبت شدہ مہریں جلی میں چٹنا چٹنا انہوں نے تمہیں بھی کھائیں کہ یہ کاغذ ان کا نہیں ہے مگر سپاہیوں کو پھر بھی یقین نہیں آیا کسی نے سپاہیوں کو خبر دی کہ نہر کی چادر کے نیچے بہت انگریز پوش ہیں۔ سنتے ہی مرزا ابوبکر سپاہیوں کو ہمراہ لے کر چادر پر

ہوئے ہسپتال کے کئی فیر کے گروہوں کو فی بھی نہ تھا۔ پھر سیدل اور سواروں نے تلواریں
 کھینچ لیں اور حکیم حسن الدخاں کو گھیر لیا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ ضرور انگریزوں
 سے ملا ہوگا اور آپس میں کہنے لگے یہی وجہ تھی کہ جو اس نے انگریز قیدیوں کو قتل ہونے
 بچا نا چاہا تھا۔ تاکہ جب انگریز آجائیں۔ تو قیدیوں کو ان کے حوالہ کر دیا جائے
 اور سپاہیوں کو قتل کر دے ان کا شک پہاٹک پڑھا کہ وہ قید خانہ میں سے تمام انگریزوں کو
 جو عورتوں بچوں سمیت ۵۲ تھے باہر نکال لائے۔ اور حوض کے پاس قتل کرنے کے
 ارادے سے بٹھا دیا۔ شہزادہ مرزا بھٹے نے انہیں اس فعل قبیح سے باز رکھنا چاہا
 اور کہا کہ شرع اسلامی میں عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہے۔ اس پر سپاہیوں نے
 مرزا کو بھی قتل کرنا چاہا مگر مرزا خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا پھر انہوں نے قیدیوں کو نیچے
 بٹھا کر ہسپتال کا ایک فیر کیا مگر گولی بادشاہ کے ایک ملازم کو جا لگی جو پیچھے پھڑکتا تھا اس
 کے بعد بادشاہ کے مسلح مصاحبوں نے اگر انگریز مردوں بچوں اور عورتوں کو تلواروں
 سے قتل کر دیا جب یہ ہو رہا تھا اسی وقت دو مسلمان حوض پر کھڑے ہوئے مقتول
 کو لعت کر رہے تھے۔ اثنائے قتل میں بادشاہ کے ایک مصاحب کی تلوار ٹوٹ گئی
 قتل کے بعد لاشوں کو دو گاڑیوں میں بھر کر دریا پہلے گئے۔ اور بہا دیا۔ اس واقعہ سے
 شہر کے ہندوؤں میں بڑی پھیل گئی۔ اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ان پوریوں کو
 جنہوں نے ایسا پاپ کیا ہے کبھی انگریزوں پر فتح نصیب نہ ہوگی۔ پہاٹکوں کے گارڈ
 تبدیل کئے گئے کسی نے سواروں کو خبر دی کہ خزانچی مستحضر اس کے مکان میں انگریز
 چھپے ہوئے ہیں جو چودھری کے کوچہ میں رہتا ہے انہوں نے فی الفور جا کر تلاش لی۔
 مگر کسی انگریز کو نہ پا کر واپس چلے آئے اس موقع پر انہوں نے کسی کو کچھ تکلیف نہ دی
 ایک حکم بیدار خان کے نام تحریر کیا گیا کہ حوض کے مشرقی ساحل پر گوجر کے خاندان
 پر دازی پھیلا رہی ہے اس کا فوراً تدارک کیا جائے۔ اور حوضی دروازہ دے

دو کارندوں نے شکایت کی کہ کاشی ناتھ ان کے حلقہ کا پولیس آفسر بطور رشوت ۱۰۰۰ روپیہ طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ نہ دینگے تو باندھ کر چیف پولیس اسٹیشن پر پہنچائے جائیں گے حکیم حسن الدخاں نے فوراً قاضی فیض الدہ کو پولیس آفسر مسند رحیم بالا کی گرفتاری کا حکم روانہ کیا۔

بروز اتوار ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ خاص کمروں میں تھے کہ پیدل و سوار اپنے آفسروں کو ہمراہ لیکر آئے اور عرض کی کہ انہوں نے سلیم گڑھ کو مستحکم کر لیا ہے علیحضرت تشریف لے چکے ملاحظہ فرمائیں بادشاہ ہوا اور پوچھا کہ سلیم گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں مشاہدہ کیا کہ توپوں کو کس طریقہ سے نصب کیا گیا ہے اور پھر سپاہیوں کو اپنے متفق الرائے ہونے کا یقین دلا کر اور انہیں زینت محل و حسن الدخاں اور محبوب علی خاں پر بیگانی نہ کرنے اور اعتماد کرنے کی نصیحت کر کے واپس آگئے سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لیے بادشاہ نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ کسی انگریز کو گرفتار کر کے لائیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں گا یہ سن کر فوج میں مطمئن ہو گئیں اور حکیم حسن الدخاں کی بیگناہی کا سب کو پورا یقین آ گیا۔ پل پر ایک شخص گرفتار کیا گیا جس کے پاس سے سیرٹھ کے کسی انگریز کا خط برآمد ہوا۔ پیدل سپاہ نے اسے توپ کے منہ سے ہانڈہ دیا۔ اور بہت دیر تک پڑھنی لگائے رکھا۔ باغیوں نے دیوان خاص کو مکان بننا رکھا تھا۔ انہیں وہاں سے نکال کر اسے صاف کیا گیا۔ اور قالینوں و فائوسوں وغیرہ سے آراستہ کیا گیا۔ مرزا امین الدین خاں و مرزا ضیاء الدین خاں حسب الحکم حاضر دربار ہوئے اور کورٹش عرض کیا۔ انہیں روزمرہ حاضر ہونے کا حکم ہوا تو بیماری کی وجہ سے کیا پھر بادشاہ نے فوج بڑھانے کے لئے کہا جس کو انہوں نے منظور کر لیا۔ اور وعدہ کیا کہ وہ ایسا کرینگے بادشاہ نے انہیں فرمایا کہ تم کو ملک کا زرخیز حصہ عطا کیا جائیگا

اگر بادشاہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کرو گے اس کے بعد اراستہ خاں و سیراں
برادرانِ ثواب مصطفیٰ خاں والی جہانگیر آباد۔ انبار خاں و دیگر نامی اصحاب
حاضر دربار ہوئے اور ہر ایک نے دو دو روپیہ نذر گئے۔ پیدل رجمنٹ کیلئے کرنیلوں
کا تقریر پر بحث رہا۔ اگر کسی ہر سروے ایک سوار آیا اور خبر دی کہ کئی لاکھ روپیہ ضلع
گوٹکا گاندہ کی آمدنی کا سپیل کی ایک کمپنی اور سواروں کی حفاظت میں دہلی آ رہا ہے
مگر اسی علاقہ میں ۳۰۰ سیوانیوں اور گوجروں نے خزانے پر حملہ کیا ہے اور لوٹنا
چاہتے ہیں چنانچہ سپاہیوں اور لٹیروں میں لڑائی ہو رہی ہے یہ شکر بادشاہ نے مودی
محکمہ کو دو کمپنی سپیل اور ایک رسالہ سوار سمراہ لیکر گوجروں سے مقابلہ کرتے اور خزانہ
بجفا ظلت لے آئیں کا حکم دیا۔ مرزا منگل کے ایک خاکروب کو جاسوس ہونے کے
الزام میں سپاہیوں نے پکڑ لیا اور بہت بری طرح زود کو پکڑ کیا۔ بہر کیف مرزا منگل
کے حکم پر اسے رہا کر دیا گیا۔ ایک رپورٹ کی گئی کہ جے سنگھ پورہ کے سیوانی تھہروں نے
رپورٹ سپرنٹنڈنٹ کا مکان لوٹا تھا۔ نہ منجی ہو گئے ہیں۔ اور انگریزوں کے ملازم ہیں
موضع مذموبہ کی کے زمینداروں نے حاضر ہو کر ایک ایک روپیہ نذر کیا۔ اور اپنی
وقاداری اور فرمانبرداری کا پورا یقین دلایا۔ بادشاہ کے زمینداروں سے کہا
کہ اپنے موضع میں عمدہ انتظام رکھا جائے۔ اگر یہ نہ ہو گا تو اس کے ذمہ وار دی
لوگ بھرائے جائیں گے۔

بادشاہ کے دو قاصد جو خبر لانے کے لئے روانہ کئے گئے تھے واپس آئے
اور خبر لائے کہ تقریباً ۱۰۰ سپاہی مع چند انگریز مردوں عورتوں اور بچوں کے صدر
بازاریں جمع ہوئے ہیں۔ اور سورج کنڈ میں قلعہ بندی کی ہے جہاں انہوں نے
کنفیڈر کر تو ہیں نصیب کی ہیں۔ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ میرے پاس تو کچھ ہتھیار
پر گوجر لوٹ مار کر رہے ہیں اور میرے ساتھ بھی بدستور کی ہے پیش آئے۔ بادشاہ

نے جناب کے بل پر پیدل کی دو کمپنیوں کو مستحقین کیا جبکہ عبدالحق نے حاضر ہو کر ہاتھ جوڑ کر
نذر کئے۔ رٹکی سے خندق کھودنے والوں کی پانچ کمپنیاں میرٹھ لگئیں۔ انگریزوں نے
ان سے اپنا کام لینا چاہا مگر وہ رضا مند نہ ہوئے۔ اور انگریزوں نے ان پر حملہ کر کے
کئی آدمیوں کو مقتول و مجروح کر دیا۔ جو باقی بچے وہ بھاگ کر دہلی چلے آئے ہمارا جہ
نریندر سنگھ والی پٹیل، راجہ رام سنگھ والی جے پور، راجہ صاحب اور درجگان جودہ
پور۔ کوٹہ بوندی وغیرہ کے نام حاضر دربار ہونے کے کئی فرمان جاری کئے گئے دو بچے
دیوان کشن لال کے مکان کے برآمدہ سے گر کر مر گئے رپورٹ کی گئی ہے کہ انھیں انبالہ
سے آرہی ہیں اس کے سوا ہر طرف امن و امان ہے۔

بروز پیر ۱۸ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ اپنے کمرہ خاص سے برآمد ہو کر دیوان خاص میں تشریف لائے اور
تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ پانچوں رجمنٹوں کے ہیڈ باجے آئے۔ اور
انگریزی طرز پر راجہ بجا یا گیا۔ بادشاہ نے مستحقین کو حسب مراتب سہتیا و خلعات
فاخرہ عطا کئے اور عہدے دیئے مرزا اسفل کو کمانڈر انچیف افواج مرزا کو حکم سلطان
مرزا خیر سلطان۔ مرزا امینڈو۔ و دیگر فرزندوں کو رجمنٹوں کا کرنیل مقرر کیا اور اپنے
پوتے مرزا ابوبکر کو سواروں کی رجمنٹ کا کرنیل مقرر کیا۔ مرزا اسفل نے دو اشرفیہ
اور دیگر شہزادوں نے ایک ایک اشرفیہ اور ایک ایک روپیہ عہدے عطا
کرنے کے شکریہ میں گزرا نے جن علی خاں حاضر ہوئے اور مہراجہ من کیا انہیں
روزانہ دربار میں آنے کی ہدایت کی گئی۔ جسے بالموافقہ انہوں نے منظور کیا۔
پھر بادشاہ نے ان سے فوج بڑھانے کے لئے کہا اور بہت سا علاقہ دینے کا
وعدہ کیا۔ مگر انہوں نے کہا کہ وہ ایسا نہ کریں گے۔ بلکہ صرف حضور کی خدمت
میں حاضر رہیں گے۔ اور اگر اور روانہ کئے گئے تھے واپس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارا گوجر

نہیں جانے دیتے۔ مزدوروں اور خندق کنوں کے اشرا حاضر ہوئے اور کہا کہ انکی
پانچ کمپنیاں روڑ کی سے میرٹھ آرہی تھیں۔ جہاں تمام انگریز مع اپنی عورتوں کے
کمین گاہ میں جسے وہ مسہ کہتے ہیں محصور ہیں اور انہوں نے مزدوروں کو وہلی آنے
سے باڑ رکھنے کی کوشش بہتری کی اور میرٹھ میں رکھ کر ان سے کام لینا چاہا۔
تو انہوں میں اضافہ کرنے کی طمع دلائی۔ مگر مزدوروں نے انگریزوں کی بات نہ
مانی جس پر قریب تین سو کے ایک بارٹھ ہندوؤں کی ان پر ماری گئی جس سے ۲۰۰
سے کچھ زائد آدمی ہلاک ہوئے اور باقی ماندہ بھاگ کر حضور کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ ان کو سلیم گڑھ میں پھیرنے کا حکم ملا۔ نواب محبوب علی خان نے راجپوت
گودام والا راجی داس اگر وال سا لگرا م خزانچی ویش اس کے دیگر مہاجنوں کی
ایک فہرست بنائی اور ملازموں کے ہاتھ سے ان کے پاس روانہ کی اور یہ لکھ دیا
کہ چونکہ فوج کے روزانہ مصارف ۲۵۰۰ روپیہ ہیں پس سب ملکر وہ پانچ لاکھ
روپیہ فراہم کر کے مصارف فوج کی کفالت کریں۔ اس پر تمام سوداگر محبوب علیخان
کے پاس گئے اور کہا کہ مقرر کے روزانہ کا تمام سامان و نقدی لوٹ لیا گیا ہے
اب وہ کہاں سے روپیہ لائیں؟ راجی داس نے کہا کہ اگر محبوب علی خان دوسرے
مہاجنوں سے لے لیں گے تو میں بھی بلا عذر و دید ونگا۔ مرزا ابو بکر۔ واروں کی جہت
لیکھ چند ساول اور وزیر آباد کے گوجروں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے مگر ان نے
جانے کے قبل ہی گوجر فرار ہو چکے تھے۔

بروز شگل، مورخہ ۱۵ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ کمرہ خاص میں سے دیوان خاص میں تشریف لائے و سوار میرٹھ
سے آئے اور اطلاع دی کہ ایک فوج جس میں میرٹھ و پٹنہ شامل ہے کئی لاکھ
روپیہ لیکر برٹلی اور مراد آباد سے میرٹھ پہنچی ہے۔

فوجوں کے باغی ہو جانے اور انگریزوں کے قتل کر ڈالنے کی شکایت کی جس پر بریلی کی فوج نے جواب دیا کہ انگریزوں نے بھی تین سو مزدوروں اور خندق کھودنیوالوں کو مار کر اپنا حوصلہ نکال لیا ہوا اور کچھ شک نہیں جو وہ ہم سے بھی ایسا ہی بناؤ کریں۔ یہ جواب سن کر انگریز اپنے موبچوں پر چلے گئے اور گولہ باری شروع کی جس کا جواب مراؤ بادو بریلی کی فوجوں کی طرف سے بھی ترکی بہ ترکی دیا جانے لگا۔ خدا کا فضل یہاں شامل حال رہا چنانچہ ہم نے ایک فیر لیا کیا جس سے دشمنوں کی پناہ گاہ بالکل جل گئی بادشاہ اور تمام فوج یہ سنکر بہت خوش ہوئی اور اپنی خوشی کے اظہار میں سلیم گدھے پر پانچ فیروپوں کے کئے۔ اس کے بعد یہ خبر آئی کہ گڑھی ہر سرو میں گورگاندہ کا مجسٹریٹ بھاگے بھاگے سترہ ہزار روپیہ رکھ گیا تھا۔ چنانچہ ایک سو سوار اور دو کمپنیاں پیدل اس روپیہ کو لے آئی ہیں۔ حکم دیا گیا کہ اسے خزانہ میں داخل کر دو۔

بجانبانی کا بھیجا ہوا سوار آیا اور عرض کی کہ ہماری مالکہ نے دریافت کیا ہے کہ انگریزوں اور ان کی عورتوں کو قتل کیا گیا ہے یا نہیں۔ انہیں ان خبروں پر یقین نہیں ہے وہ مستند شہادت چاہتی ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہاں جتنے انگریز تھے وہ سب قتل کر دیے گئے اور اپنے دو سو سوار اور مراسلہ شاہی اس کے ہمراہ دیکر گوالیار روانہ کیا۔ اور زبانی بھی کہہ دیا کہ ابی صاحب سے کہہ دیا کہ تمام فوج لیکر یہاں چلی آئیں اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیں اس کے بعد بادشاہ نے دیوان خاص میں دربار کیا اور ایک خلعت فاخرہ مع ایک چاندی کی دولت کے اور ایک خطاب ”وزیر اعظم ممالک مفتوحہ“ کو عطا کیا مرزا نے اس اعزاز کے شکر یہ میں دس طلائی مہر میں پیش کیں۔ بادشاہ نے ایسا ہی ایک خلعت اپنے فرزند مرزا اختیار شاہ کو نمبر ۴ دیسی پیدل کا کر نل مقرر کیا۔

ام نہیں ہے غالباً جو ان سخت جو اس وقت سفر کیا گیا تھا اس عہدہ پر متنازع کیا گیا ہوگا

وقت عطا کیا۔ مرزا نے دو طلائی مہر پہا اور پانچ روپے بطور شکر یہ نذر کے پھر علیحضرت
 نے ہر ایک مقرر کردہ کرنل کو ایک جھنڈا تقارہ دیا۔ ناظر حسن مرزا کو کنوڑا جیت سنگھ
 ٹپا لہ والہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ کنوڑا صاحب نے حاضر ہو کر ایک طلائی مہر پیش کی۔
 انہیں بھی ایک غلعت عطا کیا گیا جس کے بعد میں انہوں نے پانچ روپے پھر پیش کئے
 بادشاہ نے فرمایا وہ کنوڑا صاحب کو بہت عرصہ سے جانتے ہیں جب سے کہ وہ دہلی
 میں رہا کرتے تھے۔ احمد مرزا اور فرزند حکیم عبدالحق حاضر ہوئے اور پانچ پانچ روپیہ
 نذر کئے اتحاد اخبار علی خاں کا روانہ کروہ رسالدار حاضر ہوا اور دو روپے اپنی طرف
 سے نذر کئے اور ایک عرمنی اخبار علی خاں کی پیش کی جس میں لکھا تھا کہ ریاست کا پورا
 ہندوستان کرنے کے بعد فوراً حاضر دوبار ہو گا۔ تھوڑی کے مکان میں دو انگریز مرد اور
 تین لیٹریاں دو نیچے پوشیدہ تھے جنہیں سواروں نے جا کر گرفتار کر لیا اور بچاے دہلی
 کے مکان میں آگ لگا دی بادشاہ نے ان قیدیوں کو سپاہ کی زیر حراست رکھا
 علیحضرت سلیم گڑھ تشریف لے گئے تھے جہاں تمام فوجوں نے سلامی دی نمبر ۳۰
 پیدل سکے کہا کہ میرٹھ کے مورچوں کے جل جانے کی خبر انہیں صحیح نہیں معلوم ہوتی ان کا
 ارادہ خود جبار میں چوں کو اڑا دینے کا ہے بادشاہ نے فرمایا اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے
 اور کہا کہ اپنے جنرل مرزا محل کے احکام کی ہر حال میں تعمیل کرو۔ اور ان کے بغیر حکم
 کوئی کام نہ کرو۔ ایک حکم قاضی فیض الدین پوربیس امیر شہر کے نام جاری کیا گیا
 کہ جہان کے پل کی دو کشتیاں الگ ہو گئی ہیں لہذا سومر و زوروں کو مرمت کے لئے
 روانہ کرو۔ خبر ہو چکی کہ علمائے دین نے تمام شہر کے مسلمان باشندگان کو جمع کر کے
 انگریزوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ کفار کو قتل کرنے سے اجر عظیم ملتا
 ہے سب زوریں مسلمان ان کے علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ اور جب بادشاہ نے یہ خبر
 سنی تو ان لوگوں کو خبر بھیجی کہ جن سے تم جہاد کرنا چاہتے ہو وہ سب مار ڈالو

اور حکم روانہ کیا کہ علم سزگول کر دیا جائے۔ خود مولوی صدر الدین جامع مسجد گئے اور دینک عالموں سے بحث کرتے رہے۔ اور جھنڈا بلند کرنے کو بیکار ثابت کیا۔ غلہ و نلک وغیرہ کی کئی گاڑیاں شہر سے باہر کڑی گئیں اور اندر لائی گئیں۔

بروز بدھ مورخہ ۲۰۔ سی ششہ

بادشاہ کمرہ خاص میں سے برآمد ہوئے دیوان خاص میں دربار منعقد کیا محمد سعید حاضر ہوئے اور انہوں نے سلام علیک کی۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا انہی دسویں نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا علم بند کیا تھا؟ لیکن جب وہ سب قتل ہو چکے تو پھر ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ وہ ہندوؤں کے برخلاف جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ وہ ہندوؤں

مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور وہ ہندوؤں کے برخلاف کوئی مذہبی جنگ نہیں کرنی چاہتے۔ پھر کہا کہ عیسائیوں کو اگر کہتے ہو تو وہ تمام قتل کر دیئے گئے اس کے بعد ہندو افسران فوج حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ مسلمان باشندوں نے ان کے برخلاف اسلامی علم بند کیا ہے لیکن بادشاہ نے انہیں یہ کہہ کر ٹھکرا کر دیا کہ ان کا مقصد صرف انگریزوں کا قتل تھا۔ افسروں نے بیان کیا کہ ایک شخص چومیز بن میں ملازم تھا تانبے کی چھوٹی توپ چلا لیا تھا اسے پل پر گرفتار کیا گیا ہے بادشاہ نے اسے توپ سے اڑا دینے کی نرا مقرر کی مرزا امین الدین خاں۔ مرزا

ضیا، الدین خاں حسن علی خاں اور حسرت علی خاں حاضر ہوئے اور مجرا عرض کیا۔ بادشاہ نے ہر ایک کو ایک ایک دستہ عطا کی جس کے شکر یہیں ہر ایک نے پانچ روپیہ دے کر مرزا خاں کو حکم موصول ہوا کہ چار توپیں اور چار پیدل جمشیں لیکر میرٹھ جائیں۔

مرزا خاں اور سپاہ گاہ کو اڑا دیں۔ مرزا خاں نے جواب میں کہا کہ ہمارے

جاگیریں حاصل کی ہیں بھیجے جائیں اور انگریزوں کے قتل کرنے کا امر زام صاحب نے وعدہ کیا اس جواب کو سن کر تمام روسا چپ ہو گئے اور کسی نے جانے کیلئے "ہاں" نہیں کی۔ بادشاہ نے یہ حالت دیکھ کر مرزا ابوبکر کو فوج لیکر جاسنے کا حکم دیا اور نواسہ محبوب علی خاں اور حکیم احسن المدخاں کو فوج کے میسرے تک مصارف کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ پیدل سپاہیوں نے میسرے ایک گاڑی آتی دیکھ کر اس پر حملہ کیا اور لیدہ لوٹ لیا۔ بعض سپاہیوں نے مبارک باغ میں جو چھاؤنی کے عقب میں تھا جستجو کی اور دو انگریزوں کو چھپے ہوئے پا کر قتل کر دیا۔ افسران فوج نے آکر درخواست کی کہ پانچ انگریز عورتیں مقید ہیں ہمارے حوالہ کر دیجائیں۔ بادشاہ نے مولوی محبوب علی صاحب کو لائے روئے شرع مسئلہ بتانے کا حکم کیا مولوی صاحب نے شرعی مسئلہ ان کے سامنے پیش کر دیا کہ اسلام میں عورتوں کا قتل جائز نہیں ہے پھر بادشاہ اپنے کمرہ خاص کی خفیہ انجنین میں جہاں لکھ اور کندالال سکرٹری تھے تشریف لے گئے۔ چار بج گئے۔ عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے برخاست کی جاتی تھی۔

سترہویں روز کی کارروائی

یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۲ فروری ۱۲۵۷ھ
عدالت قلعہ وہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ ممبران سترہم۔ ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملازم مع اپنے مختار غلام عباس حاضر کئے گئے۔
اقتباسات اخبار صادق الاخبار فارسی زبان میں پڑھے گئے پھر ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔ جو ذیل میں درج ہوا۔

۳ جولائی ۱۲۵۷ھ ایک حکم صبر پر مہر شاہی ثبت تھی بنام کہ

کیا گیا۔ جس میں فوج کے روزانہ الاؤنس کی بابت تحقیقات کی گئی تھیں اور حکم دیا ہے کہ تمام فوجی امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے۔

۹۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ ایک مراسلہ راجہ گلاب سنگھ والی کشمیر نے اس طلوع کے لئے کہ ان کا اقتدار حکومت لاہور و لاہور کے قریب دجوار میں مستحکم ہو گیا ہے بھیجی۔ اور ایک دوست محمد خان کی درخواست ہے کہ عاضر دربار ہونا چاہتا ہوں۔ ہر دو درخواستیں جنرل بہادر کے پتہ پر موصول ہوئی ہیں جن کے جواب میں مراسلات جاری کرنے کا حکم دیدیا گیا ہے۔

۱۰۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ خبر موصول ہوئی ہے کہ بختیار خان نے ایک فوج تیار کر کے دشمنوں سے لڑنے کیلئے روانہ کی ہے۔ جو جوہر مدائی و کھارہی ہے۔ قاصد و مہم دست کی خبریں لارہے ہیں۔

۱۱۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ اقتباس کو رٹ گزٹ رسلج الاخبار پر سب پرشون ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے دربار منعقد کرنا شروع کر دیا ہے آج روسا و محرمین کو باریاب فرمایا گیا یمن و دشمنوں کی نقل و حرکت اور انتظامات جنگ کا مشورہ اور بہادران شاہی کی کارگزاریاں بادشاہ اور اہل دربار کی واقفیت کیلئے پڑھ کر سنائی گئیں۔ غلام نبی خاں کے نام حکم جاری ہوا کہ نواب بھجر کا مکان واقع محلہ دریانج مجروحین کیلئے صاف کر کے رکھا جائے۔ مجاہدین کے خرچ کیلئے کچھ روپیہ عنایت کیا گیا۔

۱۲۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ سید علی و بکر علی روسا رہنمائی کی ایک درخواست موصول ہوئی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مردو و کھارہ کی بڑی تعداد انہوں نے قتل کر دی ہے اور اب حصہ راجدس کی خدمت میں مسرت ہونا چاہتے ہیں۔ فی الفور عنایت

نامہ سے صرف

۱۳۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ جنرل بہادر نے عرضی روانہ کی کہ حکم خدا اگر فتح کر لیا گیا

اکیں توپوں سے بادشاہ کو سلامی دی گئی۔ باجے والوں نے انگریزی باجہ بجا یا۔
انگریزی سازگیاں۔ ڈھول۔ بٹھنیاں وغیرہ خوشی کے اظہار میں بجا ئی گئیں۔ دو
جاسوس مع انگریزی خطوط کے گرفتار کئے گئے اور تحقیقات کی عوض سے مرزا نعل کے
پاس روانہ کئے گئے۔ امیران جہانسی رجمنٹ کی ایک درخواست قتل کفار کے متعلق
موصول ہوئی جس کا جواب ارسال فرما دیا گیا۔

۱۵۔ جولائی ۱۸۵۷ء حسین بخت خاں کو ایک شاہی مراسلہ روانہ کیا گیا کہ
جہانسی کی فوج سے ملیں جو کل صبح آکر اجمیر پر روانہ کے باہر قیام کریں۔

۱۶۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ امیران جہانسی فوج حاضر ہوئے اور اپنی وفاداری
کے اظہار میں تلواریں اور بندوقیں زمین پر ڈال دیں۔ بادشاہ نے شفقت فرمائی۔
اور سروسٹ ۳۰۰ روپیہ خرچ کے لئے عنایت کیا۔

۱۷۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ ایک اطلاع موصول ہوئی کہ سپیل کی دو رجمنٹیں اشالہ
سے حاضر ہوئی ہیں۔ مرزا نعل کو حکم دیا گیا کہ گذشتہ آئی ہوئی رجمنٹوں میں کہیں انکو
بھی ٹھہرا دیا جائے۔

۱۸۔ جولائی ۱۸۵۷ء قبرستان میں کئی جاسوسوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔
۱۹۔ اگست ۱۸۵۷ء ایک عرضی گورنر جنرل کی طرف سے موصول ہوئی کہ
غنیم پساہو رہا ہے۔ اس پر ایک حکم لکھا گیا کہ عرضی ہذا داخل دفتر کی جائے۔

۲۰۔ اگست ۱۸۵۷ء۔ جنرل سدھاری سنگھ۔ امیران نیچ فوج و دیگر ممتاز
امیران حاضر ہوئے۔ مجرا عرض کیا۔ اور میدان جنگ سے دفعیہ کفار کی تلہ بھڑپ
کیں۔ بادشاہ ان سے بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

۲۱۔ اگست ۱۸۵۷ء۔ بادشاہ نے دو احکام جاری فرمائے۔ ایک نواب
ولید و خاں کی درخواست کا جواب جس میں لکھا گیا کہ انگریزوں۔

روز منگل مورخہ ۲۵۔ اکت ۱۸۵۷ء صبح صادق سے طلوع آفتاب
 تک مذہبی مراسم کی ادائیگی میں وقت صرف ہوا۔ وقار الملک دطیب الکعبہ شاہی
 دیکھنے کی عزت نصیب ہوئی۔ پھر بادشاہ مسند شاہی پر جلوہ افروز ہوئے اور ممتاز شرفا
 کو دربار شاہی میں بارگاہِ ہونے کی عزت بخشی۔ انہوں نے سجاد و ادب و احترام
 کا اظہار کیا۔ اعلیٰ حضرت نے دو فراموش کا معائنہ کیا۔ جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے
 تھے۔ ایک بہادر علی خاں حسن علی خاں، ورگاہ پر شاہ۔ محبوب سنگھ۔ انصار فوج پشاور
 کے نام تھا جس میں انہیں تاکید کی تھی کہ مع فوج فی الفور دربار شاہی میں حاضر ہوں
 اور محفل خزانہ بھی ہمراہ لیتے آئیں۔ دوسرا بنام شہزادہ مرزا محمد کو چک جس میں تحریر تھا۔
 کہ نصیر بادی فوج کی تنخواہ تقسیم کرو بجائے بعد ملاحظہ شاہی ان پر مہر خاص ثبت کی گئی
 پھر حکم شاہی سے انہیں روانہ کر دیا گیا۔ پھر اعلیٰ حضرت نے ان درخواستوں پر توجہ مبذول
 فرمائی۔ اول تناو علی خاں سپہر محمد عبدالغفار خاں سکسہ مصطفیٰ آباد عت راسپور کی درخواست
 جس میں وفاداری اور خیر خواہی کا اعتراف کیا گیا تھا۔ اور تحریر تھا کہ دربار شاہی
 میں حاضر ہونے کی خواہش ہے۔ دوم راجہ نہر سنگھ والی بلب گڈھ کی جس میں
 اطاعت شکاری۔ خیر خواہی، وفاداری کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور میر فتح علی خاں
 کی مسرت روانہ کی گئی تھی۔ سوم وارث محمد خاں بھوپالی کی درخواست میں ۵۶
 انگریزوں کو قتل کر دینے کی خبر دہج کی ہوئی تھی۔ اور ایک اعلان کی کاپی بھی درخواست
 کے ساتھ شامل تھی جو باشندگان شہر و ملک کو کفار کے قتل کی تحریص و ترغیب دلانے
 کے لئے تقسیم کیا گیا تھا۔ نیز ایک فرمان شاہی مانگا تھا۔ چہارم کاشی راول کوالی ماندو
 کی درخواست جس میں انہوں نے محبت وفاداری بتائی تھی۔ اور خیر خواہی بادشاہ
 کا اعتراف کیا تھا۔ اور اپنے حرم باخترم سے مطلع کیا تھا۔ جو انہوں نے انہوں
 کے قتل پر کیا تھا۔ اور پانچ انگریزوں کے سردانہ کئے تھے۔ پھر محمد

پسر غلام محمد خاں ابن عبدالصمد خاں رئیس دو جنانہ کی ایک درخواست بھی متذکرہ بالا درخواستوں کو پڑھ کر اعلیٰ حضرت نے حکم دیا کہ بعد مزید غور ان کا جواب لکھا جائے افسران فوج نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر کہا کہ محمد نجات خاں گورنر جنرل بہادر حضور کی فوج ظفر معین کے ہمراہ دشمنان دین سے لڑنے تشریف لے گئے ہیں۔ اور بہت جاں فشانی دکھا رہے ہیں۔ لہذا ان کے لئے کمک ارسال کرنی ضروری ہے۔ اسی وقت ایک حکم جاری کیا گیا کہ ایک دستہ فوج اور روانہ کر دیا جائے۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت مکرمہ خاص میں تشریف لے گئے دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا جس کے بعد دل بہلاتے رہے۔ پھر آپ نے نماز فرضیہ ادا کی اور اس میں اتنے عرصہ مصروف رہے کہ عصر کا وقت آگیا۔ اور عصر کی نماز بھی آپ نے پڑھی۔ دن ختم ہونے کے قریب وقار الملک (طیب شاہی) کو نبض دکھانے کی عزت عطا فرمائی۔ بعد ازاں سیر و تفریح کی غرض سے سلیم گرہ باغ تشریف لے گئے۔ سلیم گرہ سے واپس ہو کر اپنے مکرمہ خاص میں چلے گئے۔ افسران فوج مقیم تلی واڑہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہیں مدد نہیں پہونچائی گئی۔ پھر حضور دیوان خاص میں برآمد ہوئے اور دربار کیا مگر فرار ہی بہت تھا اور ناراض ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ غروب آفتاب کے بعد حاضرین دربار کو جانے کی اجازت مل گئی۔

بروز بدھ ۲۶۔ اگست ۱۸۵۷ء

صبح سے طلوع آفتاب تک اعلیٰ حضرت وظائف میں مشغول رہے جس کے بعد وقار الملک (طیب شاہی) کو نبض دکھائی۔ پھر تخت پر رونق افروز ہوئے مہرز عہد نے حاند کے گروہ کے حلقہ کی طرح اعلیٰ حضرت کو گھیر لیا۔ افسران فوج نے آکر جو جین غنیمت سے مقابلہ کر رہی ہیں اور داو شجاعت دے رہی ہیں لہذا ان کے ارسال کی جائے۔ احکام جاری کئے گئے کہ تمام ہیدل و سوار ہم پہنچائیں

بعد بادشاہ نے ان تین احکام کا ملاحظہ کیا۔ جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے اور
مہر شاہی ثبت کر کے فوراً روانہ کرنے کی ہدایت کی۔

حکم اول۔ بنام انسران افواج کہ نصف فوج نجف گڑھ کے مورچہ پر اور نصف
یتی داڑھ کے مورچہ کو روانہ کی جائے۔

حکم دوم۔ بنام مرزا محمد ظہور الدین بہادر کہ محاصرہ کیا جائے۔ اور فوج کو اپنے اختیاء
کمال میں رکھا جائے۔

حکم سوم۔ بنام شہزادہ محمد عظیم بہادر کی ایک درخواست موصول ہوئی۔ جس میں اپنی

مشکلات کا اظہار تھا۔ جو غنیم کی فوجوں کے اچانک آپٹنے سے پیش آئی تھیں اور
سپاہ و قوت چنانہ کی کمزوری تھی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک مراسلہ شاہی درخواست
کے جواب میں لکھ دیا جائے۔ پھر بادشاہ دربار سے اٹھ کر اپنے کمرہ خاص میں تشریف
لے گئے۔ دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا اور پھر آرام کیا۔ نماز ظہر سے فارغ ہو کر ذکر
و شغل میں مصروف ہو گئے۔ پھر عصر کی نماز پڑھی۔ غروب آفتاب کے قریب حضرت
مع اپنے شام اراکین کے باغ سلیم گڑھ برائے تفریح تشریف لے گئے شام کو واپس
آئے اور کمرہ خاص میں تشریف لے گئے۔

بروز جمعرات ۲۷۔ اگست ۱۷۵۷ء

علی الصباح اٹھ کر اور فرائض مذہبی کو انجام دیکر حضرت نے طیب شاہی
وقار الملک کو منبش دکھائی۔ پھر حضرت سربراہ کے پاس پہنچے جہاں ان کے شہزاد
فرز مہر اور عائدہ دہار نے حجرے عرض کئے۔ پھر بلدیوں کے ایک ایک شہزادہ
گزرانی تو حضرت نے بہ انتہا الطاف و شفقت سے ایک ایک شہزادہ کو
اس نے بعد میں نذر بطور شکر پیش کی۔ جو قبول کر لی گئی۔ بادشاہ نے حضور

چھ فرمائوں کا جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے۔ ملاحظہ کیا۔ پھر حکم دیا کہ مہر شاہی لگا کر روانہ کر دیئے جائیں۔

اول حکم۔ بنام مرزا محمد خیر سلطان بہادر کہ انہیں چندہ وصول کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔ اور اس معاملہ میں کوئی مانع نہ ہوگا۔

دوم حکم۔ بنام مرزا اسٹل بہادر و مرزا خیر سلطان بہادر اور افسران فوج اور عہدہ کورٹ کہ اگرچی داس اگر وال سے روپیہ دو مرتبہ وصول کر لیا گیا ہے۔ اب کسی حالت میں مطالبہ نہ کیا جائے۔

حکم سوم۔ بنام مرزا عبدالحسن عرف مرزا عبدالمجید اب درخواست امیر خاں کن و دجانتہ جسے دربار میں حاضر ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔

فرمان چہارم بنام کاشی رائے بکروالی اندوڑن کو دربار میں مدعو کیا گیا تھا۔

حکم پنجم۔ راجہ نہر سنگھ رئیس بلب گردھ کے نام کہ ابلق گھوڑا پہونچکيا اور تم فوج کی چھڑ چھارٹ سے خوف نہ کھاؤ۔

فرمان ششم۔ بنام تنواری علی خاں سپہ عبدالہ خاں رامپوری معترف شیخ خاں سکھا گیا جس میں انہیں حاضر دربار ہونے کا ارشاد ہوا تھا۔

کچھ سواروں نے افواج شاہی کی کارگزاریاں اور خصوصاً فوج پنج کے کانڈے اسنانے شروع کئے اور علاقہ نجف گڑھ کے کسانوں کا ساتھ دینا بھی بیان کیا بصیحت ناساز ہو جانے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت نے طبیب شاہی کو طلب کیا۔ اور مجلس اس شریف سے گئے۔ دوپہر کو اعلیٰ حضرت نے خاصہ تناول فرمایا پھر آرام کیا۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے کہ عصر کا وقت آگیا۔ پھر نماز پڑھی طبیب جو حاضر تھے دوا المسک بار دتیا کر کے دی دن ختم ہونے کے قریب تمام جا لے کی اجازت لی۔

جمیہ ۲۸۔ اگست ۱۸۵۸ء

صبح بعد اوائے فرائض مذہبی اعلیٰ حضرت نے طبیب شاہی کو نبض دکھائی۔
پھر دیوانہ خاص میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں رؤساء و عمائد نے عمرے عرض کئے
خواجہ اسماعیل خان ایک باشندہ کالپی آگے آئے اور باریاب ہونے کے بعد موافق
معمول نذر پیش کی۔ اعلیٰ حضرت پر نالوائی و ضعف غالب آگیا۔ آپ اٹھ کر کمرہ خاص
میں چلے گئے۔ دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا۔ پھر آرام کیا۔ پھر جب معمول ظہر و عصر کی نماز
ادا کی۔ اس کے بعد حکیم صاحب کا تیار کردہ لقوچ بار دیا۔ اس روز دربارہ برفاست
سب ذیل احکام ”حکم“ شاہی ہر شب کر کے جاری کئے گئے۔

(۱) بنام محمد شفیع برگٹر دیگر اشخاص بجا اب در خواست کہ اعلیٰ حضرت ان سے ناراض
یا خفا ہیں۔ اور نہ بیچ کی فوج پر انہیں کسی قسم کا اشتباہ ہے۔

(۲) بنام مرزا رحمت بہادر کہ امام بارگاہ کراہیہ ادا کر دیا جائے۔ جو ایک دروسومہ
”نہ نذر“ کے خرچ کے لئے وقف ہے۔

(۳) بنام احمد علی خاں رئیس فرخ نگر جنہیں چند ٹوٹے دار بندوقین بھیجے کی
ہایت کی گئی۔

(۴) بنام بہادر جنگ ۱۴۔ ادا ٹوٹوں کی ان کی حدود میں چوری ہو جانے کی اطلاع
اکیب در خواست عبد اللطیف خاں رئیس خانپور کی موصول ہوئی جس میں انہوں
نے اپنی ناسازی طبیعت کا عذر کیا تھا۔ اور پھر کبھی دربار میں حاضر ہونے اور کار
باتھی ہمراہ لائے کا وعدہ کیا تھا۔

عدالت ایک بجے برفاست ہو گئی۔ اور مزید کارروائی ۲۔ فروری کی بارہ
بجے تک کے لئے ملتوی رکھی گئی۔ تاکہ گواہ سٹراویٹ حاضر ہو سکیں۔

اٹھارہویں روز کی کارروائی

یومِ شنبہ مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۵۸ء

آج گیارہ بجے قلعہ دہلی کے دیوانِ خاص میں عدالت منعقد ہوئی۔

پریسڈنٹ، ممبرانِ مترجم، ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

مزمعِ مختار غلام عباس عدالت میں لائے گئے۔

جان ایوریٹ رسالہ دار سابق بقیہ عدہ سوارانِ نمبر ۱۴ رجمنٹ وصال کاٹسبری

فوز طلب کئے گئے اور شہادت دی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہارِ رائے

سوال۔ کیا گیارہویں سہ ماہ کو تم دہلی میں ہی تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ پھر تم نے صدر کے متعلق کیا دیکھا۔ بیان کرو؟

جواب۔ صبح بوقت ۹ بجے میرے آئیوے باغی شہر میں داخل ہوئے اور خوف پیدا

ہو گیا کہ وہ تمام انگریزوں اور عیسائیوں کو قتل کریں گے نصف گھنٹہ بعد میگزین کی سمت

بے بند و قول کی آوازیں آنے لگیں۔ شام تک بوجہ بیمار ہونے کے میں باہر نہ نکل سکا۔

آج میں دہلی میں بیماری کی رخصت لے کر آیا تھا۔ لیکن میں جس مکان میں رہتا تھا وہ

میرے لئے محفوظ مقام نہیں تھا۔ میں نے خود کو محفوظ نہ پا کر اس مکان

کو چھوڑ دیا۔ اور رات کی تاریکی میں کرنل اسکندر کے احاطہ میں چلا گیا

کہتے ہیں میں مرزا عظیم بیگ (جو بے قاعدہ سواروں کے

ان پر ہونچا۔ اور ان سے اپنے مکان میں دل بھر

سرہنچا دینے کی درخواست کی انہوں نے

اپنے مکان میں رکھا۔ اور کہا کہ وہ ایسا کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں ان کے مکان میں ایک دن اور ایک رات رہا۔ دوسرے روز وہ کہنے لگے۔ کہ میری روپوشی کی خبر ہمایوں کو ہو گئی ہے۔ سٹر جارج اسکندر بھی انہیں کے مکان میں روپوش تھے۔ مرزا عظیم بیگ ہم جن کے یہاں رہتے تھے۔ بادشاہ کے پاس ہماری حفاظت کے لئے گارڈ لینے گئے۔ انہوں نے ایک گھنٹہ بعد خبر بھیجی کہ طبیب شاہی احسن اللہ بوجہ عیساؤں کو پناہ دینے کے ان سے بہت ناخوش ہوئے ہیں (کیونکہ احسن اللہ خاں مرزا صاحب کے قرابت دار تھے) اور میں فوراً ان کے (مرزا کے) مکان سے نکل جانا چاہئے۔ میں تو فی الفور وہاں سے نکل گیا لیکن سٹر جارج اسکندر وہیں زنا خانے میں چھپے رہے۔ میں سردار بہادر کے مکان سے قریب دو سو گز گیا ہونگا کہ مجھے باغی سپاہی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نزدیک کی سجدیں یہ خیال کر کے چھپ رہا کہ یہاں یاغی مجھے نہ دیکھ سکیں گے لیکن جو غیبی باغی پاس آئے کسی نے مجھے پہچانکر انہیں پکارا۔ اور کہا کہ ایک عیساؤں میں چھپا ہے پھر انہوں نے مجھے گرفتار کیا اور عظیم بیگ کے مکان پر جا کر جارج اسکندر بھی ماخوذ کر لیا۔ ہمیں کوڑا لیا گیا لیکن قبل ازیں کہ ہم کوڑا لیا پہونچیں منبر الائنٹ کی لڑائی کے سردار دوڑتے ہوئے آئے۔ اور سپاہیوں سے دریافت کیا تم کون ہو جو قید کو لئے جا رہے ہو؟ کیا یہ عیساؤں میں؟ جس کے جواب میں انہوں نے کہہ دیا کہ کچھ سواروں نے پستولیں تان لیں اور کہا "کیوں ناحق کوڑا ہو؟ ہمیں کیوں نہ قتل کر دیا جائے؟" سپاہیوں نے یہاں سے کچھ دور نہیں بہتے۔ وہاں سے پستولیں نکالیں۔ سپاہیوں نے کوڑا لیا میں جا کر پورٹ کر کے۔

ایک سوار ستر جارج اسکندر کے پاس آیا۔ اور ان کے ہاں پکڑ کر کوٹوالی سے گھسیٹتا ہوا پچاس قدم تک لے گیا۔ جہاں دیوار کے سہارے بٹھا کر گولی اردی اور دوسواڑوں نے بھی گولیاں چلائیں جبکہ وہ پہچان ہو کر گر پڑے۔ میں کوٹوالی کے پاس سہا ہوا کھڑا تھا کہ سوار میرے پاس بھی آئیں گے۔ مگر ستر اسکندر کو قتل کرنے کے بعد وہ قلعہ کی طرف بھاگ گئے پھر مجھے کوٹوالی کے والد نے جا کر ان قیدیوں میں بیٹھنے کا حکم دیا جو وہاں موجود تھے میں مع چالیس مرد، عورت اور بچوں کے وہاں پچیس روز تک رہا۔ جس کے بعد میں ایک مولوی اسماعیل نامی کی شہادت پر کہ ہم سب مسلمان ہیں اور اگر مسلمان نہ بھی ہوں تو اب ہو جائیں گے رہا کر دیئے گئے۔ جنہوں نے یہ بھی کہا کہ جو لوگ یہ خوشی خاطر مذہب اسلام قبول کرنا چاہیں۔ انہیں قتل کرنا حرام ہے۔ غرضیکہ ہم رہا تو ہو گئے۔ مگر شہر سے باہر نہ نکلنے دیا۔ پھر میں ایک افریقی موجود تھائی کے ہاں چلا گیا۔

سوال۔ اس شخص سے تمہاری کبھی کی ملاقات یا دوستی تھی؟

جواب میں اسے اسی طرح بچاتا تھا۔ وہ کرنل اسکندر کی ملازمت میں رہا ہے۔ ۱۸۴۲ء میں اس نے ملازمت چھوڑ دی تھی۔

سوال۔ خدر کے زمانہ میں یہ افریقی کس کی ملازمت میں تھا؟

جواب۔ اس وقت سے بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔

سوال۔ کیا اس نے تمہیں کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرنے کیسے کہا یا ترغیب دی۔

جواب۔ جی ہاں ملازمین روز قتل اس نے کہا تھا میں اپنی سواری کے لئے گھوڑا خرید رہا تھا۔ وہ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں آپ سے تخلیہ میں کچھ تہیں میں اس کے ساتھ ایک گوشہ میں گیا تو اس نے مجھ سے

کہا کہ "تم کہنی کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کر لو" پھر کہنے لگا: "میں دوستانہ طریقہ سے تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔" میں نے جب سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ موسم گرما میں تم ہر جگہ روسیوں کو پاؤ گے" میں اس کی تجاویز پر پیش پٹا اور اس سے کچھ بھی مننے کے لئے نہ کیا کیونکہ میں اپنے کام میں بوجھ مشغول تھا۔ یہ گفتگو ۹- مئی روز ۱۵ شنبہ ۱۲۵۷ء کو ہوئی تھی۔ مگر وہ پھر میرے پاس نہیں آیا۔ اور جب میں کوٹوالی سے رہا ہوا تو اس کے پاس پہنچا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا۔ کیا میں تم سے چلے آئے کو نہیں کہتا تھا؟ اور پھر اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک افریقی قبیلہ نامی عذر سے دو سال قبل مسقطینیم روانہ کیا گیا ہے۔ اور یہ شخص وہی ہے کہ جانے کے بہانے روانہ ہوا تھا لیکن بادشاہ وہی کا سفیر بنکر روسیوں سے کچھ امداد طلب کرنے گیا ہے۔ اور قبیلے دو سال بعد وہی واپس آنے کا وعدہ کیا ہے۔

سوال۔ مذکر کے زمانہ میں جب تم موجود تھے اس رہتے تھے کیا تمہیں کچھ خبریں ملتی تھیں؟
جواب۔ خصوصیت سے عذر کی بابت تو نہیں البتہ وہ لاٹری سے شام کے وقت مکان پر آتا تھا اور دن بھر کے کوائف و حالات مجھے سنا دیتا تھا۔ ایک موقع پر اس نے کہا کہ بادشاہ نے اپنے تمام امراء و فرزندوں کو دربار عام میں جمع کیا اور کہا کہ "جب سے غازی الدین لڑکی لڑائی ہوئی ہے آئے دن تم لوگوں میں نا اتفاقیاں پھیلتی جاتی ہیں اور یہ بہت خطرناک امر ہے۔"

اس نے کہا پھر بادشاہ نے یہ کہا کہ "اب سب کو متفق ہو کر اگر بیڑوں کو نکال دینے کی کوشش کرنے کا وقت ہے۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ اگر برٹش فوج دوبارہ دہلی میں داخل ہو گئی تو خاندان تیموریہ کے کسی نفس و اعد کو بھی زندہ نہ چھوڑے گی۔" موجود اس یا بارہ افریقیوں کا اثر اور بادشاہ کے خاص ملازمین سے تھا جو ہر وقت ان کے پاس کھڑے رہتے تھے اور یہ سمجھتا ہوں کہ۔"

ضرور صحیح ہوئے۔

سوال۔ کیا اس شخص (موجود) نے کبھی روپیہ یا کوئی اور شے کمپنی کی ملازمت ترک کر دینے کی غرض سے دی؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ متذکرہ بالا ترکیب بادشاہ یا کسی قلعہ والے کے ایسا سے تھی؟

جواب۔ میں اسے ایسا نہیں سمجھتا۔ میں نے تو صرف اسکی ذاتی بیوقوفی پر محمول کیا تھا۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ کمپنی کے کسی دوسرے ملازم کو بھی بادشاہ کی ملازمت میں آنے کی ترغیب دی گئی تھی؟

جواب مجھے علم نہیں۔

سوال۔ کیا کبھی اپنی رجسٹر کے سپاہیوں کو تم نے چپاتیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا جو غدر سے قبل گاؤں گاؤں میں تقسیم ہوئی تھیں؟

جواب۔ جی نہیں۔ میں اس زمانے میں اپنے گاؤں میں رخصت پر تھا۔ اور جو کچھ میں نے ان کی نسبت سنا وہ یہ تھا۔ کہ چپاتیاں تقسیم ہو رہی ہیں۔ اور کوئی شخص اس کا منہموم نہیں سمجھ سکتا۔

سوال۔ گیارہ مئی سے کتنے عرصہ پیشتر سے تم وہی میں تھے؟

جواب۔ تیرہ یا چودہ روز۔

سوال۔ کیا اس وقت تم نے لوگوں کو تذکرہ کرتے سنا تھا کہ وہی میں کوئی حادثہ ہونے والا ہے؟

جواب۔ جی نہیں۔ میں بیمار تھا۔ اور اہل وہی سے بہت کم ملتا تھا۔

سوال۔ تم نے کہا ہے کہ "موجود" غدر کے بعد کہتا تھا کہ روسی ہر جگہ آجائیں گے جانتے ہو کہ باشندوں کا بھی یہی یقین تھا۔

جواب۔ جی ہاں مجھے خیال ہے کہ تھاجب مسلمانوں سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا تو ان کی تقریر کا ماحذ بھی ہوتا تھا کہ وہ روسیوں کو موسم گرما تک آیا ہی سمجھتے ہیں۔
سوال۔ حذر سے پہلے اہل رجنٹ اور دیسی افسران میں اور تم میں کمپنی کی ملازمت کی بہت کچھ گفتگو ہوئی تھی؟

جواب۔ ایک مسلمان منبرم ابقا عہدہ سواروں کا افسر جس کا نام مرزا محمد تقی ہے کہنا تھا کہ اس کی کتابوں میں لکھا ہے کہ انگریزی عملداری بہت جلد نیست ہو جائیگی وہ شخص پشاور میں تھا اور مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہے کہ آیا اس نے مشن ۱۸۵۵ء میں کہا تھا یا ۱۸۵۶ء میں۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی کسی شخص کو انگریزی حکومت کے خاتمہ کی مدت بتاتے ہوئے اور یہ کہتے سنا ہے کہ روزمرہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی حکومت قریب الاختتام ہے؟
جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا تم اندازہ لگا سکتے تھے کہ انگریزوں سے ہندوؤں کو زیادہ نفرت تھی یا مسلمانوں کو؟

جواب۔ مسلمانوں کو۔

سوال۔ کیا کبھی تم نے سنا تھا کہ شاہ ایران فرج لیکر ایران سے آ رہا ہے؟

جواب۔ جی نہیں۔ ان سفنا میں پر میں ان سے کبھی بحث نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ انگریزی اخبارات سے مجھے خبریں ملتی رہتی تھیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ روسیوں کی آمد کا جو بڑا ہندوستانوں میں حذر سے پہلے ہی ہوتا تھا؟

جواب۔ جی نہیں۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مجھے ایسی گفتگو کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ کبھی مرقعہ نہیں ملا۔

مذہب جرح سے انکار کرتے ہیں

عدالت نے اظہار سے

سوال۔ جب تم دہلی میں تھے کسی طرح بھی خیر تہا رہے کانوں میں بڑی تھی کہ مذہب
بیدلی سے باغیوں کے ساتھ شریک ہوئے۔ کیا تم بھی ہی سمجھتے ہو؟

جواب۔ میں صرف وہی بتا سکتا ہوں جو میں نے سنا ہے۔ پہلے بادشاہ بیدل تھے
مگر جب انہوں نے خود کو اس میں گھرا ہوا پایا تو شامل ہو گئے۔ یعنی پسند نہ
کے بعد شامل ہوئے۔ یہ صرف افواہ ہے اور میں اس کی تصانیف کا کوئی ثبوت
پیش نہیں کر سکتا۔

گواہ جاتے ہیں۔

علامہ عباس مازم کے مختار کو انکی گذشتہ شہادت کی یاد دہانی کی جاتی ہے۔

بج ایڈوکیٹ اظہار لیتے ہیں

سوال۔ ان بارہ کاغذوں کو دیکھو اور کہو کہ آیا تم ان کے اصلی ہونے کا یقین کرتے
ہو یا نہیں؟

جواب۔ وہ جن کے سروں پر پرنسپل سے تحریر شدہ احکام ہیں فی الواقعہ آملی ہیں کیونکہ
بادشاہ کے تحریری احکام اپنے موجود ہیں۔ دیگر کاغذات کو بھی آملی سمجھتے ہیں مجھے کلام نہیں جن پر
پرنسپل سے دستخط ہیں وہ بھی آملی ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ بادشاہ کے دستخط ہیں۔

پھر مترجم ان کاغذات کو پڑھتا ہے اور ان کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

چار بج گئے۔ عدالت ایوم بدھ صبح سہارا راج تک کے لئے برخاست ہو جاتی
ہے تاکہ مترجم کو دینی اعتبارات کے اقتباس دو دیگر دستاویزوں کے ترجمہ کرے
۲۔ اہل مل کے۔

انیسویں روز کی کارروائی

یوم بدھ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۵۸ء

آج پھر قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، ممبران ججی مترجم ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملازم اور ان کے مختار غلام عباس عدالت میں لائے گئے۔
مندرجہ ذیل اٹھارہ کاغذات اصل مترجم نے پڑھے اور ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔
(اخباروں کے اقتباسات علیحدہ ایک مجموعہ میں چھاپے گئے ہیں
اس واسطے یہاں درج نہیں کئے۔ حسن نظامی)

بیسویں روز کی کارروائی

یوم جمعرات مورخہ ۲۱ مارچ ۱۸۵۸ء

کل کی کارروائی کے سلسلہ میں آج پھر گیارہ بجے عدالت منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، ممبران مترجم، ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملازم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔
ملازم نے اب عدالت میں اپنی تحریری جواب دہی پیش کی جسے
مترجم نے پڑھا۔

عدالت ساڑھے بارہ بجے برخاست ہو گئی۔ اور منگل مورخہ ۲۲ مارچ کی
پیشی مقرر ہوئی۔ تاکہ ترجمہ کرنے اور ڈپٹی جج ایڈوکیٹ کو اس کا جواب دینے اور
نتیجہ دفتروں کا خلاصہ کرنے کی مہلت ملے۔

کیسویں روز کی کارروائی

یوم منگل سورج ۹۔ مارچ ۱۸۵۸ء

عدالت آج پھر دیوان خاص قلعہ دہلی میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ۔ ممبران، مترجم، ڈپٹی جج، ایڈووکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

لورم ان کے مختار غلام عباس کے ہمراہ لائے گئے۔

اب جج ایڈووکیٹ لورم کی جوابدہی کو پڑتے ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہے

حواب تحریری از بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی۔

اصل حقیقت یہ ہے۔ غدر کے روز کی مجھے پہلے سے خبر نہیں تھی۔ آٹھ بجے

کے قریب باغی سواروں وقتاً آگئے اور محل کی کھڑکیوں کے نیچے شور و غل مچانے لگے

انہوں نے کہا کہ وہ انگریزوں کو قتل کر کے سیرکھڑے آئے ہیں اور اپنے ایسا کرنے کا یہ

عذر پیش کیا کہ ان سے گائے اور سور کی چربی سے بنے ہوئے کار تو سول کو منہ

میں رکھ کر دانتوں سے کاٹنے کے لئے کہا گیا تھا۔ جو سراسر منہ داور سلماؤں

کے دہرم کو ستیاناس کرنا تھا۔ میں نے یہ سن کر قلعہ کے دروازے بند کرادیئے۔ اور

فی الفور قلعہ دار کو اس امر کی اطلاع پہونچا دی۔ وہ خبر سنتے ہی خود میرے پاس

آئے۔ اور جہاں باغی جمع تھے جانا چاہا۔ اور دروازہ کھول دینے کی درخواست

کی۔ میں نے انہیں اس ارادہ سے باز رکھا۔ بہر کیف جب دروازہ نہ کھولنے دیا

تو وہ اوپر گئے۔ اور یہاں تک کہ میں کھڑے ہو کر سپاہیوں سے کچھ کہا۔ جسے سنتے ہی

وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد قلعہ دار یہ کہہ کر کہ وہ ہنگامہ کو روکنے کا بندوبست

کریں گے۔ اس سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد مسٹر فریزر نے دو توپوں کے لئے اور

دو لکڑیوں کے لئے خبر بھیجی۔ اور کہا کہ ان کے پاس دو لیڈیاں ٹھہری

ہوئی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ انہیں مجلس میں ہونچا دیا جائے میں نے دوپالکیاں روانہ کیں۔ اور حکم دیدیا کہ تو میں بھی بھیجی جائیں۔ اس کے بعد میں نے سنا کہ پالکیاں پہنچے بھی نہ پانی تھیں کہ مسٹر فریئر قلعہ دار اور وہ لیڈیاں سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ کہ باغی سپاہ دیوان خاص میں گس آئی عبادت خانہ میں بھی ہر طرف پھیل گئی۔ اور مجھے چاروں طرف سے گھیر کر پہرہ متین کر دیا۔ میں نے ان کا مطلب دریافت کیا اور چلے جانے کے لئے کہا جس کے جواب میں انہوں نے خاموش کھڑے رہنے کو کہا اور کہا کہ جب انہوں نے اپنی زندگیوں کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ تو اب اپنی طاقت کے موافق سب کچھ کر کے چڑھیں گے۔ خوف کھا کر کہ کہیں میں نہ قتل کر دیا جاؤں۔ میں نے منہ سے اُفت تک نہ کی۔ اور چپ چاپ اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ شام کے وقت یہ تک حرام کئی انگریز مرد

و عورت کو گرفتار کر کے لائے جہنیں انہوں نے سیگڑ میں پکڑا تھا۔ اور ان کے قتل کا قصد کرنے لگے۔ میں نے باز رہنے کی درخواست کی۔ اور اس وقت تو میں ان انگریزوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر باغی سپاہیوں نے انہیں اپنی ہی زیر حراست رکھا۔ متواتر دو موقوفوں پر انہوں نے انگریزوں کے قتل کا قصد کیا۔ اور میں نے منت و سماجت کر کے باز رکھا۔ اور مسند پوں کی جانبیں بچالیں۔ آخری وقت اگرچہ میں مسند ہوائیوں کو سختے المقدر باز رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر انہوں نے میری طرف مطلق التفات نہیں کیا۔ اور ان جیپاروں کو قتل کرنے باہر لگے۔ میں نے انہیں قتل کے لئے کچھ بھی حکم نہیں دیا۔ مرزا مسر۔ مرزا خضر سلطان۔ مرزا ابو بکر اور سیر الیک خاص مصاحب سب سب سپاہ سے مل گئے تھے۔ انہوں نے میرا نام شاپہ لیا ہو۔ لیکن مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا کہا۔ نہ میں یہ جانتا ہوں۔ کہ سیرت خاص۔

سے سرتابی کر کے قتل میں شریک ہوئے ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ مرزا مغل سے مرعوب ہو کر گر گزرے ہونگے۔ نیز قتل کے بعد تک مجھے اس کے متعلق کسی نے خبر نہیں دی۔ بعض گواہان نے شہادت میں میرے ملازمین کا مسٹر فریئر اور قلعہ دار کے قتل میں شریک رہنا بیان کیا ہے۔ میں اس کا بھی وہی جواب دیتا ہوں۔ یعنی میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر انہوں نے ایسا کیا۔ تو اپنی آزاد مرضی سے کیا۔ مجھے اس کا بھی علم نہیں اور یہ بات بھی مجھے نہیں بتائی گئی۔ میں خدا کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ جو میرا گواہ ہے کہ میں نے مسٹر فریئر یا اور کسی اگر یہ قتل کا حکم نہیں دیا۔ کندال و دیگر گواہان نے کہا ہے کہ میں نے حکم دیا ہے۔ غلط کہا ہے۔ مرزا مغل و مرزا حفتر سلطان نے احکام دیئے ہوں تو تعجب نہیں کہ نہ وہ سپاہ سے مل گئے تھے۔ بعد ازاں فوجیں مرزا مغل و مرزا حفتر سلطان اور مرزا ابوبکر کو میرے سامنے لائیں۔ اور کہا کہ "ہم انہیں اپنا انصر بنا چاہتے ہیں میں نے ان کی درخواست رو کر دی۔ لیکن جب سپاہ مندر کرنے لگی۔ اور مرزا مغل حصہ ہو کر اپنی والدہ کے مکان میں چلا گیا۔ تو میں سپاہیوں کے خوف سے ساکت رہ گیا۔ اور کچھ طرفین کی رضامندی سے مرزا مغل کو بڑا شیخ افواج مقرر ہوا۔ میری بھرتی تھبت شدہ اور دستخط کئے ہوئے احکام کی نسبت سنا دلی اصل حالت یہ ہے کہ میں سوز سے سپاہ آئی۔ انگریزی افسروں کو قتل کیا اور مجھے مقید کر لیا۔ میں ان کے اختیار میں رہا۔ جیسا کہ اسباب ہوں۔ تمام کا قتل جو منجاب سمجھتے میرے پاس لائے۔ اور مجھے ہر شبت کرنے پر مجبور کرتے۔ سبا اوقات احکام کے مسودے لائے۔ اور میرے سر پر ٹپی سے انہیں صاف کر داتے۔ کبھی اصلی کا قتل کرتے اور ان کی نقلیں دفتر میں رکھ دیتے۔ اس لئے کئی خطوط اور مختلف ہواؤں کو قتل بھی کرتے ہیں۔ بارہ انہوں نے خالی لفافوں پر ہر شبت

کراچی سے نہیں معلوم ان میں انہوں نے کون سے کاغذات بھیجے۔ اور کہاں بھیجے۔
 عدالت میں ایک درخواست پیش ہوئی ہے۔ جو مکند مال کی طرف سے کسی گناہم شخص
 کے نام ہے جس میں ایک روز کے جاری شدہ احکام کی تفصیل دی ہوئی ہے۔
 اس ہرست میں صاف مرقوم ہے کہ اتنے احکام اس کی ہدایت سے لکھے گئے ہیں
 اور اتنے احکام اس کی ہدایت سے لیکن کہیں میری ہدایت سے لکھے ہوئے ایک
 حکم کا بھی حوالہ نہیں ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بدوٹ میرے حکم کے
 جس نے جتنے احکام چاہے لکھ لئے۔ اور مجھے ان کے خلاصہ تک سے اطلاع نہیں کی
 جاتی تھی۔ میں اور میرا سرکاری جرنل کے خوف سے کسی معاملہ میں کچھ نہیں کہتے
 تھے۔ ٹھیک یہی حالت ان درخواستوں کی بھی ہے۔ جن پر میری دستی تحریر ہے
 جب سپاہی یا مرزا نعل یا مرزا خضر سلطان۔ یا مرزا ابوبکر کو کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ
 درخواستیں لے آتے اور افسران فرج کو بھی سہرا لاتے۔ اور احکام لکھنے کے لئے
 مجھے مجبور کرتے۔ وہ میرے سنالے کے لئے اکثر کہا کرتے تھے۔ تاکہ میں ان سے مرعوب
 ہو کر ان کی خاموشیاں کی تعمیل کر دیا کروں۔ کہ وہ جو ان کی خواہشات کی تعمیل
 نہ کرے گا۔ اپنی حالت کے موافق سزا پائے گا۔ علاوہ ازیں میرے ملازموں پر
 اگر یزیدوں کے پاس خط بھیجنے اور سازش کرنے کی ہمت لگایا کرتے تھے علی الخصوص
 حکیم حسن احمد خاں محبوب علی خاں اور ملکہ زینت محل پر سازش کا الزام لگایا جاتا
 تھا۔ اور کہا جاتا تھا کہ اب اگر ایسا معلوم ہوا تو ہم ان کو رڈالیں گے اسی طرح ایک
 روز حکیم صاحب کا مکان لوٹ لیا اور بارادہ قتل انہیں مقتید کر لیا تھا۔ ہزار و شواری
 اور میری آیتیں کرنے پر اپنے ارادہ سے باز رہے لیکن پھر بھی حکیم صاحب کو قید رکھا
 اس کے بعد میرے دیگر ملازموں کو گرفتار کر لیا مثلاً شمشیر الدین والدہ کے زینت محل
 وغیرہ کو نیز انہوں نے کہا کہ وہ مجھے معزول کر کے میری جگہ پر مقرر

بنائیں گے۔ پھر یہ معاملہ سنجیدگی و انصاف سے قابلِ غور ہے کہ میرے پاس کتنی شتم کی کوئی طاقت تھی یا ان کو خوش رکھنے کا کوئی سبب میرے پاس تھا؟ اصلانِ فرخ یہاں تک سرِ چڑھ گئے تھے کہ ملکہ زینب محل کا مطالعہ کرتے تھے کہ میں ان کو ان کے حوالہ کر دوں تاکہ وہ انہیں قید میں رکھیں۔ اور کہا کہ ملکہ نے انگریزوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں۔ پھر اگر مجھے پوری طاقت یا اختیار ہوتا تو کیا میں حکیم حسن اللغات اور محبوب علی خاں کو مقید ہونے دیتا یا حکیم صاحب کے مکان کو لٹا ہوا دیکھتا۔

باتی سپاہ نے ایک کورٹ قائم کیا تھا۔ جہاں تمام معاملات طے ہوتے تھے۔ اور جن معاملات کو وہاں طے کیا جاتا تھا۔ انہیں یہ کونسل اختیار کرتی تھی لیکن میں نے بھی ان کی کانفرنس میں شرکت نہیں کی۔ انہوں نے اس طرح بدولت میری مرضی یا خلاف حکم صرف میرے ملازموں ہی کو نہیں بولنا۔ بلکہ کئی محلوں کو لوٹ لیا۔ چوری کرنا۔ قید کرنا۔ ان کے بایں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اور جو جی چاہتا تھا کر گزرتے تھے۔ جسرا معزز اہل شہر سے اور تجار سے جتنی رقم چاہتے وصول کرتے تھے۔ اور یہ مطالبات ذاتی اعراض کے لئے کرتے تھے۔ جو کچھ گورابہ وہ سب منہ پر داز فرج کا کیا دہرا ہے۔ میں ان کے قابو میں تھا۔ اور کیا کر سکتا تھا۔ وہ اچانک آپٹے اور مجھے قید ہی بنا لیا۔ میں لاچار تھا۔ اور دوشست زدہ۔ جو انہوں نے کہا میں نے کیا ورنہ انہوں نے مجھے کبھی کا قتل کر ڈالا ہوتا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ مجھے ایسی مایوسی ہوئی تھی۔ کہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ جبکہ میرے ماتحت عہدہ داروں کو بھی جابہری کی اسباب تھی۔ اسی لئے میں نے فقیری کا تہیہ کر لیا تھا اور گروسے رنگ کی صفیانہ پوشاک پہنی شروع کر دی تھی۔ پہلے قطب صاحب کی درگاہ وہاں سے ابیر شریف اور امیر شریف سے بالآخر مکہ معظمہ جانے کا عزم تھا لیکن اجازت نہیں دی جس نے مسکین و خزانہ لٹا۔ یہ سپاہ دہلی تھی جس نے

جو چاہا کیا۔ میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ نہ ان لوگوں نے لوٹ کا کچھ مال مجھے لا کر دیا
ایک روز بھی لوگ ملکہ زینب محل کا مکان لوٹنے کی نیت سے گئے تھے مگر وہاں
توڑے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ میرے ماتحت
ہوتے یا میں ان کی سانشن میں شریک ہوتا۔ تو یہ باتیں کیونکر ظہور پذیر ہوتیں؟
اس سب کے ساتھ ہی یہ قابل غور ہے کہ کوئی شخص غریب ترین انسان کی عورت
کا مطالعہ بھی یوں نہیں کرتا ہے کہ "لاؤ اسے مجھے دید و میں میت کروں گا" جیسی
متبر کی نسبت یہ ہے کہ اس نے مجھ سے حج کر لے اور کہ شریف جانے کی رخصت
لی تھی۔ میں نے اسے ایران نہیں روانہ کیا۔ نہ میں نے شاہ ایران کو کوئی خط بھیجا
یہ قصہ کسی نے غلط سنہور کیا ہے۔ محمد ورویش کی درخواست میری دستاویز نہیں
ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے۔ ممکن ہے کسی نے میرے یا میاں عسکری کے دشمن
نے وہ درخواست سمجھی ہو۔ تو اس پر اعتماد نہیں۔ نہ کرنا چاہئے۔ باغی فوج کی عاداتوں
کی نسبت معلوم ہو کہ انہوں نے کبھی مجھے سلام تک نہیں کیا۔ نہ میرا کسی قسم کا ادب
و لحاظ کیا۔ وہ دیوان خاص و دیوان عام میں بید ہر گجوتیاں پہنے چلے آتے تھے
میں ان فوجوں پر کیا استبار کرتا۔ جنہوں نے اپنے ذاتی آقاؤں کو قتل کر دیا ہو جس
طرح انہوں نے ان کو قتل کیا۔ مجھے بھی مقتید کر لیا۔ مجھ پر جو رکے۔ مجھے حکم میں رکھا۔
اور میرے نام سے فائدہ اٹھایا۔ تاکہ میرے نام کی وجہ سے ان کے افعال مقبول ہوں
یہ دیکھ کر کہ ان فوجوں نے اپنے ذاتی ذی وجاہت و صاحب فرمان امیروں کو بار
ڈال لاریں بے فوج بے خزانہ بے سامان جنگ بے لوجیا نہ کیونکہ انہیں روک سکتا
تھا یا ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی کسی طرح
کی انہیں مدد نہیں دی۔ جب باغی افواج قلعہ کے پاس آئیں میری حالت
میں تھا۔ میں نے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ نے قلعہ کے گٹے بند کر دیئے ہیں۔

سن و عن بیان کر دیا۔ اور انہیں باغیوں میں جانے سے باز رکھا۔ میں نے
 چیلڈیوں کے لئے دو ہالکیاں اور دو توپیں قلعہ کے پھاٹک کی حفاظت کے لئے
 قلعہ آہ اور انجینٹ لفٹنٹ گورنر کی درخواستوں پر روانہ کر دی تھیں۔ مزید پرن
 اسی شب کو تیز ساندھی سوار کو جو کچھ ہنگامہ یہاں برپا ہوا تھا اس کا اطلاعی خط
 دیکر سیراز لفٹنٹ گورنر آگرہ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا کیا
 میں نے اپنی خود مختار مرضی سے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں سپاہ کے اختیار میں تھا۔
 اور انہوں نے جبراً و قہراً جیسا چاہا کر لیا۔ چند ملازمین جو میں نے رکھے تھے باغی و
 بلوائی فوجوں سے ڈر کر اور اپنی جان کے خوف سے رکھے تھے۔ جب یہ فوجیں فرار
 ہونے پر آمادہ ہوئیں تو میں صبح پا کر چپ چاپ قلعہ کے پھاٹک سے نکلا اور مقبرہ
 ہمالیوں میں جا کر بھٹ گیا۔ اس جگہ سے میں ضمانت طلب کیا گیا۔ کہ میری جان محفوظ
 رہے گی۔ اور میں نے فوراً اپنے آپ کو گورنمنٹ کی حفاظت میں دیدیا۔ باغی فوجیں
 مجھے اپنے ہمراہ لے جانا چاہتی تھیں۔ مگر میں نہ گیا۔

دس وقت اشراق ذبح نے بادشاہ کو ہمراہ لے جانے کا اصرار کیا

میرے نانا واپس موجود تھے۔ حسن نظامی

مذکورہ بالا جواب میرا خود تحریر کیا ہوا ہے اور بلا سبالغہ ہے حق سے صلا
 اخراج نہیں کیا ہے۔ خدا میرا عالم و شاہد ہے کہ جو کچھ بالکل صبح تھا جو کچھ مجھے یاد
 تھا وہ میں نے لکھا ہے۔ شروع میں میں نے آپ سے حلفیہ کہا تھا۔ کہ میں بغیر ملاوٹ
 اور بغیر ملاوٹ کے وہی کہوں گا۔ جو حق اور راست ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی میں نے
 کیا ہے۔

دستخط بہادر شاہ بادشاہ

ایڈمنسٹریٹر۔ مسٹر مین فریئر

میں جیسے کہ وہ گزرے ہیں آپ کے ہمارے پیش کردہ۔ ہماری تفتیش کی ماہ کی تحقیقات پر محیط ہے۔ جبکہ اس شہر میں مسند پر واندی کثرت سے تھی اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہم مختلف واقعات کے جو سیری بیان کردہ مدت میں گزرے ہیں نہایت باہمی سے پتہ لگانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہماری جانفشانیوں فی الحقیقت اس حد تک نہیں ہوئیں۔ جتنا کہ چاہئے۔ جسے سیری رائے میں ہمارے فرائض کا غیر اہم حصہ کہنا چاہئے۔ حقائق وقوعہ کے سلسلہ میں وہ قرار واد جرم میں جن پر لازم موقوفہ کئے گئے ہیں۔ اور گوان کا مرتبہ و حکومت سابقہ بینک مفیدہ کو جس کی سماعت کیلئے آج آپ لوگ طلب کئے گئے ہیں۔ مہتمم بالشان بنا دے گا۔ تاہم خواہ وہ راہی ہو یا اثبات جرم، سیری رائے میں ان اہم نکات کے بالمقابل جن پر چنداں غور کیا گیا ہے اور جو عرصہ دراز تک سبق دیتے رہیں گے۔ میزان میں تو سنے سے ہلکا اترے گا۔

میں حقیقتاً ان اسباب کو جو خواہ قریب ہوں یا بعید، جنہوں نے وہ نجات پیدا کی جو تاریخ میں یا تو اپنی تندی کے لحاظ سے جس کا مستقبل نہاں ہو گیا اور یا اچانک ظاہر ہونے سے جس سے ابھی تک عناصر اربعہ مذہب کی روسے ناموافق سمجھے گئے ہیں۔ بے نظیر ہیں۔ بیشک کسی مذہب کے برخلاف باہم مل کر جہاد عام کرنا اس ملک کے ہندو اور مسلمان باشندگان کے لئے نادر الوجود ہے۔ مجھے خوف ہے کہ معاملہ ناکافی طور پر واضح ہوا۔ اور شاید مذہبی اثر کو جو بالآخر پولیٹیکل تحریک ثابت ہوا میں اس طرف منسوب کرنے میں غلطی کر رہا ہوں۔ طاقت و حکومت کے اخراج کی ایک جدوجہد۔ ایسے ملک میں جہاں کے لوگ مذہب میں خون میں رنگ ہیں۔ عداوتیں۔ جذبات ہیں۔ اور ہر چیز میں مختلف ہوں واقعی عجیب ہے۔ کہ اس بحث پر آخری رائے کچھ بھی ہوں مسائل سے جہاں تک میں واقف واضح و یقین نہ نہیں ہوئے ہیں کہ کن وجوہات کی بنا پر یہ چوناک

لغات اور مسلسل قتل عام وجود میں آئے۔ اور اس کے پہلی محرکین اعظم کون تھے
 میں یقین کرتا ہوں۔ کہ میران عدالت میرے ساتھ متفق رائے ہوں گے کہ ہماری
 تفتیش ایسے سوالات کا صاف اور مکمل جواب نہیں دیتی ہے۔ اور کیوں نہیں دیتی
 میں سمجھتا ہوں کہ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ مختلف مقامات و منہجیات سے
 لوکل تحقیقات کے ذریعہ شہادت بہم پہنچانے میں ہم قاصر رہے۔ جو لاریب کئی
 جگہ میسر آ سکتی ہے۔ تاہم اس نقطہ نظر سے ہیں امید کرنی چاہئے۔ کہ ہماری جد
 جہد بے نتیجہ یا غیر مفید نہیں رہے گی۔ اور اگر ہم خود کو پوری کامیابی کیلئے مبارکباد
 نہیں دے سکتے۔ تو بھی ہمیں اس کے قریب تک پہنچ جانے کا یقین رکھنا چاہئے
 میں خیال کرتا ہوں کہ بعض لوگ بغیر اس نتیجہ پر پہنچنے کہ سازش اس عدالت دہلی
 کی پرورش یافتہ ہے ان طویل کا ردوائیوں کو پڑھتے رہیں گے۔ ظاہری طاقتور
 نمائش گاہ میں یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ ان فرضی بادشاہی کے مالک کو اسلامی
 نقشب نے سرفہ اور اپنے مذہب کا پر شوکت ستارہ سمجھا تھا۔ ان سے اب
 تک لاکھوں کی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ جنہوں نے ان کو منہج عورت سمجھ رکھا
 تھا۔ علاوہ انہیں یہ صرف مسلمانوں کے جامع نہیں سمجھے گئے ہیں۔ بلکہ ہزاروں
 دوسروں کے سر تاج بھی رہے ہیں۔ جنہیں مذہبی نقشب کی وجہ سے ایک ہی
 مرکز پر لانا قریب قریب ناممکن تھا۔ ایسے معاملہ پر پوری طرح روشنی ڈالنا ایک
 روز یا ایک ہفتہ کا کام نہیں ہے۔ وقت، رازدہائے سرستہ کا منظر اعظم شیک
 ایک نہ ایک روز ان جہتوں کو عیاں کر دے گا۔ جن میں سے ایسا بدکرداری و خرابات
 کا دریا بہا ہے۔ لیکن اس وقت ہمیں صرف ان معاملہ سے پریشان نہ کرنا چاہئے جو
 ہماری موجودہ تحقیقات رونما کرتی ہیں۔ امیدیں کے رستہ سے ہٹ کر ان کو
 معلوم ہو گئے ہیں۔ لیکن عجیب غریب نہ کرنی چاہئے۔

حصہ ہے جس پر میں نظر ڈالنی چاہتا ہوں۔ لیکن واقعات کا محل بیان شاید پیرس ہذا کی ابتدائیں سوزوں ہوگا۔

لہذا مجھے بیان کرنا چاہیے کہ نمبر ۳ کیولائی کے سواروں و نان کمیشنڈ امیران جنہیں گذشتہ مئی میں کارٹوسوں سے الٹا رکرنے کی پاداش میں میرٹھ میں جیل کورٹ مارشل کی رو سے سزا دی گئی تھی۔ ان کی مجموعی تعداد ۵۰ تھی۔ ۹۔ مئی کی صبح انہیں سزا سنائی گئی۔ اور پریڈ کے میدان میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور ۱۰۔ مئی کو بوقت شام میرٹھ کی ٹینوں رجمنٹوں نے بغاوت کی جو اس روز شام کے ساڑھے چھ بجے سے شروع ہوئی۔ اس دوران میں میرٹھ کی بغاوت کرنے والی فوجوں کے درمیان جوان سے آخر میں مل گئیں۔ تباہ کن میلاٹ کے لئے ۶ گھنٹے تک کی ہمت ملی تھی۔ یہاں سے وہاں تک سفر کرنے میں ایک کوچ گاڑی کے لئے ۶ گھنٹے کا وقفہ درکار ہے۔ اور باغیوں نے طرفین میں گفت و شنید کر کے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ میں کپتان ٹٹلر کی شہادت کو پیش کرتا ہوں۔ کپتان موصوف کی شہادت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ میرٹھ سے اتوار کی شام کو سپاہیوں کی گاڑی آئی اور اس میں باغی ہی تھے جو پیدل رجمنٹ نمبر ۳ میں گئے تھے۔ بیشک سپاہیوں کو ان کے بلوائی احباب مناسب مہماں نوازی کے لئے خبر دینے آئے تھے۔ اور گوہارے پاس یقینی شہادت نہ بھی ہوتا ہم اس پر خیال کیا جائے کہ صرف اتوار کی شام ہی ان سازشوں کی کونسل کرتے کا پہلا موقع نہیں تھا۔ بیشک ہمارے پاس درج ہے کہ میرٹھ میں باغیوں کو کورٹ کی سزا دینے کے قبل ہی یہ جوش پھیلا ہوا تھا کہ اگر مجرب کارٹوسوں کا استعمال برا بھلا ہی رکھا گیا اور میرٹھ کی فوجیں مل کر علم بغاوت بلند کریں گی۔ اور یہ انتظام تھا

تک آئے ملنے میں مترجم

پچھتر اور قابل یقین ہو چکا تھا۔ کہ اٹار کی شام کو قلعہ کے پھاٹک واسے سپاہی بھی اپنے خیالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکے۔ اور بے دھڑک ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ کل واقعہ کے معقول اور بے بنیاد الزامات کا توازن کرتے وقت یاد ہے کہ میرٹھ کی تینوں رجمنٹ کے میگزینوں میں کوئی ایک بچہ بکار توں بھی نہیں تھا۔ اور جہاں تک مجھے خبر ملی ہے نہ دہلی میں تھا۔ خیال رکھئے کہ ہندوستانی سپاہی بذات خود حسب ذیل معاملات میں شاید سب سے زیادہ واقف تھے۔ چاند ماری کرنے کے لئے میگزینوں میں کار توں قدیم سے بنتے چلے آتے ہیں اور بنانے والے خود ان کے اپنا کسے جنس ہم مذہب اور ہم عقیدہ لوگ تھے۔

پس بالکل ناممکن تھا کہ میگزین کی کوئی بات ان سے پوشیدہ رہتی۔ اور رجمنٹوں کے خلاف جو کار توں بنایا کرتے تھے۔ اگر فی الواقع ایسا ہوتا۔ تو فوراً سب پر ظاہر کر دیتے۔ دراصل قابل اعتراض کار توں (اس سے میرا مقصد وہ کار توں ہیں جن سے ہندو یا مسلمانوں کے مذہب کو صدمہ پہونچے) خود ان کی رجمنٹوں کے میگزینوں میں بنائے جاتے تھے۔ اگر کوئی مشتبہ بات ہوتی۔ تو خود ہندوستانی کاریگر بنانے سے انکار کرتے۔ مگر سب سے بڑھ کر تو یہ بات ہے کہ مسلمانوں کی کوئی ذات اس میں نہیں ہے۔ مسلمان سڈر کے گوشت کو بھی چھو لیں تو ان کے مذہب کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا ہے۔ چنانچہ وسط ہند کے مسلمان اس کی مثال موجود ہیں۔ ہمیں کا کون ہے جو روزمرہ ان مسلمانوں کو ٹیبل سروٹ (یعنی کالانڈر یا کھانا کھلانے والے) کی حیثیت سے کھائے اور پشتریاں لے جاتے نہ دیکھتا ہو جس میں سر یا وہی چیز ہوتی ہے جس کا کار توں میں حوالہ دیا جاتا ہے۔ بالفرض یہ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ کار توں میں سڈر اور وہ لے کر جاتی تھی۔ تاہم مسلمان سپاہیوں کے استعمال سے کوئی شرعی حجت لے لی ہو سکتی تھی۔

خانگی ملازمت کرتے ہیں۔ ان کھانوں کو جو ہماری میز پر آتے ہیں۔ لائے یا پکانے میں
مطلق احتراز نہیں کرتے۔ اس حالت میں مسلمان سپاہیوں کا اعتراض میں
نہیں ہے۔ مگر ان میں کاکوئی ذرا سی عقل و شعور والا شخص ذاتی اطمینان یا واقعیت
حاصل کرنے کے لئے تجسس کرے تو صحیح و غلط معلوم کر لے گا۔ کہ کیونکر ان کے مذہبی امور
کا تحفظ کیا گیا۔ کچھ قحوطے معزز مکتہ برس بے شک ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اور
اپنے بھائیوں کی عادت کو بڑا سبھا۔ لیکن ایسے آدمیوں کو ایسی بات کے لئے جواب محتاج
شہرت ہو تو شریح و ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس نتیجہ پر پہنچ جاتے
ہیں۔ جہاں غلطی کی گنجائش نہیں۔ میرٹھ یا دہلی میں ایسے کار توںوں پر مسلمان یا
ہندوؤں کو خوشی سے پاس رکھنے اور پھرتی سے استعمال کرنے میں اس وقت
بالکل اعتراض نہیں ہے۔ جبکہ ان کا مدعا اپنے انگریز انیسروں کو ہلاک کرنا ہے جیسا
کہ پورے طور سے ثابت ہو چکا ہے یا جبکہ بلوم سے جو آپ کے کٹھنہ میں ہیں۔
ملکر مہینوں اس طاقت سے برسرِ پیکار رہنا جس کی خرابی و خیر خواہی ان کے
شایان تھی۔ ان کا روایتوں کے درمیان میں بے شمار دور خواستیں آپ لوگوں
کی نظروں سے گزری ہیں۔ مگر عدالت کو حیرت ہے کہ کسی ایک میں بھی وہ بات نہیں
بیان کی گئی جس سے سپاہیوں نے ہمیں اپنی ناراضگی کا یقین دلایا ہو۔ ایک سو اسی
سے زائد دور خواستیں سر ممکن مضمون پر لکھی تھیں عدالت کے پیش نظر ہیں ایک پکانے
کے برتن سے لے کر چم کی باز یا فنگی یا گھوڑے کے پیر میں زخم تک ہیں۔ اور ہر ایک
دستخط شاہی کے لائیں خیال کی گئی ہے۔ لیکن اس آزادانہ خط و کتابت میں جہاں
انہوں نے اپنے خیالات کا عیاں نہ اظہار اپنے مقرر کردہ بادشاہ کے سامنے
صاف صاف کیا ہے۔ اور جہاں اپنے سابق آقا انگریزوں کے متعلق کوئی
جہالت اس کے اظہار خیالات کو باز نہ رکھ سکا۔ کتنا سبق

آسوز ہے۔ جبکہ ہیں ملعون دوزخی اور کفار کہہ کر یا دکیا گیا ہے۔ وہاں ہم اس گناہ کا پتہ نہیں پاتے۔ اور کوئی چربی کا داغ اس غنیر و فادار نہ برتاؤ پر لگا ہوا نہیں نظر آتا۔ بے شک ہم نے انہیں ان کے ذاتی مقصود پر پہنچا دیا ہے جسے ان کی بغاوت و معصیہ پر دازی کا ہم اصلی سبب گردانتے ہیں۔ ایسے ارتکاب جرائم جن پر انسانیت کا نپ افشٹی ہے۔ باہم ملکر بظالومی افسروں کی تحقیقات و جس سے انہوں نے اپنے آپ کو مبرا سمجھ لیا تھا۔ اور وفاداری و فرمانبرداری کی غیر مطلوب مزاحمت مجرب کارٹوس قرار دیدیئے تھے۔ صریحاً غلط ہے۔ اس ناراضگی کی کوئی ایک آواز نہیں سنی گئی۔ اگر واقعی ہوتی۔ تو ضرور ہر ایک دماغ میں چمک کھانے لگتی۔ ضرور ان کی غمخواری پر اثر ڈالتی۔ اور عذر خواہی ہوتی ان کے جرائم کی جنہوں نے انہیں رحم سے دور پھینک دیا۔ اس کو ان کی تقریروں سے مقابلہ کیجئے۔ جو انگریزی کانوں کو سنائی جاتی ہیں! مجرب کارٹوس جن کا استعمال سپاہی کی زندگی کو زنجیر مسلسل بنا دیتا ہے۔ انہیں ہمیشہ سامنے کر دیا گیا ہے۔ حقیقتاً اگر ہم اس معاملہ پر نظر غارت ہیں اگر ہم یاد دہانی کریں۔ تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ ان تینوں رجمنٹوں نے جنہوں نے پہلے بغاوت کی مردوں ہی کو نہیں بلکہ بے گناہ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا وہ کوئی ایک کارٹوس نہیں تھا۔ اور ہر ایک سپاہی اس سے کما حقہ آگاہ تھا۔ جب ہم خیال دوڑائیں کہ مجرب کارٹوس تھے۔ اور ان معصیہ پردازوں کے ہاتھوں انہیں استعمال بھی کرایا گیا تھا۔ تو کسی مسلمان کو کسی حالت میں بھی آہن مذہبی کی دے کہ ضرر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر ساتھ ہی اس کے خیال کیجئے کہ تمام اہل ہند کیا ہندو کیا مسلمان کیا انگریز سپاہی کو بھی جانتا ہے کہ ہندوستانی سپاہی اگر موقفی چاہے تو اس کے وقت بغیر تحقیقات یا کسی دوسرے کے قتل کر دیتا ہے۔ کافی وجہ ہیں۔ جن سے میسر نہ ہوتا ہے کہ کیا ان کو

حقیقی ناراضگی کی بنا پر کسی یا فرضی، خیال باطل، تعصب، شرارت، یا کوتاہ اندیشی کے خواب ہوں یا جو کچھ بھی ہو۔ تاہم جس سے انقلابیوں کو سالہ پڑتا ہے وہ مجرب کار توں ہیں۔ ان کے ترکش میں یہی ایک زہر آلود تیر ہے۔ کتنا سہل علاج تھا جس کے لئے نہ زیادہ علمیت کی ضرورت تھی۔ نہ کسی فلاسفر کو بتانا پڑتا تھا کہ وہ جس طرح ہو سکے موقوفی کی درخواست دیکر چلے جائیں۔

حضرات! اس اندوہناک مسئلہ میں آپ کس نتیجہ پر پہنچے۔ میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن ہر طرح عذر کرنے سے میرے خیال نے پی پیش کیا ہے اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مجرب کار توں سے بڑھ کر کوئی گہری اور طاقتور بات اس میں نہاں ہے۔

وہ مشنری جس نے متحرک ہو کر ایک ہی وقت قتل و بھارت کو ہندوستان کے ہر ایک گوشہ سے دوسرے تک مشتعل کر دیا۔ اگر دور اندیشی سے نہیں تو کامیاب ترین مکاری و غداری سے ضرورتاً رکی گئی تھی۔ اس مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں یاد پڑتا ہے کہ جہاں جہاں ہندوستانی فوجیں اپنے انگریز انصروں سے برگشتہ ہوئیں۔ وہاں کہیں بھی مجرب کار توں کا ہانا نہ قرار واقعی نہ تھا بلکہ

کثیر تعداد نے صریحاً یہ سمجھ کر کہ اب غدر کرنے کا خوشگوار موقع ہے۔ بغاوت کی چونکہ وہ سینکڑوں کی تعداد میں تھے اور حکام قلیل۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے ہولناک نتائج جیسے کہ یہ ہیں وقعتاً واقع ہوں۔ اور کیا دیسی فوج مسئلہ کار توں کی نمود کے قتل خوش رہتی تھی؟ کیا کوئی تصور کر سکتا ہے۔ وہ گہری اور وسعت خیز عداوت جس کے ہمیں سابق میں بھی کئی ثبوت مل چکے ہیں۔ فوری اور اچانک کر مشتعل ہو جانے کا نتیجہ تھی؟ کیا واقعات کی ذاتی صورت سے ہے کہ یہ عداوت صرف ایک اشتعال سے ظہور پذیر ہوا؟ یا ہندو

کی فطری عادات سے یا خیال کرنے سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ بدولت محقق تھے۔ اور بے سوچے سمجھے ان بے شمار فوائد کو جو گورنمنٹ سے پہونچ رہے ہوں۔ لاہور و اہی سے ایک طرف پھینک کر، یوں انسانی خون میں ہاتھ دنگے لگیں گے؟ یا اس سے سو اکیس یہ خیال کیا جاسکتا تھا۔ کہ میرٹھ کی تینوں جمنٹیں وہلی کی جمنٹوں سے مل کر ہندوستان سے گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کی ایسی اسم، اور ہولناک تدبیر کریں گی۔

حضرات! اگر ہمارے پاس بغاوت کی کوئی شہادت نہیں ہے۔ سازش سابقہ کی کوئی سند نہیں ہے۔ نہ سہی۔ میں جانتا ہوں کہ ہر ایک تسلیم کرے گا کہ غدر کی حالت نے خود میں بتا دیا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ ضرور تھا۔ خلقی اور خلقی دنیا میں ضرور کچھ نہ کچھ اسباب و وسائل ہوتے ہیں۔ لہذا کیا سال گذشتہ کی ہولناک فوجی کوجاہد آباد تک یا درپے گی۔ ہم کارٹوس کی زہر آلودگی سے زیادہ تحقیق نہیں کر سکتے۔ مسئلہ کارٹوس جس کی آڑ سے دس سی میٹرٹ یا دیگر معائنات میں غلط الزام لگایا جاتا رہا ہے۔ اب رفتہ رفتہ آسانی سے روشنی میں آ رہا ہے۔ کہینہ کہ بغاوت خود مضبوط و خفیہ ثبوت جمع کر رہی ہے اور باغیوں کی پچھلی مدافعتانہ کوشش نے جواب دیدیا، ان کا مطلب فوت ہو گیا۔ اور حقانیت اس کی جانشین ہوئی ہے۔

اگر ہم ان باغیوں کی حرکات و سکنات پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھ لیں گے کہ بالکل ابتداء سے مکاری اور خفیہ سازش ان پر منقش ہے۔ بطور مثال جب ان کے ۵۸ سہرموں کو ۹ مئی کی صبح کو ہتھکڑی ڈال کر ان کی موجودگی میں جیل خانہ بھیجا گیا۔ اس وقت کسی کے چہرے پر برہمی یا عصبہ کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔

ان وگن سے کہیں کہیں

ہوئی تھی۔ برہمن کی کوئی آواز یا کوئی فعل صادر نہیں ہوا۔ بلکہ زمین سے کسی نے ہمدردی کا بھی اظہار نہیں کیا۔ دراصل شکل و شبہا بہت سے میرٹھ کی پیدل رجمنٹیں قابل اعتماد تھیں۔ اور نمبر ۳ کی رائے بھی ایسے ہی وفادار نظر آتی تھی۔ یہاں کہ ان کی مذاہرہ سیر تھیں ہو گئیں۔ اور علاوہ بغاوت کرنے کا وقت آپہنچا۔ نمبر ۳ کی رائے کو بارہ گھنٹے کی قید کے بعد اس کے میگزین پر جانے کا اندر موقع ملا تھا۔ لیکن اس وقت دہلی کی سپاہ کو بھی پیش قدمی کرنے کے لئے تیار کرنے کا موقع نہیں تھا۔ کیونکہ میرٹھ میں تو موقع سے پہلے معاملات نے ترقی کر لی تھی۔ لہذا دہلی سے دوبارہ گفتگو کرنی اور گیارہ تاریخ پوم پیر کو ہونیوالے ڈراما کی اطلاع دینی ضروری تھی۔ کپتان ٹنلر کی شہادت ظاہر کرتی ہے کہ ایسا ہوا تھا۔ کیونکہ سپاہیوں کی بھری گاڑی اتوار کی شام کو میرٹھ سے آئے اور سیدھی نمبر ۳ ڈیپو پیدل کی لائنوں میں جانے کی کوئی دوسری وجہ سمجھنا سخت دشوار ہے۔

پھر ہم اسی وقت جو غدر کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ میرٹھ میں بھی سرکاری و عذاری کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ میرٹھ کی چھاؤنی نے سازشیوں کو قابل غدر اور دوی۔ کیونکہ دیسیوں کی لائنیں چھاؤنی کے اس حصہ سے جہاں انگریزی فوجیں رہتی ہیں۔ اتنے فاصلہ پر ہیں کہ اگر وہاں ہنگامہ دخل بھی برپا ہوا کھلم کھلا بغاوت ہو جائے تو بھی سنائی نہیں دے سکتی۔ یا ایک سے دوسرے کی نہیں متخوم ہوتی تھی تاہم ایک خاص طور پر اطلاع نہ کی گئی ہو۔ شاید افسروں نے سرکاری رپورٹ کا خیال کر کے اپنے سپاہیوں کی مفسدہ پروازی کو دبا دیا ہو۔ انگریزوں کو کارہ تو س لینے اور وسیلہ کا فاصلہ طے کر کے وہاں تک پہنچنے میں کچھ دیر تو ضرور لگے گی۔ ہر حال ڈیڑھ گھنٹے کے عرصہ میں ایسا اہم کام کر گزرا۔ واقعی حیرت ناک ہے۔ لیکن چونکہ ان کا کارہ اتنی شروع ہوئی۔ لہذا وجہ تاریکی ہو جانے کے انہیں

چنداں و شواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ تھا جو بیشک کیا گیا اور ہوا۔ اگر تیریل کے دیسی لائونوں میں پہونچنے پر تاریکی ہو گئی تھی۔ کوئی سپاہی موجود نہ تھا اور کوئی بات نہیں بتا سکتا تھا۔ کہ وہ کہاں چلے گئے۔ بہیم تفتیش سے معلوم ہوا کہ غداری کی تجویز کے باغیوں نے دہلی کی سیدھی سڑک اختیار نہیں کی۔ دس دس پانچ پانچ ٹولیاں بنا کر مختلف راستوں سے گئے اور ایک مقرر کردہ مقام پر باہم مل گئے۔ میرٹھ سے فوجی ترتیب میں روانہ نہ ہونا بیشک ان کی دوراندیشی پر مبنی ہے۔ مگر آگے بھی اسی ترکیب سے جانا بیشک ان کی کم نہی تھی جہاں کوئی انگریز ان کا مانع نہیں تھا۔ پھر ہم انہیں پوری فوج ہلکے پلے سے گذرتے اور قواعد داں سواروں کا ایک دستہ بطور مقدمہ الجیش روانہ کرتے پاتے ہیں۔

اب ہم ملزم کو جو ہمارے کھڑے ہیں ان سے ساز باز کرتے پاتے ہیں وہ پہلا نصب العین جس کی طرف وہ پلٹے وہ پہلا شخص جس سے انہوں نے التجا کی ہو چکی ہے کے فرضی بادشاہ ہیں۔ یہ دیکھ کر معمولی عقل والا بھی کہہ سکتا ہے کہ ان میں ضرور کچھ لڑکا ربط و ضبط تھا۔ کیا ہوا اگر ملزم کی شرکت بعد میں ہوئی۔

غدر کی ہولناک واقعیت بہت دشواری سے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا موقعہ دیتی۔ اگر ان کے خاص ملازمین ان کے قلعہ کے چہار دیواری کے اندر، اور تقریباً ان کی آنکھوں کے سامنے ہر ایک انگریز کے خون میں جے پائیں ہاتھ رنگنے کو نہ ڈرتے جب ہم یاد کرتے ہیں کہ ان میں سے دو خوب دن و رات کھڑے رہتے جہاں جہاں نے مسند پر کوئی نقصان نہیں پہونچایا تھا۔ اس میں ہم خونخوار و غیر فطری اثر کی خفیت سی جھلک دیکھ سکتے ہیں جو مسلمانوں کی سرشت میں جلی واقع ہوا ہے ورنہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ تعلیم جو نسل شاہی کے لئے باعث فخر ہو جس پر خوش مالی و فارغ البالی کی ہڈیاں نہ زندگی کا وار و مدار ہو۔ اس اور سے وسیع نظر رکھو۔

تمام احوال سے، جو انسانیت سے خارج کر دینے کیلئے کافی ظالمانہ ہیں۔ باز نہ کرتی، میں دریافت کرنے کے لئے بٹھرتا ہوں۔ کہ کیا عدالت میں ثابت ہو گیا ہے اور سالہا سال تک ہوتا رہے گا۔ کہ خاندان تیموریہ کے آخری بادشاہ اس بغاوت میں شریک تھے؛ اب حالات صاف صاف بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ قتل روزروں میں درجنوں تماشہ بینوں کے روبرکئے گئے۔ اور چھپا کر کرنے کی بھی ذرا سی کوشش نہیں کی گئی۔

اور بیان کیا جا چکا ہے کہ لازم کے خاص مصاحبین کے ہاتھوں واقع ہوئے ہیں۔ اور ان کے قلعہ کی چار دیواری میں جہاں کمپنی کی حکومت کے بمقابلہ ان کی حکومت، بالاتر تھی۔ ابھی میں خود نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کرتا۔ کہ ضرور یہ قتل لازم کی اجازت سے ہوئے۔ کیونکہ استدلال خفیت، عدالت اس معاملہ میں تسلیم نہیں کر سکتی۔ لہذا میں شہادت پیش کرنا بہ نسبت اس کے بالمشبہ خیال کرتا ہوں۔ یہ حکیم احسن الدفعاں ہیں۔ جو بٹھارہ رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ ”وقت مذکورہ پر وہ اور غلام عباس مختار عدالت بادشاہ کے پاس موجود تھے۔ جس وقت ان سے کہا گیا تھا۔ کہ سواروں نے مسٹر فریئر کو قتل کر ڈالا اور کپتان ڈگلز کو قتل کرنے کے لئے اوپر چڑھ گئے ہیں۔ اور کہاروں کی فوری فلاحی سے اس کی تصدیق ہو گئی۔ جنہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مسٹر فریئر کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ جن کی لاش دروازے کے پاس پڑی ہے۔ اور کپتان ڈگلز کو قتل کرنے کے لئے باغی سوار اوپر چڑھ رہے ہیں۔ بادشاہ کے غلاموں نے کیوں ہم سے مطالبہ کو چھپانے کی کوشش کی۔ کہ سانی سے سمجھ میں لاتے ہی ہے۔ حکیم صاحب نے اظہار کے آخر میں حصہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ اعلیٰ تر قانزادہ بادشاہ کا کوئی ملازم اس قتل میں شریک ہوا ہو پھر

کہا ہے کہ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ انہیں کس نے قتل کیا! بادشاہ کے طبیب خاص کا یہ بہانہ ہے جو اس موقع پر وصل کیا جانا مصلحت سمجھا گیا تھا۔ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ کس نے قتل کیا! وقت کے گزرنے میں ہیں ان افراد کو ڈھونڈھ لگانے اور ان کے نام تحقیق کرنے میں فدا وقت پیش نہیں آتی۔ کیا یہ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ خاص بادشاہ کے ملازمین قاتل تھے۔ پھر یہی معاملہ اسی شان اور خصوصیت سے اسی زمانہ میں شہر کے دیسی اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد میں ضروری نہیں سمجھا کہ ان لوگوں کی شہادت کو جنہوں نے خاطر خواہ اور صاف طور سے ثابت کیا ہے کہ بادشاہ کے ملازمین قاتل تھے بار بار دہراؤں کیونکہ ان کی شہادت بالکل سچی ہے تاہم ان میں کا کوئی بیان ضرور پیش کرنا چاہئے لہذا ذیل میں ملاحظہ ہو۔

مسٹر فریزر اس وقت ہنگامہ فرو کرنے کی کوشش میں بیٹھے رہ گئے۔ اور جب وہ اپنے کام میں مصروف تھے میں نے دیکھا کہ حاجی لوہار نے انہیں تنواری سے دوڑ کر لے کر دیا۔ اور اسی وقت بادشاہ کے ملازموں نے ان پر تلواریں ماریں حتیٰ کہ وہ بالکل مر گئے۔ مسٹر فریزر کے قاتلوں میں ایک حبشی بھی تھا اس کے بعد انہوں نے بالا خانہ پر حملہ کیا جب میں فوراً دوڑا۔ اور زینہ کا دروازہ بند کر لیا میں ہر طرف کے دروازے بند ہی کر رہا تھا۔ کہ ابنوہ جنوبی زینے سے چڑھ گیا۔ اور مسٹر فریزر کے قاتلوں کو اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ کھول دیا یہ لوگ فوراً ان کمروں میں گس گئے۔ جہاں صاحب یعنی کپتان ڈگلس مسٹر جینرین مسٹر جینکس اور دو جوان لیڈیاں تھیں۔ انہوں نے حملہ کیا۔ اور سب کو قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر میں زینہ سے نیچے بھاگا۔ جو جہی میں نیچے پہنچا۔ مجھے محمد بادشاہ کے قاصد نے پکڑ لیا اور پوچھنے لگا۔ کہ بتاؤ کپتان ڈگلس کہاں ہیں تم لوگ نے انہیں دیا ہے۔ وہ مجھے زبردستی اپنے ہمراہ اوپر لے گیا۔ میرے ہاتھ

صاحبوں کو قتل کیا ہے۔ کپتان ڈگلز کو میں نے دیکھا کہ وہ نیم جان تھے۔ محمدو نے بھی دیکھا۔ اور ان کی کھوپڑی پر لکڑیاں مار مار کر ہلاک کر ڈالا۔ یہ ثابت کر کے کہ ان لیڈیوں کے قاتل بادشاہ کے ملازمین تھے۔ ہم پھر حکیم احسن اسد خاں کی شہادت کی طرف واپس ہوتے ہیں۔ مزم کو اطلاع ہونے کے بعد انہوں نے جو چارہ جوئی کی وہ اپنے قلعہ کے دروازے بند کرنا تھی۔ ہم طبعاً دریافت کرتے ہیں کہ کیا قاتلوں کو فرار ہونے سے روکنے کے لئے وہ بند کئے گئے تھے؟ شہادت صاف ثابت کرتی ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ پھر حکیم صاحب کا اظہار دیا گیا۔ جہاں وہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ بادشاہ نے کوئی تفتیش نہیں کی۔ اور مجرموں کو سزا دینے۔ یا مقتولوں کو بچانے میں کوئی کارروائی نہیں کی۔ پھر کہیں نہیں کی۔ اسے اس زمانہ کے ہنگامہ و حیرانہ شوب ہونے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً اگر بادشاہ کا اپنے ملازموں پر کچھ بھی اختیار نہ رہا ہو۔ تو بھی مجرموں کو فی الفور نہ پر عدل لاکر انہیں سزا اختیار قائم کرنا ممکن وسائل میں سے ایک تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا۔ اور یہ قیاس سے سمجھ جاتے ہیں کہ مزم کے ملازمین کے یہ افعال گوان کے خود حکم کردہ نہ ہوں تاہم حقیقت میں ان کی منشا کے موافق تھے۔ پھر آگے چل کر دیکھتے ہیں کہ کوئی ملازم شخص اس وجہ سے کبھی برطرف نہیں کیا گیا۔ نہ کچھ ذرا سی تفتیش و تحقیقات کبھی کی گئی۔ گواہ سے سوال کیا گیا تھا۔ جن کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ نے قاتلوں کی تنخواہ و ملازمت جاری رکھی۔ اور جیسا کہ ہم پڑھ آئے ہیں۔ اس روز کے اخبارات نے بادشاہ کے اظہار کے برخلاف خبر دی ہے۔ کیا اب بھی سوال کرنا باقی رہ گیا ہے۔ کہ آیا انہوں نے بادشاہ نے ان افعال کو خود جان بوجھ کر کرایا۔ و یا کیا تھا۔ یا نہیں؟ مجھے بتانا لازمی نہیں ہے کہ اس جرم پر کون سا قانون عائد کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ ایک اعلیٰ تر قانون بھی ہے جو انہیں رہا کر سکتا ہے یا خطا وارہ ٹھہرا سکتا ہے۔ وہ قانون ضمیر ہی

اور اور کی ہے۔ یہ قانون ہے جو میرا ہر ایک سامع لگا سکتا ہے۔ جو لیگل کوڈ یا
ملٹری پبلیشین کے انفصال سے بدرجہا بڑھ کر خطرناک مفیدہ اپنے ہمراہ لئے
ہوئے ہے یہ وہ قانون ہے جو لوکل کانسٹیٹوشنوں، یا انسانی کونسلوں، یا مذاہب کا
ساختہ پروا ختم نہیں۔ یہ وہ قانون ہے جسے دست خالق نے انسان کے قلب میں
رکھ دیا ہے۔ اور کیا وہ قانون اس جگہ علیحدہ ڈالا جاسکتا ہے؟

شاید اب وقت ہے کہ ہم اپنے خیال کو میگزین کی طرف پلٹائیں کہ وہاں کیا
ہوا ہے۔ اور باعینوں کی دیگر کارگزاریوں اور کارروائیوں کا پتہ لگائیں۔ کپتان فارسٹ
نے ہم سے کہا ہے کہ صبح کے ۹ بجے تھے جبکہ میرٹھ کی ہندوستانی فوج سنگینیں تھیں
پکڑے ہوئے فوجی ترتیب میں لب عبور کر رہی تھی اور آگے آگے رسالہ تھا۔ پیچھے پیادہ
اس کے پورے ایک گھنٹے بعد یا کچھ پہلے نمبر ۳۰ ویسی ہیدل کا صوبہ وار، جو
میگزین کے کارور محیط تھا۔ کپتان فارسٹ کے پاس آیا۔ اور خبر دی کہ بادشاہ
دہلی نے میگزین پر قبضہ کرنے کی غرض سے ایک دستہ روانہ کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے
کہ تمام انگریزوں کو قلعہ میں لایا جائے اور اگر انہوں نے منظور نہ کیا تو کوئی بھی
میگزین کے باہر نہ نکلنے پائے۔ کپتان فارسٹ کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی دستہ
فتح کو تو نہیں دیکھا۔ البتہ جو شخص یہ پیام لایا تھا وہ کھڑا تھا۔ اور وہ ایک خوشنوش
مسلمان تھا یہیں خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ کا ایک دیسی
افسر زبردست گارولیکر یا جو بادشاہ کے ملازم سپاہیوں پرستل تھا اور جوانی پریاں
پہنے ہوئے تھے۔ مذکورہ بالا افسر صوبہ دار و نان کمیشنڈ افسران سے کہنے لگا کہ بادشاہ
نے مجھے تمہاری مدد کے لئے روانہ کیا ہے تاکہ تمہارے فرائض منصبی پوری طرح سے ادا
ہو جائیں۔ ہم پھر دیکھتے ہیں کہ کتنی بھرتی اور چالاکی سے گرفت میگزین کا یہ اہم ترین
مسئلہ حل کیا جاتا ہے۔ اب کیا یقین کر لیا جائے کہ یہ فوری سیاری اور

یہ عجلت آپ حکم حکم شاہی تھا۔ یا ان کی تجویز چہتوں نے کورٹ قائم کیا تھا؟ ان لوگوں کی طرف اس قسم کی کوئی بات منسوب کرنا گویا انہیں صاحب فہم و ذکاوت مان لینا ہوگا۔ حالانکہ یہ شخص مافوق الفطرت انسان ہی کا خاصہ ہوتا ہے۔ تمام دکنال ترقی و فحشاء کے تجویز چلا کر کہہ رہی ہے کہ یہ تجویز پیشتر کی سڑے شدہ اور کئی افراد کے عرصہ تک خور کرنے سے بنی ہے۔ یہ سمجھنا بہت دشوار ہے۔ کہ کوئی بھی جو قبل از وقت اس راز سے واقف نہ ہو۔ پھر وقت پر قرار واقعی اور مناسب کام اس کی تکمیل کے لئے اختیار کرے، احکم کی ضرورت شدید اور عظمت مقاصد کو یاد رکھتے پھر ساتھ ہی آپ مستحکم وجوہات و دلائل کو پیش نظر رکھتے جو کوتاہ اندیشوں کے ہاتھوں ایسی مہم کے عجلت سے سر ہونے کے خلاف صفا لبتہ ہو گئی۔ درحقیقت بادشاہ کو غوغا و خشکیوں نے اپنے زمرہ میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی کوئی تحریک یا خوش آئند سانحہ کا سہرا باغ جو انہوں نے بادشاہ کو دکھا یا ہو وہ اس خطرہ کے مقابلہ میں جس میں انہیں ضروری پڑنا تھا۔ بالکل بے وقت تھا۔ اس نازک معاملہ میں چکر گرا انہوں نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی زندگی کو مضحک خطر میں ڈال لیا۔ اور کس لئے؟ تاج کی امید و ہوم جس کا یقین کسی غیر معمولی وجہ یا خفیف ترین خیال نے پیدا کر دیا ہو۔ دراصل وہو کہ تھا۔ ایک عصائے شاہی کا تصور تھا۔ جو گرفت میں آکر نکل گیا۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا ہم خیال نہ کر لیں کہ اس ناتوان اور کانپتے ہوئے بوڑھے انسان نے موقع پا کر اپنی آرزو پوری کرنی چاہی؟ اور فوج کو بہ عجلت تمام سیگرن کی طرف روانہ کر دیا۔ تاکہ اپنا ارادہ پورا کر سکے یا اگر دانائی و سازش سابقہ بادشاہ یا ان کے لواحقین کی ریشہ دوانی نہیں تھی تو کیا ہم اس ضعیف الاعتقاد کی اور اختراہ سینہ خواہوں پر محمول کریں جس میں حالات کا انکشاف ہوا اور جو اس سے بہتر کسی زائد تہ تحریک

سے عوام کے دل نشین نہیں ہو سکتے تھے۔

عدالتِ عذا کے روبرو ہم سب نے خواب کا واقعہ سننا تھا کہ ایک
گولہ مغرب کی طرف سے نمودار ہوا جس کے ساتھ ہی سیلابِ عظیم تمام
زمین کو پامال کرتا ہوا آیا لیکن اس کی لہروں پر قدیم خاندان شاہی
پستور قائم تھا۔

یہ خواب جن عسکری نے بیان کیا تھا جس سے پیرزادہ کا مقصد یہ تھا کہ
اگر نیکو کار کی تباہی و بربادی شاہِ ایران کے ہاتھوں ہو تو الٹی جتنی جہلنت ہند کے مورث
اعلیٰ کو بخش دینے والا تھا کیا یہ اس لئے مشہور کیا گیا تھا کہ ان ایشیائی سرسبز زمینوں
میں سنی پیدا ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ سوائے مشرقی زمین کے اور کہیں ایسے
ادبام ان نظروں سے نہیں دیکھے جاتے۔ لیکن حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ فوجی
بغاوت میں یہ خیال پوشت تھے۔ اور ہزار ہا ہتھیوں کو بربائی پر آمادہ کرنا موجب
رہے ہیں میگزین پر فوری حملہ کرنا صرف سپاہیوں کی سازش نہیں کہا جاسکتا بلکہ
بادشاہ کی فوج کا پہلے قبضہ کرنے کی کوشش کرنا۔ اور فوجی قواعد و اصول میں مطلق
لغزش نہ ہونا عیاں کرویتا ہے کہ ایسا حکم دینے والی اور ہی طاقت تھی۔ اس وقت
وہاں کوئی بے چینی نہیں تھی۔ شور و غل نہیں تھا۔ لوٹ مار کی مطلق کوشش نہیں کی
گئی۔ نان کمیشنڈ امیران متفرق دروازوں پر گاروئے متعین تھے۔ جبکہ دوسرا
گروہ مزدوروں کے انتہام میں تھا۔ جو میگزین کی اشیاء ابر نکل رہے تھے بے تیزی
کا قواعد و احکام میں اتنے جلد مہل ہو جانا کیا خود بخود ہو گیا؟

کیا بادشاہ اور ان کے سرکاری امیروں نے حالاتِ حاضرہ کا پہلے ہی سے پورے
نہ دیدیا تھا؟ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ اسے صاحبو کیا بادشاہی فوجیں بغیر کسی قسم کا حکم پائے
ہوئے خود بخود ایسے اہم کار کے لئے تیار ہو گئیں۔ اگر میں بادشاہ کی ذاتی اجازت کا

پتہ لگانے میں کامیاب نہ ہوا ہوں تو مجھے یقین ہے اور شہزادہ جوان بخت کی یا وہ
 کوئی صاف ظاہر کرتی ہے کہ بروز پیر ۱۱ بجی کو گزرنے والے واقعات کا علم بائراہل
 قلعہ کو ضرور تھا۔ جوان بخت کو انگریزوں کے زوال پر اس قدر خوشی ہے کہ وہ اپنے
 جذبات کو چھپا نہیں سکتا۔ میرا مقصد صاف طور پر وہ باتیں بیان کرنا ہے جنہیں
 میں صحیح سمجھتا ہوں۔ یعنی سازش ابتداء ہی سے سپاہیوں تک محدود نہیں تھی بلکہ
 اس کی شاخیں قلعہ اور شہر میں بھی تھیں۔ کیا وہ قتل جن پر ہم غور کر رہے ہیں حقیقت کو
 مستحکم نہیں کرتے؟ ہمارے پاس مستند شہادت ہے کہ گیارہویں اور بیسویں سپاہیہ جنت
 کے باغی، میکین اڑائے جانے کے قبل اس چمکے اور ہولے اور سیڑھیاں لگا کر چڑھنے
 کی کوشش کرتے ہیں اور اسی وقت گورنمنٹ کے بدخواہوں کی جماعت میں سب سے
 پہلی صورت جو ہماری نظروں سے دوچار ہوتی ہیں وہ بادشاہ ہی ہیں، اس کے
 بعد انہیں مخفی رہنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور وہ جتنی بجاوت میں
 بید ہرک اتر کر سیلاب کی بدست آگے بڑھے چلے جاتے ہیں اور حکومت ہند کا
 تصور کرتے ہیں جبکہ دفعتاً مد و جزران کی امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے اور تودہ
 ریگ پر لائیکتا ہے۔ میں لائنٹ ولف بائی کی طرف رجوع کرنے کے لئے ایک سکند
 ٹھہر جاتا ہوں اور ان جیسے ہمارے شخص کے لئے جس نے میکین کی اس لا تعداد
 فضولیات کے مقابل جس کے سپرد تمام میکین تھے۔ اسے اتنے عرصہ تک قابو میں
 رکھا۔ ایک شخص سخت تشویش میں پڑ جاتا ہے کہ کسے نظر استیجاب دیکھے ہکیا فرست
 اور دانشمندی کو جس نے ایک نظر میں اس کے اڑا دینے کی ضرورت محسوس کی اور
 مناسب انتظام کر دیا۔ یا جا بجا زائد استقلال کو جس سے آخری قربانی چڑھائی گئی۔
 اس مردانگی کو انصاف سے دیکھنا مورخین کا دلچسپ فرض ہو گا میں اس پر چلتے
 چلے صرف سراسری ایک نظر ڈال سکتا تھا کیونکہ دیگر حالات پر بہت کچھ بحث کرنی ہے

جن کا موجودہ کارروائیاں سے بہت گہرا تعلق ہے۔ وہی کامیگزین اٹلے ہی بغاوت کے سبب عظیم کے روکنے کی ہر ایک امید مٹ گئی اور انگریزی جماعت جو کچھ پہلے برسر اختیار تھی۔ اب مخدوش حالت میں گھر گئی۔ اور جان بچا کر ایک کاغذ پر ہو گیا۔ وہی بالکل بد معاشوں پر چھوڑ دی گئی۔ جنہوں نے ۲۴ گھنٹوں کے مختصر وقت میں اپنے اوپر جرائم کے ایسے بھاری داغ لگائے جن سے یہ مشکل زمانہ سلف کی سیہ کاریوں کی فہرستیں مساوی ہو سکیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ خود اس عظیم ڈراما کے اکیڑ بن کر رہے ہیں جس کے تماشین انگریز و یورپ کے ہیں زیادہ تعداد میں ہیں۔ وہ ڈراما جس کے مناظر کو تہذیب و تمدن کی مخالف قوتوں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھا۔ شہادت بنا رہی ہے کہ اسٹی کی سہ پہر کو بادشاہ دیوان خاص میں آکر کسی پر بیٹھ جاتے ہیں اور سپاہ و افسران، ہر ایک کے بعد دیگرے آگے آکر سروں کو خم کرتا ہے اور ان کا ہاتھ اپنے سر پر رکھوانے کی درخواست کرتا ہے۔ بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک جو جی میں آیا کہتا ہوا وہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ گواہ غلام عباس لازم کے مختار خبر دیتے ہیں کہ بادشاہ کے سپاہیوں کے سروں پر ہاتھ رکھنے سے یہ محسوس ہے کہ وہ ان کی خدمات فرمانبرداروں کو قبول کرتے ہیں۔ گواہ پھر آگے بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ انہیں بادشاہ کے عنان حکومت لینے کی باتا وعدہ منادی کا تو علم نہیں ہے لیکن شاید بغیر انہیں تسلیم ہوئے ایسا ہو گیا ہو۔ البتہ بادشاہ کا اختیار غدر کے روز ہی سے قائم ہو چکا تھا۔ اور اسی شب کو اکیس توپوں سے سلامی دی گئی تھی۔

یہ واقعات ہمیں جرم گنہانے کے لئے کافی ہیں۔ اور شاید اب ان تواریخ کا چنداں لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ جن میں یہ فراہم ہوتے رہے ہیں۔ محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ وہی پر پہلا جرم یہ ہے کہ برٹش گورنٹ ہند کے نیشن خوار ہونے

کے باوجود انہوں نے ۱۰ مئی سے یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان البتہ انڈیا کمپنی کے ملازم سپاہیوں کو محمد نجف خاں صوبہ دار رحمت کوپ خانہ اور دیو کی کشتیڈ انسران کو حکومت کے برخلاف بلوہ و بغاوت کرنے کی ترغیب دی اور بھڑکایا۔ جو دہلی میں ہوئی تھی۔ میں شہادت کا دسواں حصہ بھی جو جرم قائم کرنے کے لئے ہے۔ عدالت کے روبرو پیش کر کے اسے وق کرنا نہیں چاہتا۔ مسٹر سائڈرس قائم مقام کمشنر اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے واضح کر دیا تھا۔ کہ کن وجوہات سے بلوہ برٹش گورنمنٹ ہند کے پیش خاں ہوئے یعنی ان کے دادا شاہ عالم مرہٹوں کی قید شدید میں تھے۔ اور جب ۱۸۵۷ء میں سلطنت انگلشیہ نے انہیں سست دی تو شاہ عالم نے برٹش گورنمنٹ کی حفاظت میں آنے کی درخواست کی۔ چنانچہ انہیں حفاظت میں لے لیا گیا۔ اور اس وقت سے فرمیں باو شاہان دہلی گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا سمجھے جاتے تھے پھر جہاں تک اس خاندان کا تعلق ہے معلوم رہے کہ کسی کو کسی قسم کی شکایت یا تکلیف نہیں تھی۔ اور ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ملازم کے جدا مجد شاہ عالم نے صرف تحت ہی کو ضائع نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ ان کی دہلوں آنکھیں بھی نکال لی گئی تھیں۔ اور وہ سچے سچے تم کے نظام کا شکار بنائے گئے تھے۔ اور قید شدید میں رکھے گئے تھے جبکہ لارڈ لیک نے انہیں آزاد کرایا۔ اور ان کی ابتر حالت پر ترس کھا کر ازراہ ہڈی فراخ دلی سے وطنیہ اور مرتبہ عطا کیا جو ان کے ہاشمینوں تک دستور باقی رکھی گیا حتیٰ کہ اس مارا سبیلین نے اپنے دانست انہیں پرارے جین کا وہ احسان مند تھا۔ اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوئے تھے۔

بلوہ اور محمد نجف خاں صوبہ دار کے درمیانی تعلقات کی شہادت پہلے خود جرم قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔ ملازم کی دستی تحریر ملاحظہ ہو۔

"ہنام غلام خاص لارڈ گورنر محمد سخت خاں صوبہ دار

مابدولت کی مہربانی ہو جو۔ جانو تم کہ نیچ کی فوج علاؤ الدین ہو چکی گئی ہے۔ اور اس کا سامان بار برداری نہیں رہ گیا ہے۔ تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ دوسرے سوار اور پیادوں کے پانچ یا سات دسے لیکر تمام سامان مذکورہ گاڑیوں میں لدوا کر علاؤ الدین پہنچا دو۔ آگے تمہیں ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ کفار کو آگے بڑھنے نہ دینا۔ وہ عید گاہ کے پاس پھڑپھڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر فوج بدولت فتح پائے اور ذخائر جنگ چھینے واپس ملٹ آئی تو بڑی رسوائی ہوگی۔ اور انجام الگ خطرناک ہوگا تمہیں اطلاع دی جاتی ہے اور ان احکام کو تم ضروری جانو"

یہ سمجھو کہ اس خط میں کوئی تاریخ نہیں ہے لیکن مضمون میں شک کی گنجائش نہیں کہ اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جس کی بنا پر پہلا جرم قائم کیا گیا ہے۔

جواب دہی پر میرے اظہار رائے کے کاشا بدیدہ بہترین موقع ہے۔ لازم نے محبان دیگر اشخاص کا دھیرہ اختیار کیا ہے جو ہمارے روبرو پیش ہو چکے ہیں۔ اور خود کو فخر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہڈر سے قبل کسی ایسے معاملہ کی خبر نہیں تھی۔ باغی سپاہ نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور پہرے قائم کر دیئے۔ اور وہ جان کا خوف کر کے دم بخور رہ گئے۔ اور کمرہ میں چپے لگے۔ باغی سپاہ نے مردوں عورتوں اور بچوں کو مقتید رکھا۔ انہوں نے عزت و سماجیت سے کمران کی جان بچائی اور تیسری مرتبہ بھی انہوں نے جان بچانے کی سعی المقدور کوشش کی۔ مگر مفید سپاہ نے ان کی بات کا مطلق خیال نہ کیا۔ اور ان بچاروں کو میرے حکم کے خلاف قتل کر ڈالا۔ اب خاص اعتراض یہ ہے کہ یہ بات صرف مشاہدہ ہی سے ناپائدار نہیں ٹھہرتی۔ بلکہ تحریری اور زبانی شہادت جو خواہ ان کے ملازمین کی یا غیروں کی دی ہوئی ہیں۔ بالکل اس کے برعکس ثابت کرتی ہیں

جواب دہی ستر پا صرف انجا و حاصی کی زرو وزی ہے۔ اپنے فاعل مختار نہ ہونے کا اظہار اپنے گناہوں کو دوسروں کے سر خطونے کی کوشش وغیرہ سے وہ جواب دہی پر ہے ان کی جواب دہی کے مخالف اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویزوں اور تحریروں سے یا ان کی خاص مہر و تختہ سے انکار تو نہیں کر سکتے تھے اور سوائے اس کے جاری ہی نہ تھا کہ وہ کہیں کہ ان سے جبراً لکھوائے گئے ہیں۔ اور وہ مہر بھی ثبت کرائی گئی ہے۔ صرف ایک بھنور جس سے وہ خود کو آزاد نہ کر سکے اور وہ بھی خاص اپنی ہی مرضی سے وہ مقبرہ ہمایوں کو جانا اور پھر چلے آنا بے بیشک انہیں بیان کر دینا چاہئے تھا کہ آخری بات اپنی خوشی سے کی ہے۔ کیونکہ اس کا امکان بہت دشوار ہے کہ وہاں بھی انہیں زبردستی لے جایا گیا ہو، اس وجہ سے کہ اگر سپاہی واقعی انہیں زبردستی لیجاتے تو ان کا اپنی مرضی سے واپس آنا بہت مشکل تھا۔ پس ہم ذیل کے دلچسپ الفاظ میں اس پر رائے دینی کرتے ہیں۔

جب باغی اور بلوائی سپاہ بھاگنے کے لئے تیار ہوئی تو میں موقع پا کر چپ چاپ قلعہ کے دروازہ سے نکلا اور جا کر ہمایوں کے مقبرہ میں ٹھہر گیا۔ کوئی خیال کرے کہ جب انہوں نے بلوائی سپاہ سے خود کو علیحدہ کرنا چاہا تھا۔ تو بہترین تدبیر یہ تھی کہ جس وقت وہ لوگ بھاگنے کے لئے تیار ہو رہے تھے یہ وہی میں ہی ٹھہر گئے ہوتے نہ کہ چپ چاپ قلعہ کے دروازہ سے دوسری جگہ نکل کر جانا۔ بہر حال میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ جواب کے فقرہ فقرہ کیوں اور اس پر تنقیدی نگاہ ڈالوں۔

میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے لئے میرا بہترین جواب یہ بتانا ہوگا کہ حبرائیم کتنے دلی اور باثبات ہیں۔ اور اس مقصد کے لئے میں پھر خود کو خطاب کرتا ہوں اور دوسرے جرم قرار داد کی طرف بڑھتا ہوں۔ جو پہلے سے ہی زیادہ مستند و صحیح ہے وہ یہ ہے کہ ”اے مئی اور نیم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان انہوں نے اپنے فرزند

مرزا مغل کو جو گورنمنٹ برطانیہ ہند کی رعایا تھا۔ دو گراہندگان شمال مغربی صوبجات کو جن کے نام معلوم نہیں ہیں۔ اور سپاہیوں کو جو سب کے گورنمنٹ کے رعایا تھے حکومت کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور اشتعال دلایا۔ اس الزام کے ثبوت میں اس قدر دستاویزیں اور شہادتیں کہ جن کا شمار کرنا بھی محکمہ دے گا۔ اخبارات نے مرزا مغل کا تقریر بطور کمانڈر انچیف، ان کی خلعت پوشی و دیگر معاملات متعلقہ کا چرچہ کیا ہے۔

اس سلسلہ پر زبانی شہادت بھی قوی ہیں۔ اور یہاں شدہ خط و کتابت بھی ظاہر کرتی ہے کہ مرزا مغل اپنے باپ کے فرزند اور شاہی علی کے بھائیوں کے نمبر قافلہ کے سالار تھے۔ میں موصوع کی خاطر مولوی محمد ظہور علی پولیس انسپکٹ گڑ کی عرضی کا تھوڑا سا اقتباس دیتا ہوں۔

مجھ پر جہاں پناہ بادشاہ!

مود بانہ التماس ہے کہ مرا سلسلہ شہادی کے احکام اس قصہ مخف گڑھ کے جملہ ٹھاکروں، چودہریوں، پٹھاریوں اور قاولان گدیوں کو سنادیئے گئے ہیں اور جوئی زمین نشین کرادیئے گئے ہیں۔ اور بہترین انتظامات قائم کر دیئے گئے ہیں۔ دیگر یہ کہ بموجب حکم آنحضرت پیادہ و سواروں کی بھرتی جاری کر دی گئی ہے اور انہیں سبھا دیا گیا ہے کہ اس ضلع کی آمدنی وصول ہونے پر انہیں الاؤنس دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ کچھ غازی تازہ مرتب کر کے نہ بھیج دیئے جائیں۔ غلام کو اطمینان نہیں ہو سکتا۔ لنگی۔ کرکولی۔ وچا و کلن عیسویہ مقامات کی نسبت عرض ہے کہ یہاں کے باشندے پُر آشوب وقت و کچھ کر مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ مرزا مغل ان کے فرزند و دیگر مختلف باشندگان دی و صوبجات مغربی و شمالی کو بغاوت پر آمادہ کرنے کے ثبوت میں کافی ہے جس درخواست کا میں نے

ذکر کیا ہے۔ اس کی نیت پر بادشاہ کا دستی قربان مرزا منگل کے نام ہے جس میں مرزا منگل کو فی الفور ایک پیادہ رجمنٹ مع افسران کے بھجوا کر روانہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ تاکہ عرضی دہندہ کی تجاویز آسانی سے پوری ہو سکیں اور انگریزوں سے لڑنے کے لئے پیدل اور سوار جمع کرنے میں دشواری نہ پیش آئے لیکن ایک اور درخواست ہے جو بوجہ دیر سے دستیاب ہونے تحریری دستاویزوں کے سلسلہ میں پیش نہ کی جا سکی۔ لہذا اسے یہاں درج کرنا ضروری ہے یہ امیر علی خاں فرزند نواب خراج پورہ کی طرف سے ۱۲ جولائی کی تحریر ہے اور حسب ذیل ہے:-

بمختور بادشاہ جہاں پناہ!

موز بائے عرض ہے کہ غلام حضور کے دربار شاہی میں حاضر ہوا ہے۔ جہاں دارانے و ربانی کی ہو۔ فدوی نے حضور کی خاطر جان قربان کرنے کے جوش میں آکر اپنا وطن چھوڑا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ رہا جبکہ مردود انگریزوں نے نصر شاہی ملک جس کے آسمانی ملائک پاسبان ہیں اپنی توپیں لانے کی جرات کی۔ غلام نے جب سے ہوش سنبھالا ہے فن سپہ گری میں شیر کی مانند نایکھا ہے۔ نہ مثل رو باہ کے جو اپنی جان کا خوف کرے۔ ۵

ہنگ اپنا شکار پہاڑوں کی چوٹیوں پر کرتے ہیں
گر مچھ اپنا شکار دریا کے کنارے گھاس لگے لیتے ہیں

فدوی عرض پر دوازہ ہے کہ اگر اس کی التجا قبول کر لی گئی اور اس جنگ کی ضروری تدابیر و آئین میں اس پر کچھ دوسہ کیا گیا تو حضور عالی کے اقبال سے صرف تین روز میں ان گورے چمڑے اور سپہ سخت لوگوں کو ایک دم قتل کر دے گا۔ یہ جب تھا۔ اس لئے عرض کیا۔ (ترقی اقبال و سلطنت کی دعائیں۔ بخدا جان سلطنت کو ورثت و سخت کلامی سے کہ سنا ہے)

”عرضی غلام امیر علی خاں والد نواب نجابت خاں رئیس خراجپور“

حکم شاہی پیشل کا بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔

مرزا ظہور الدین تحقیقات کی جائے اور سائل کو ملازمت دی جائے۔

متیسارجم یہ ہے کہ باوجود برٹش گورنمنٹ ہند کی رعایا ہونے کے اپنی
فرمانبرداری کا خیال نہ رکھ کر جو ان کا فرض تھا۔ ایسی شہنشاہی اس کے کچھ بعد سلطنت
کے خاتم ہوئے اپنے آپ کو بادشاہ دہلی شہر کیا۔ اور شہر دہلی پر خلافت قانون قبضہ کیا
نیز مرزا محل اپنے فرزند محمد نجات خاں صوبہ دار لودھیانہ و دیگر فسطہ پروانہ سے
سازش کی۔ اور ایسی تاہیم کنویر شہنشاہ باغی سلطنت ہوئے۔ اور گورنمنٹ سے
رٹلے کے لئے دہلی میں فوج جمع کی۔

پہلا جرم قائم کرتے ہوئے بنا دیا گیا ہے کہ لازم گورنمنٹ برطانیہ ہند کے پیش خاں
ہیں اور گورنمنٹ نے ان کی یا کسی ان کے اہل خاندان کی جاگیر و حکومت نہیں چینی ہے
بلکہ برخلافت اس کے انہیں ظلم و عنبرت سے نکال کر لاکھوں روپیہ و وظیفہ مقرر کر دیا۔
میرے خیال میں ایسی حالت میں ان کا فرض تھا کہ اطاعت شہری کرتا برعکس اسکے
ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی محن گورنمنٹ کو الٹ دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں غدر کے پہلے ہی
روز سہ پہر کو دیوان خاص میں بٹھیکر وہ باغیوں کے مجھے لیتے ہیں اور غام اخوت و سیاہی
کو جوڑتے ہیں۔ اس سین کو یہاں ہو ہو دکھانا شاید مشکل ہے۔ ایک کمزور کا پتا ہوا ضعیف العزم
انسان اپنے معریش باغیوں سے عصائے شاہی کو بکڑنا چاہتا ہے۔ جو اسکی نازاں
گرفت سے بالاتر ہے۔ وہ سن و تقاسمت سے حمیہ ہستی ایک شہنشاہ کی سلطنت
پر گندے مظالم اور قتل کی رحمت و برکت کے ذریعہ قابض ہونا چاہتی ہے اس پر
ایک دوسری کو جو قلب انسان پر ایک شان سے نازل ہوا کرتی ہے۔ مار کر اس
لغض سے لوث انسان نے ضرور خود کو ان وحشیوں کا نصب العین بنا لیا تھا۔ جو

چاروں طرف سے گھیرے کھڑے تھے!

یہاں کئی گواہ ہیں جو بلزم کی تخت نشینی کا اعلان مختلف ایام میں ہوتا ہوا سناتے ہیں۔ اور گمان غالب ہے کہ حقیقتاً ایسا ہوا تھا۔ اتنے بڑے شہر دہلی کے گلی کوچوں میں صرف ایک یا دو مرتبہ کا اعلان ہیبت شکر سے کافی سمجھا جاسکتا ہے۔ بلزم کے مختار تسلیم کرتے ہیں کہ بادشاہ کی حکومت ۱۱- مئی کو قائم ہوئی تھی۔ اور گلاب خبریں اس سے پوچھا گیا: کیا بادشاہ عذر کے ہوتے ہی فرار ہوا مشہور کر دیئے گئے تھے؟ تو جواب دیا کہ ”جی ہاں عذر ہی کے روز تین بجے قریب سہ پہر کے سنادی کر لائی گئی تھی کہ آج سے بادشاہ کی حکومت قائم ہو گئی۔“ اور جی لال بساطی دو سرگواہ بیان کرتا ہے کہ ۱۱- مئی کو آدمی رات کے وقت قلعہ میں توپوں کے ۲۰ فیر ہوئے تھے جس نے اپنے مکان میں سے آواز سنی تھی اور دوسرے روز دوپہر کو سنادی کر آئی گئی تھی کہ ملک بادشاہ کے قبضہ میں آگیا۔“ آخری فقرہ اس جرم پشٹل ہے کہ شہر دہلی پر ناجائز قبضہ کیا۔ لیکن اس جرم کے قائم کرنے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ ہمیں آگے چلکر بیان کرنا ہے کہ بلزم نے ۱۰- مئی اور یکم اکتوبر کے درمیان مرزا نعل اپنے فرزند اور نجد بخت خاں صوبہ دار راجپٹ توپخانہ سے سازش کی۔ اور دیگر نامعلوم حکمرانوں کو اشتعال دلا کر سلطنت سے بھڑکایا۔ اور لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔ مرزا نعل کسانڈر اپنی سفیر کر دیئے گئے تھے۔ اور عذر کے چند روز بعد ایک خاص سرکاری مجلس ان کے تقرر کو مشہور کرنے کے لئے نکالا گیا۔ جس گواہ نے بیان کیا ہے کہ ایسا ہوا تھا وہ جی لال بساطی ہے لیکن وہ صحیح تاریخ نہیں بتا سکتا کہ اس نے یہ کس روز دیکھا تھا۔ مرزا نعل کا تمام فوجی معاملات میں پورا اختیار رہا۔ جب تک کہ جنرل بخت خاں نہ آگیا جو گورنر جنرل وکٹوریٹرا خفیف مقرر ہو گیا تھا۔ اس کی آمد کی تاریخ یکم جولائی ہے اس کے بعد ہر دو کمانڈر انچیفوں کی شکریہ اور اختیارات کے لئے آپس کی تعین

قابل ملاحظہ ہے۔ چنانچہ ۱۷ جولائی کو مرزا فضل اپنے والد کو تحریر کرتا ہے اور ظلم و تباہی کہ اس روز اس نے فوج مرہٹہ کی اور انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے شہر سے باہر نکلا تو جنرل بخت خاں درمیان میں حائل ہو گیا۔ اور عرصہ تک تمام فوج کو بیکار رکھا رہنے دیا۔ اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ فوج کس کے حکم سے باہر آئی ہے اور پھر یہ کہہ کر کہ ”بغیر اس کی اجازت کے کہیں نہ جانا“ اسے واپس کر دیا ”مرزا فضل آگے کہتا ہے ”میرے حکم کے مسترد ہونے سے میرے امیروں کو بہت صدمہ ہوا لہذا آپ مفصل تحریر فرمادیجئے کہ فوج پر پورا اختیار کس کا ہے۔ اس خط پر کوئی حکم تو نہیں ہے جس سے پورا پتہ چل سکے لیکن نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مستحسن انتظام کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ ہم دوسرے روز ۱۸ جولائی کو مرزا فضل اور جنرل بخت خان کو باہم مشورہ کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ چنانچہ خط نہا جو مرزا فضل نے اپنے والد کو لکھا تھا۔ پوری وضاحت سے بیان کئے دیتا ہے۔ جو ۱۹ جولائی کا لکھا ہوا ہے۔

کل سے مکمل اور بچنے طور سے انتظام کر دیا گیا ہے جس سے غنیمت کو رات اور دن برابر نقصان پہنچتا رہتا ہے اگر علا پور کی طرف سے امداد مل گئی تو خدا کے حکم اور حضور کے اقبال سے یقین ہے کہ پوری فوج حاصل ہو جائے گی۔ لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ بریلی کے جنرل کو ہدایت کی جائے کہ وہ علا پور کی طرف سے آکر مدد دیں اور اس طرف سے کفار پر حملہ آور ہوں۔ اور فدوی اس طرف سے حملہ کرے گا۔ تاکہ دونوں فوجیں بالاتفاق تمام مروجہ کفار کو جہنم واصل کر دیں۔ مزید براں یہ ہے کہ علا پور کی سمت جانے والی فوج دشمنوں کی رسد کو بھی منقطع کر دے گی۔ وجہ جان کر عرض کیا گیا۔ اس خط پر حکم شاہی تحریر ہے ”مرزا فضل جو مناسب ہو انتظام کیا جاوے۔ پھر مرزا فضل نے بھی تحریر کیا ہے۔ ایک حکم بریلی کے جنرل کے نام جاری کر دیا گیا۔ تین ہفتیوں کا باہم مل کر مشورہ کرنا۔ اس سے عیاں ہے کہ تین دستاویزیں

اور میں جنہیں یہاں پیش کرنا ضروری ہے اور جو ہنوز عدالت میں پیش نہیں کی گئی ہیں ایک ڈرہزل سخت خاں کا ۱۶ جولائی کا اعلان ہے جس کا اقتباس اخبار "دہلی" اور وگزنٹ سے کیا گیا ہے۔

ان لوگوں کو جو شہر یا دیہات میں رہتے ہیں مثلاً مالکندار، زمیندار، وظیفہ خوار یا جاگیردار وغیرہ معلوم ہو جائے کہ اگر آمدنی کی طرح سے وہ ہنوز انگریزوں کے طرفدار ہیں۔ یا ان سے ملکر انہیں خبریں پہنچا یا کرتے ہیں۔ یا رسد دیتے ہیں انکا ایسا کرنا ناقابل معافی نہیں ہو سکتا۔ اس اعلان کیا جاتا ہے کہ تمام وہ جو ایسے ہیں پورا یقین رکھیں کہ جب پوری فتح حاصل ہو جائیگی تو بے تحاشات انہیں گزشتہ اور تازہ خطابات اور سطل شدہ آمدنی کا کافی معاوضہ جو موجودہ بدہاشی کی وجہ سے ناقص ہوا اور خاطر خواہ انعام ملے گا لیکن اگر حکام کے پہنچنے کے بعد بھی کوئی شخص انگریزوں کا طرفدار رہے گا یا خبریں وغیرہ پہنچایا کرے گا تو حکومت اسکو جیسا چاہے گی سزا دے گی چیف پولیس افسر شہر کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اسکی لپٹ پر ان تمام جاگیرداروں زمینداروں کے کو تھالیکر جو اسے علاقہ میں ہیں انحضرت کو واپس کر دیں۔

دوسری دستاویز بادشاہ کا حکم چیف پولیس افسر کے نام ہے مقررہ مورخہ

۲۶ ستمبر ۱۸۵۷ء وہ حسب ذیل ہے۔

ہمیں ہدایت کی جاتی ہے کہ شہر میں بذریعہ سادی اعلان کرادو کہ یہ مذہبی جنگ ہے اور صرف مذہب ہی کی خاطر کچا رہی ہے پس تمام ہندو مسلمان باشندگان شہر کو اور دیہات کے تمام اہل موضع اور ان کو جو شہر سے باہر رہے ہوں مقابلہ کر رہے ہیں یا کہیں اور انگریزوں

کی ملازمت کر رہے ہوں۔ خواہ وہ مشرقی صوبجات کے ہوں یا سکھ
ہوں، یا کدوہ ہمالہ کے نیپالی، ہدایت کیجاتی ہے کہ یہاں انگریزوں
ہماری ہندوستانیوں اور دیگر ممالک کے رہنے والوں کو ملنے والا اعلان
کہہ دو کہ خواہ وہ سکھ ہوں یا کوشستانی، ہندوستانی ہوں یا کسی اور ملک
کے ہندو ہوں یا مسلمان، دشمن سے بے ہراس ہو کر ادھر آجائیں
جب وہ یہاں آجائیں گے تو عمدہ خوراک ملا کر گی۔ اور انہیں اپنے
اپنے مذہب پر چلنے کی اجازت ہوگی۔ اور جو لوگ اس حق میں شریک
ہوں گے خواہ وہ فوجی ملازم ہوں یا نہ ہوں مال غنیمت میں سے ان
حصہ ملیگا۔ اور جو مال انگریزوں کا لوٹے گا ان سے کوئی نہ چھین سکیگا
اور اعلیٰ حضرت سے جو انعام ملیگا وہ اس کے علاوہ ہے۔

یہ کاغذ چوپیس نے پڑھا ہے۔ دفتر کی نقل ہے۔ اور حال ہی میں چیف
پولیس اسٹیشن سے دستیاب ہوا ہے اس پر امن مذکورہ کی اور شاہی اسٹنٹ چیف
پولیس آفسر کی مہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعینہ اعلیٰ فرمان کی نقل ہے۔ ایک
عدالت کے سامنے اس سے پڑھ کر مستند شہادت پیش کر سکتا و شواہد اب مجھے خیال
ہوتا ہے کہ تیسرے جرم کو پورے طور سے ثابت کر دیا جائے اور بے شمار بے ضرور
دستاویزوں کا بیان ختم کر دیا جائے۔ نیز یہ فرمان تیسرے جرم کے آخری حصہ
پر عائد ہوتا ہے۔

میں اب اپنا خیال اس جرم قرار داد کی طرف رجوع کرتا ہوں جو مامور
یہ الزام عائد کرتا ہے کہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء کے اقبل و ما بعد شہر اور قلعہ
میں ۴۹ نفر انگریز اور غلام انگریز جن میں خصوصاً عورتیں اور بچے کثرت تھے
اقتل کرایا۔ اور یا قتل میں حصہ لیا۔ جہاں تک ان منظوم قصوں کا تعلق ہے میں کچھ

بیان نہیں کرتا۔ واقعات خود عدالت پر واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اور وہ ایسے نہیں ہیں
 آسانی سے محو کر دیئے جائیں۔ اتنی سنگدلی و بیدردی جو عورتوں و بچوں کو
 اس خانہ میں سے لے جائے اور وہ بھی محض غلط فہمی پر باندہ ہی جوش جنوں میں ایسی بعید
 انسانیت بات ہے کہ قلب سلیم اس کے قبول کر لینے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتا
 ہے اس سانحہ پر الم کی حقانیت پر متفق رہیں قومی دلائل براہ راست شہادات
 ہی ہمارے خیالات پر کمپوں نہ زور ڈالیں۔ تاہم یہ حقائق اتنی آسانی سے تسلیم نہیں
 کئے جاسکتے جیسے متذکرہ بالا واقعات جن کے ثابت کرنے کے لئے میں اس جگہ آیا ہوں
 یہ بد نصیبانہ بلکہ بے دردانہ حالات اور زیادہ تشریح کے محتاج نہیں ہیں
 سب یہ بتانا رہ گیا ہے کہ لازم کو اس مفسدانہ خونریزی سے کتنا گہرا تعلق ہے اور
 میاں فرو قرار و اوجرم میں بتایا گیا ہے۔ کیا دراصل انہوں نے ان ۴۹ نفروں کے
 تل کرنے یا کرانے میں حصہ لیا ہے؟ میں اس موقع پر اس قانون سے فائدہ
 اٹھانا نہیں چاہتا جو سازش میں شریک شدہ تمام افراد کو ہر ایک فعل و تشنیع کا
 حصہ دار ٹھہرتا ہے۔ جو ان کے ہم جماعت سازشوں سے سرزد ہوئے ہوں گو یہ
 فعال ان افراد کی خوشی سے نہ ہوئے ہوں یا انہیں اس کی شیطانی اصطلاح نہ ہو۔
 چاہتا ہوں کہ ان عورتوں اور بچوں کی اموات سے لازم کی وابستگی کی ہر ایک
 حقیقت کو جدا جدا بیان کروں۔ میں ان کی گرفتاری کی شہادت، ان کے محبوس
 ہونے کا مقام، خوفناک مظالم جس کا وہ شکار بنے اور ظلم سے بدتر سلوک جو ان کے
 ساتھ کیا گیا۔ بیان کرتا ہوں۔

ابتداءً سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے حق میں کوئی نفاذ
 صادر ہونا ہے۔ پہلا شخص جس کی شہادت پیش کی جاسکے حکیم احسن الدخاں ہیں
 جب دریافت کیا گیا: کیا وجہ تھی جو اتنی انگریز محترمیں اور بچے قلعہ میں لاکر قید

کئے گئے۔ تو جواب دیا "باغیوں نے انہیں شہر اور شہر کے گرد و نواح سے گرفتار کیا تھا۔ اور انہوں نے اپنے رہنے کی جگہ قلعہ میں قائم کی تھی۔ ان کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے" آگے اظہار لینے سے وہ بیان کرتے ہیں کہ باغیوں نے ہر ایک قیدی کو اپنے زیر حراست نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اندر لاکر لازم کو طسلاخ کی گئی۔ اور انگریزوں کو باور چچیانے میں لے جا کر مقید رکھنے کا حکم ہوا۔ نیز یہ خیال کیا گیا تھا کہ وہ عمارت کشادہ اور وسیع ہے۔ دوبارہ سوال کرنے سے وہ جواب دیتے ہیں کہ بادشاہ نے خود باور چچیانے کو ان کے مقید کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ محض اس خیال سے کہ وہ عمارت کشادہ اور وسیع ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ لازم نے محض آدمی، عورتوں اور بچوں کے جھنڈ کو مثل گلہ مجبوس کرنے ہی کے لئے وہ جگہ تجویز نہیں کی تھی۔ بلکہ یہ بھی دیکھا تھا کہ ان کے خاص قلعہ میں ہے۔ اور ان کی مرضی کے موافق ہے۔ در صاف ظاہر ہے کہ انہیں اس جگہ کا بھی ذاتی علم تھا۔ کہ وہ کیسی ہے وہ اسے ایک وسیع و کشادہ عمارت کہتے ہیں۔ مگر یہ اصطلاح اس پر عائد نہیں ہو سکتی ہے اور جب برعکس مقاصد کے لئے مشغول کی جائے۔ تو مفہوم بھی عیاں اور ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جب حکیم حسن الدخان نے یہ شہادت دی تو میں اپنے شک کو رفع کرنے کی غرض سے خود اس مکان میں گیا۔ اور پیمائش کی۔ مکان چالیس فٹ طویل اور ۱۲ فٹ عرض اور ۱۰ فٹ بلند ہے۔ پڑانا اور سیلا پڑا ہوا ہے۔ اسٹرکاری نام کو بھی نہیں ہے اور بے بدتر یہ کہ وہ تاریک ہے، فرش نہیں۔ در پچ نہیں اور ہوا اور روشنی کا گزر ناممکن ہے اس میں صرف ایک روزن ہے۔ جو ایک چھوٹا اور بوسیدہ دروازہ ہے۔ لیکن اس میں سبز کڈویل کی زبان سے اس بیان کا داکر تاہوں۔

"ہم سب ایک کمرہ میں مقید تھے۔ جس میں صرف ایک دروازہ تھا اور کوئی اور کھڑکی یا روشندان نہیں تھا۔ وہ کسی انسان کے رہنے کے لائق نہیں تھا۔

اور خصوصاً ہمارے اتنے جہوم کے لئے تو بالکل ہی نہیں۔ ہم سب ہوا لینے کے لئے کھڑکی کے پاس مجتمع ہو گئے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اور اس کھڑکی کو بھی سپاہیوں کی وجہ سے بند رکھنا پڑتا تھا۔ جو بھری بندو قیں لے کر آتے اور بچوں کو ڈراتے دھمکاتے تھے۔ وہ ہمارے پاس آکر کہتے کہ اگر بادشاہ تمہاری جان بخشی کروں تو کیا تم مسلمان ہونے کو اور ہماری لونڈیاں بننے کو تیار ہو؟ لیکن بادشاہ کے مسلح نصاحین جو اس گارو میں تھے انہیں اس سے باز رکھتے اور کہتے کہ یہ سب بوٹی بوٹی کر دیئے جائیں گے۔ اور چیلوں کو دل کو کھلا دیئے جائیں گے ہمیں بالکل خراب کھانا ملتا تھا۔ صرف دوسرے بادشاہ نے اچھا کھانا بھیجا تھا۔ یہ بدلہ ہے اس خاندان کا جسے انگریزوں نے لاکھوں روپیہ بخشا! ایک گواہ نے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ ان کی مجلس میں بہت وسیع جگہ ہے۔ جہاں یہ عورتیں اور بچے رہ سکتے تھے۔ جس کے بعد کہتا ہے۔ اس میں ایسے ہتھ خانے ہیں۔ جہاں ۵۰۰ آدمی بھی چھپائے جائیں تو تپ نہ لگے۔ اور بلوائی بھی حرم سرا کے لحاظ سے وہاں نہ جاسکتے تھے۔ اور دوسرے گواہ کا قول ہے کہ قلعہ میں خالی مکانات کی کمی نہیں تھی۔ جہاں عورتوں اور بچوں کو آرام مل سکتا تھا۔ مگر انگریزی سخاوت سے مستفیض ہوتا ہوا ہے ان کے لئے ایک تنگ و تاریک فار منتخب کیا۔ جہاں ان کے ساتھ جھرمیل سے بھی بدتر سلوک کیا گیا۔ چنانچہ وہ سب محدود جگہ ہی میں رہتے تھے۔ اور شخص جو جی میں آتا انہیں کہتا تھا۔ قصر شہانہ اور وظیفہ سلطانی کا انگریزوں کو یہ بدلا ملا! احسن الدخاں اور مسنر آڈوئل کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ان معاملات کو بادشاہ کی ذات پر منسوب کرتے ہیں۔ اور متفق علیہ ہیں وہ معاملات جن پر صرف ترجمہ ہی سہول نہیں رہتی تھی۔ بلکہ تحریری احکام بھی وقتاً فوقتاً جاری ہوتے رہتے تھے۔ جیسا کہ عدالت پر غور و روشن ہو گیا ہے۔ تمام اہم معاملات

کے ذمہ دار وہی تھے۔ کیا اس میں اسب بھی کچھ شک ہے؟ بے شک تمام گواہان کی مستند شہادت اور ان کا تحریری جواب خود ہی ثابت کرتا ہے۔ کہ ایسا تھا۔ ہم بادشاہ کو قید خانہ تجویز کرنے کا ذمہ داریوں بٹھرتے ہیں۔ کہ قیدیوں پر ان کے مسلح محافظان امور تھے وہ بادشاہ ہی تھے جو انہیں خراب کھانا بھجواتے تھے۔ اور دوسرے اچھا کھانا دیا تھا۔ اور سپاہی پوچھتے تھے کہ اگر بادشاہ جان بخشی کر دیں تو وہ مسلمان ہونا اور لوٹیاں بننا قبول کریں گے۔ یہ بھی ثبوت ہے۔ اتنا پڑھنے کے بعد ان کے ایسا کہنے پر کون شبہ کر سکتا ہے۔ کیا کوئی ایسا بھی واقعہ گذرا ہے۔ جو یہ بتائے۔ کہ دوم نے کبھی ان کوئی عنایت عامہ یا مہربانی کی ہو؟ ان سے مہربانی بہت دور تھی۔ جب تک ان لوگوں نے جو قیدیوں پر بےید از انسانیت ظلم کرتے تھے تحقیق نہ کیا ایک مسلمان عورت کو بھی قیدیوں کے ساتھ بند رکھا۔ محض اس وجہ سے کہ وہ عیسائیوں کو کھانا پانی دیتی تھی۔ کیا سختی عناد کا اس سے بڑھ کر بھی کوئی درجہ ہے بیشک تلوار کی دھار ان لوگوں کو ایسے بڑے قید خانہ میں ”زب“ ”زب“ کر جان دینے سے زیادہ پیاری ہوگی۔ اور آزادی بخشنے والی محسوس ہوتی ہوگی۔

کیا میں یہاں توقف نہ کروں اور استقصدل سے فیصلہ عدالت کا منتظر رہوں۔ مگر ثبوت موجود کی روانی کے ساتھ کامل ہوتا جاتا ہے اور میرا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ اس کے کسی شعبہ کو بغیر جانچے نہ چھوڑوں۔

گلاب چیرا سی (یا نامہ برائے بیان کیا ہے کہ قتل کے دو روز قبل یہ مشہور ہو گیا تھا کہ انگریز دو ایک دن میں قتل کر دیئے جائیں گے۔ اور قتل کے سترہ روزانہ کثیر قلعہ میں جمع ہو رہا تھا۔ ہر ایک گواہ نے اس کی نسبت کہا ہے۔ اس سین کے ایکٹروں اور تماشہ بینوں کے صبح کے وقت قلعہ میں جمع ہونے کی بابت کچھ نہ کچھ ضرور بتایا ہے۔ اور چونکہ یہ آٹھ اور نو بجے صبح کے

در بیان واقع ہوا تھا۔ تو کوئی شک نہیں کہ اس کی اطلاع تماشبینوں کو بہت پہلے سے کر دی گئی تھی مطلق ظاہر نہیں ہوتا کہ اس دردناک نظارہ پر فوج یا رعایا نے اظہارِ ناراضگی کیا ہو۔ علاوہ انہیں گواہ کہتا ہے کہ بغیر احکام یہ ہر نہیں سکتا تھا اور احکام دینے والے صرف دو شخص تھے۔ بادشاہ یا مرزا مغل! پھر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا ان میں سے کس نے حکم دیا۔ آگے وہ بیان کرتا ہے کہ قتل گاہ میں شاہدہ کلہا تھا جہاں انگریز بادشاہ کے مسلح مصاحبین چہنیں باڈی گارڈ کہتے ہیں اور باغی سپاہ سے گھرتے ہوئے تھے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ گویں نے کسی کو حکم دیتے نہیں دیکھا نہ سنا لیکن ایک بیک مذکورہ بالا آدمی تلواریں کھینچ کر دوڑے اور قیدیوں پر اتنی دیر تک پے در پے وار کرتے رہے کہ وہ سب بالکل قتل ہو گئے۔

دوسرے گواہ جنی لال اخبار نویس سے جب پوچھا گیا کہ انگریزوں کو کس کے حکم سے قتل کیا گیا تھا تو صاف صاف جواب دیتا ہے: "بادشاہ کے حکم سے ہوا تھا اور کون ایسا حکم دلیکتا ہے؟" وہ اور دیگر گواہ اس پر متفق ہیں کہ مرزا مغل بادشاہ کے فرزند اپنے مکان کی چھت سے صحن کا نظارہ کر رہے تھے۔ مرزا مغل کا اس وقت میں ہونا گویا بادشاہ کا ہونا تھا۔ پس کیا یہ قابلِ اعتبار ہے کہ بادشاہ کے مسلح مصاحبین یعنی ان کے خاص باڈی گارڈ نے ایسے خوار نظام کو ان کی مرضی کے خلاف کیا ہو گا۔ اس معاملہ پر اگر کچھ شک بھی ہو تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ لازم کی تحریروں کو چہنیں خود انہوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھ کر رنج ہو جائیگا جس میں انگریزوں کے خون کی پیاس بجا طور پر چھلک رہی ہے۔ مرزا مغل کی موجودگی کے علاوہ دیگر ثبوت بھی ہیں کہ مظلوم عورتیں اور بچے خاص بادشاہ کے حکم سے قتل کئے گئے۔ میں بادشاہ کے اسپیشل سکریٹری کنڈلال کی شہادت پیش کرتا ہوں۔

سوال۔ کس کے حکم سے یہ لیڈیاں اور بچے جو قلعہ میں مقید تھے قتل کئے گئے؟

جواب دیتا ہے کہ یہ لوگ تین روز تک جج ہوئے رہے جو تھے رورہیل و سوار سپاہی مرزا منگل کے ہمراہ بادشاہ کے کمرہ خاص کے وردانہ پر گئے اور ان کے قتل کرنے کی اجازت کے بادشاہ سے طلب گار ہوئے۔ بادشاہ اس وقت اپنے کمرہ خاص میں تھے۔ مرزا منگل اور بسنت علی خاں اندر چلے گئے۔ جبکہ سپاہ باہر کھڑی رہی۔ ۲۰ منٹ کے بعد وہ باہر آئے اور بسنت علی خاں نے باواز بلند کہا کہ بادشاہ نے مقیدیوں کے قتل کرنے کی اجازت دیدی ہے پس بادشاہ کے مسلح مصاحبین نے جن کے زیرِ راست یہ مقیدی تھے انہیں باہر نکالا۔ اور چند باغی سپاہیوں کے ساتھ انہیں قتل کر ڈالا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا منگل اسی وقت اس کروڑہین خونی کام کے لئے مسلح ہو کر آئے تھے۔ مذکورہ بالا کے سوا کچھ اور کہنا شاید بلا ضرورت ہو لیکن مردم کی ڈائری کا اقتباس ایسا قابلِ وثوق ہے کہ میں اس کے پیش کرنے پر مجبور ہوں حکیم حسن الدخاں کی شہادت اس کے بارے میں یہ ہے۔

سوال۔ اس کاغذ کے ورق کو دیکھو اور چچی نو کہ یہ کس کا خط ہے؟

جواب جی ہاں یہ اس شخص کا خط ہے جو ڈائری لکھا کرتا تھا اور یہ اس کا ایک ورق ہے۔

کورٹ ڈائری مورخہ ۱۶۔ مئی ۱۸۵۷ء کے ایک اقتباس کا ترجمہ

”بادشاہ نے دیوانِ خاص میں دربار منعقد فرمایا۔ ۲۷۔ اگر یہ قید تھے اور فرما جانے

مطالبہ کیا کہ وہ اسے دیدیے جائیں۔ بادشاہ نے یہ کہہ کر حوالہ کر دیے کہ ”فوج جو چاہے

کر سکتی ہے۔“ اور انہیں تہ تیغ کر دیا گیا۔ حاضرین کثیر تعداد میں تھے اور رؤساء و اُمراء

امسٹرڈن و اخبار نویسین نے حاضر دربار ہو کر مجھے عرض کئے۔“

یہاں اب ہمارے پاس زبانی شہادت کے علاوہ تحریری شہادت بھی ہے اور

کیا مردم کے تحریری اقبال جرم سے بھی شکر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔

میرا مطلب اس جو بدی سے نہیں ہے۔ جو محض عدالت کی خاطر بنائی گئی ہے جو سراسر جھوٹ ہے۔ اور جس میں ان حقائق صحیحہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو ان کے برخلاف ہیں۔ بلکہ میں ان کے طویل طویل خط کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ جو اپنے فرزند مرزا منگل کو لکھا تھا۔ اور جس میں اپنے سچی قیدیوں کو قتل کرنے کا اہم و عظیم دکھلا یا گیا ہے۔ اس کے بعد اس مضمون پر زیادہ بحث کرنی مقصود ہے۔ اب چوتھے جرم قرار داد کا پچھلا حصہ غیر مشرح رہ گیا ہے۔ اس کے قائم کرنے کے لئے ہمارے پاس ان مراسلات کی نقول موجود ہیں۔ جو راؤ بھارا والی کچھ بھوج رنجیت سنگھ پریس جمبلیئر اور راجہ گلاب سنگھ والی جہول کے نام جاری کئے گئے تھے۔ اور ان کا مندرجہ ذیل اقتباس کافی ہوگا۔

بنام راؤ بھارا والی کچھ خبر لی ہے کہ تم خیر خواہ مابدولت نے کفار کو بالکل تہ تیغ کر دیا ہے اور اپنی زمین کو ان کی بخش موجودگی سے پاک و صاف کر لیا ہے ہم تمہاری اس کارروائی سے بہت خوش ہوئے اور اس لقب سے ہمیں اعزاز بخشے ہیں تم اپنے ملک میں ایسا انتظام کرو کہ مخلوق خدا کو کسی طرح کی تکلیف و اذیت نہ پہنچے علاوہ یہ کہ جو کفار تمہاری سرحد میں براہ سمندر پہنچیں قتل کر دیئے جائیں ایسا کرنے سے تم بالکل ہماری رضا و خوشی کے باعث ہو گے

بنام رنجیت سنگھ والی جمبلیئر

ہمیں پورا یقین ہے کہ ملحق کفار انگریزوں کا تمہاری سرحدیں نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہوگا۔ اور اگر اتفاقاً کچھ فرار ہو گئے ہوں یا روپوش ہو گئے ہوں تو پہلے انہیں قتل کر ڈالو پھر اپنے ملک کا پورا بندوبست کر کے مع افسران فرج حاضر دربار ہو۔ الطاف و عنایات تم پر مہذول کچاؤں گی

اور تم عزت و سرفرازی میں اپنے ہم تہہ لوگوں سے کہیں زیادہ
بڑھ جاؤ گے۔

بنامِ راجہ گلاب سنگھ۔

تمام ملائین انگریزوں کے قتل کی مفصل کیفیت جو تمہارے علاقہ
میں تھے مجھے تمہارے خط سے معلوم ہوئی، تم قابلِ صدا آفریں جو تمہارے
اس معاملہ میں وہ کام کیا ہے جو ہر ایک بہادر کو کرنا چاہئے۔ زندہ رہا اور
خوش حال۔ پھر لکھا ہے کہ دربار شاہی میں آؤ اور راہ میں جہاں
انگریزوں کو پاؤ قتل کر ڈالو۔ تمہاری تمام خطا ہشات اور کارز و میں پوری
کی جائیں گی۔ اور راجہ کے خطاب سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

میرزا بقیہ عہدہ رحمت کے دفعتاً کی ایک درخواست ہے جس میں وہ ڈینگ
مارتا ہے کہ تمام منظر نگار کے انگریز امیروں کو قتل کر ڈالا ہے جس کے صلہ میں ملازمت
کا فرمان خود لازم کا تحریر کروا رہے۔

قرار داد جرم پر میں اپنی رائے یہاں ختم کرتا ہوں۔ اور حضرات آپ کے
فیصلہ پر چھوڑتا ہوں کہ آیا لازم جو آپ کے کٹھنہ میں ہیں گوشہ نشینی اور کنج عزلت میں
میں جا کر بھی اپنی معزول شدہ عظمت کے دعوے دار ہوں گے۔ پاؤارینج کے مجرمانِ عظیم
میں سے ایک سمجھ جائیں گے؟ آپ کو بتانا ہو گا۔ کہ کیا شاہی خاندان تیموریہ
کا یہ آخری بادشاہ جو اپنی ضعیف احمدی اور تقاضائے سن سے حمید ہو گیا ہے
نہیں بلکہ خاندانی تکالیف نے اس کی یہ حالت بنائی ہے۔ آج اپنے آبائی محل سے
جدار دیا جائے گا؟ یا یہ نفیس کمرہ دیوان خاص یہ اعلیٰ حضرت الضاد کی درگاہ
آج کے روز ایک ایسے فیصلہ کی سزا دار ہوگی جو قرونِ آخری میں یادگار رہے
گا کہ بادشاہ معصیت کرنے سے کیسے مجرم کی طرح آبرورنجتہ کر دیئے جاتے ہیں۔

اور کس طرح ایک شاہی خاندان کے تعیشہائے مدید ایک دن میں پیشہ کے لئے نسبت کر دیئے جاتے ہیں۔

مذہم کی ذات پر جو جرائم قائم کئے گئے ہیں اور ثابت کئے گئے ہیں ان کا بیان اب ختم ہو گیا۔ میں بادشاہی کہتا ہوں۔ کہ اگر ملوہ گذشتہ اور سازش سابقہ کے وجود میں آنے کے اسباب بیان کروں تو بجا نہ ہوگا۔ ایڈریس ہذا کے پچھلے حصہ میں کہہ آیا ہوں۔ کہ اگر مسئلہ کارٹوس کے قبل ویسی جنٹیں آمادہ پیکار ہوتیں تو ایسی ہولناکیاں و عالمگیر بغاوت نہ پھیلنے پاتی۔ ضرور وہاں کوئی دوسری زبردست و مخفی طاقت سربراہ کار تھی جس سے کلکتہ سے لیکر پشاور تک مختلف چھاو نیوں میں پھیلی ہوئی تمام فوج متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طرفین کی پوشیدہ کارروائی اور کسی پیشتر کی طیارگی کے بغیر نہیں ہوا۔ جسے اصطلاح میں سازش کہا جاسکتا ہے۔ میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اتنے بھاری ہنگامہ قتل کو کارٹوس کی طرف ہرگز منسوب نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مسئلہ کارٹوس کو جو مناد کی تنائے دیرینہ کو بر لانے کا فوری ذریعہ یا آلہ ہاتھ آیا تھا۔ ان کارروائیوں میں یا اور کہیں شناخت کرنے میں قاصر رہا تو میں اندھے سے بدتر نہ ہو سکتا۔ یہ وہ چنگاری تھی جو اتفاقاً نہیں بلکہ قصداً پہلے کی تیار کردہ سزنگ کو اڑا دینے کے لئے منتخب کی گئی تھی۔ پھر سازش کے وجود کی نسبت میں یہ کہنا نہیں چاہتا کہ ہم نے کسی خاص سازشی جماعت کا پتہ لگا لیا ہے۔ جس نے اسی طریقے سے جیسے کہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے ویسی پیدل میں بغاوت پھیلانی ہو لیکن ایسی شہادت جسے ہم ہم پر ہونچا سکے ظاہر کرتی ہے کہ دس مئی سے کتنے ہی عرصہ قبل حکومت برطانیہ سے نفرت و ناراضگی مسلمانوں میں بیشتر پھیلی ہوئی تھی جنہوں نے ہر ایک حسب مطلب و مقصد سے فائدہ اٹھایا اور ان میں سے شاید ایک موقع حکومت برطانیہ میں الحاق اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی آخری سلطنت کے چومندوستان میں

مکہ و تنہا رہ گئی تھی۔ ہاتھ سے نکل جانے سے زیادہ قتل ہوا۔ اور چند وجوہات سے شاید
ہندو سپاہی کو بھی برا معلوم ہوا کیونکہ بجائے دیسی تعلقہ داروں کی ماتحتی کے اب
اسے انگریز کے زیرِ تخت آنا تھا۔ ایک گواہ جاٹل نے ہندو سپاہی اور ہندو
سوداگر کے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے مختلف فیہ جذبات کا خوب توازن کیا ہے۔
کیا ہندو اور مسلمانوں میں اس لحاظ سے کچھ فرق تھا؟ دریافت کرنے پر وہ جواب
دیتا ہے۔ جی ہاں ضرور تمام مسلمان گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کے لیے تھے
جبکہ ہندوؤں میں معزز سوداگر و تجارتا سست کرتے تھے۔ وہ پھر آگے کہتا ہے کہ فوج میں
ہندو اور مسلمانوں کے جذبات علیٰ العموم یکساں تھے۔ اور وہ دونوں برابر خلاف تھے ہمارے
ذاتی تجربات بھی اس بات کے موافق ہیں۔ فوج کا کثیر حصہ ہندو تھا اور ہم نے نہیں دیکھا
کہ ظلم و تعدی میں کوئی کسر انہوں نے اٹھا رکھی ہو۔ اور جہاں تک فوج کا تعلق تھا۔ ہندو
اور مسلمان ہر وجہ ہم کہا کرتے ہیں ایک دوسرے سے فائق ہونے کی کوشش
کرتے تھے۔ لیکن فوج سے علیحدہ بناوٹ شاید کئی گذشتہ اسلامی سازشوں
پر مبنی ہے اور غالباً اگر اسلامی نقشِ پاکِ جستجو کی جائے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔
جنہوں نے گڑھے ہوئے اور چھوٹے افسانوں کو بیج کا بخور اس حصہ ملکر قوی لائبر
بنا دیا۔ جن سے وہ افواجِ جن کی وفاداری پر کبھی ناز تھا۔ متاثر ہو گئیں ایسے موقع
کے لئے موزوں نہیں ہے۔ کہ گذشتہ سالوں کی طرف پلٹیں اور قدم بقدم ان بہاؤ
کی جستجو کرتے چلیں۔ جنہوں نے باہم لکھ اس اعتبار کو فنا کر دیا۔ جو موجودہ خانوں
پر کیا گیا تھا۔ اور بے شک ان میں کے بعض وسائل گورنمنٹ کے دستِ قدرت
میں تھے۔ کافی ہوگا۔ اگر میں یہاں صرف گذشتہ مواقع کا تاریخ دار نہیں بلکہ روایتی
ذکر کروں کہ جن میں دیسی رجمنٹوں نے خود کو بہت کم قابلِ اعتبار ثابت کیا ہے۔ ان
مواقع نے یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ انہی بات پر سب کا اتفاق اور جذبات کی یکدلی

ان میں ہوتی ہے اس وقت سے جو سبق ہمیں حاصل ہوئے وہ کبھی بھولے نہیں جاسکتے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں ایام سے ہندوستانی فوج ایک بڑی جھگڑا اور عجات بن گئی ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بہت زیادہ سپاہی اپنے طرز کے عمدہ اور احسن معنوں میں گورنمنٹ کے وفادار رہے "اپنے طرز کے" اس وجہ سے کہا ہے کہ میں نے تحقیق کیا ہے کہ ان میں اس قدر فی استقلال اور درست بازی کا چھوٹا سا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ جو ہونا چاہئے۔ ان کی وفاداری جہاں تک قائم رہتی ہے فطرتاً نہیں ہوتی۔ بلکہ عادتاً ہوتی ہے وہ ایسی غلطیائیوں کے شائق ہیں جن میں کوئی مذہبی نکتہ موجود ہو۔ ایسی جماعت میں ضرور کوئی نہ کوئی فطرتی بھی ہوتے ہیں۔ ایشیائی طرز معاشرت کی جو کوئی بھی تھوڑی واقفیت رکھتا ہو گا فی انور اسے تسلیم کرے گا۔ اور خصوصاً ہندوؤں کی نسبت کہ ان میں کے بہت تھوڑے بڑے کی طرف راسخ ہوتے ہیں۔ جبکہ زیادہ حصہ بھلائی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ تین یا چار لیڈروں کو سرانام کر کے لئے آگے بڑھنے دیکھے یا انہیں باغیانہ مخفی سازشوں میں شریک ہونے دیکھے۔ پھر باقی ماندہ لوگ اگر فی انور مخالفت نہ ہونے لگے تو کبھی ان کی روک تھام یا مزاحمت کو اپنا فرض نہ خیال کریں گے گو وہ خود ایک حد تک محترمز نہیں لیکن فعل متعدی کی ممانعت یا قتل و اجاوت کا انساوا ان کے سیاسی یا مذہبی عقیدے کے کسی حصہ میں نظر نہیں آتا۔ یہ نظر ناک ترین جرائم اس طرح ترقی پذیر ہوتے ہیں۔ اور چند روز میں ناکر وہ گناہوں کو بھی ہمراہ لیکر ترقی کی تہ میں گر پڑے ہیں۔ اور اس طرح چند افراد کے جرائم ہتیروں کی بربادی کا باعث ہوتے ہیں۔ گو شہ بدوہ کو ترقی دینے میں یہی اثر کام کر رہے تھے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے چندی لوگ الٹا کر دیں گے۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ کوئی خط و کتابت عدالت میں پیش نہیں آئے گی۔ اور نہ براہ راست ٹہرا دینا۔ فی الواقع ہم سپاہیوں سے یہ یاد نہ لے

سکے۔ تاہم یہ بالکل صحیح ہے۔ اور معتبر ذریعہ سے خبر لی ہے کہ قدر سے ایک پادشاہ پشتر
ہمارے ہندوستانی سپاہیوں میں جو حفظ آتے جاتے تھے۔ بہ نسبت عام حالت
کے بہت زیادہ تعداد میں تھے۔ یہ حال ان حقائق سے ملکہ جو ہمارے پیش نظر ہونے لگے
ہیں۔ ہمیں سیدھا اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ کوئی زبردست تحریک ضرور کام
کر رہی تھی جس کا نتیجہ نافرمانی اور ناراضگی ہوا۔

تفہد بالاس جو کچھ گزرا ہے۔ اسے ہر کردار باغیوں کی تحریک کی طرف منسوب
کیا ہے۔ اب اگر قدر تا دریافت کیا جائے کہ کیوں یہ نتیجہ ناراضگی بہ نسبت کسی اور
موقع کے اس وقت ظاہر ہوا اس کے چند وجوہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں مثلاً
الحاق اودھ وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ کہ پیشوایان مذہب کی سکھ رائے بنانی ہوئی چار
دواری بھی ہے۔ جو سب سے تیز ترین بیوقوفی کو پروان مذہب میں محفوظ رکھتی ہے اور اس

طرح مذہب کی آٹھ سے انقلاب پیدا کیا جاتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انقلابی
جماعت نے گورنمنٹ کی چند تازہ لغزشوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور خشکی و شورش
کو مذہبی تعصب پر پھیلایا ہے۔ میرا منشا ہندو بیوگان میں از دوارج ثانی کی تحریک
سہ ماہ کے کاروبار کے لئے بھرتی کرنا اور مسئلہ کار توں وغیرہ سے ہے میرا مقصد
ان آدمیوں کی منت کرنے سے نہیں جن کے ضمیر میں صرف نفرت و کراہیت تھی وہ
غور پرنا زان تھے اور جہالت میں سرشار وہ ایک گروہ بن گئے تھے۔ اور فوجی
اطاعت و فرمانبرداری میں حد سے زیادہ مغرور تھے۔ اتنی دطین میں وہ بڑے
مشاق تھے۔ وہ گورنمنٹ کو اپنی فرضی تکالیف کا خاکہ دکھا کر اور تباہی بڑی دلیری
سے بتا دیتے تھے بلکہ ہنرم لایٹ کی دوائے کو سزا دینے کے قبل بھی بغاوت کے آثار
نمایاں تھے۔ جو اس بغاوت سے کہیں بڑھ کر تھے اس وقت بے شک ہندو بغاوت
کی ہوا ہندوستانی فوجوں میں سرایت کی چکی تھی۔ کئی موقعوں پر سپاہیوں کو اس

خیال میں غرق پا گیا ہے کہ اگر فوجی حکم کی نافرمانی۔ ایک فوجی سلام و عاجزانہ روش کے ہمراہ ہو تو بہت وقت سے جرم ہو سکتی ہے۔ اتحاد میں مشاق ہونے اور جماعت کی طاقت سے بخوبی آگاہی رکھنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی شکایتوں کو فرداً فرداً نہیں بلکہ بالاتفاق گورنمنٹ کے سامنے لا کر کھڑا کرنے میں بہت کم مواقع مل سکتے تھے۔ ایسے موقعوں پر ہندو مسلمانوں میں کچھ فرق نہیں رہتا تھا۔ منوگیا کا روائی کے لئے وہ بہت جلد متحد ہو جاتے تھے۔

اور فی الواقع اگر ہم تاریخ میں چھان بین کریں تو یقین کرتے ہیں کہ انیشیائی قوموں کی باقاعدہ حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں گے۔ غالباً یہ مذہبی قواعد کے زیر نظام رکھنے کا ضروری نتیجہ ہے کہ بڑی بڑی زبردست جماعتیں متحد الخیال ہوتی ہیں۔ وفادار ہوتی ہیں جو تعلیم و تربیت سے کسی طرح ممکن نہیں۔ فوجی تعلیم بدون ان معاہدین کے ایک خوفناک چھریا رہے۔ جو آخر کار اسی پروار کرنے دوڑتا ہے جس نے تیز کیا ہو۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ انیشیائی غیر مسلح و غیر تربیت یافتہ مخلوق کی بغاوت و عصیان پر دازی بہت شاذ و نادر ہے حالانکہ شاہان ہند کے زمانے میں ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانا بغاوت پھیلانے کیلئے بہت کافی تھا ایسے وقت میں صرف تربیت یافتہ سپاہی کا حمایتی سلطنت پر ہوتا ہے زمانہ سلف میں مذہبی شان ایک حد تک مختلف مذاہب کے افراد کو کسی سیاسی یا دیگر معاملہ کیلئے متحد الخیال ہونے میں شاید مزاحم ہوتی ہو مگر یہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اسی مذہبی شان نے جمہوریت کی خواہش میں کثیر سوسائٹیوں کی پیدائش کو لازمی قرار دیا ہے جنہوں نے اہل ہند کو فی الفور متحد الخیال ہو جانے میں مشاق بنا دیا ہے اور انہیں خاص اغراض کے لئے متفق ہو جانے کے بنیادی سبق پڑھائے ہیں جس سے ان میں کثیر جماعتوں کے متحد الخیال ہو جانے کا قدرتی مادہ پیدا ہو گیا ہے ان اسباب کی وجہ سے انہیں صرف متفق ہو جانا اور کس نے نہیں دیکھا کہ ویسی فوج نے ایک موقع

پیش کر دیا اور واقعات نے دوسرا عطا کر دیا پھر بہمن اور مسلمان ایسے متحد ہو گئے کہ گویا دونوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں فوج میں ہمیشہ جوینکی وجہ سے انہیں برادرانہ گیانگت رہتی تھی ایک ہی پولٹا ایک ہی انعام ایک ہی طرح سے چلتے اور ایک ہی طرح کے مقاصد پر حامی ہوتے تھے اور وہ ایک دوسرے کے جداگانہ تہواروں میں شرکت کرتے اور گورنمنٹ کی ہر بانی سے نشوونما پالیا ہوا اتحاد آخر کار اسی کے تہہ وبالا کرنے کا ذریعہ بنا۔

میں ان تمام محبت کے لئے ان تمام تاثرات کو جو تازہ حادثہ میں معاون ہوئے ہیں یہ تشریح بیان کرنا نہیں چاہتا۔ اس مقام پر ایسی بحث شاید پسندیدہ نہ ہوگی جسکے مجھے ہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف پھر ب کا رٹوس ہی اس حادثہ کا موجب نہ تھے نہ ہو سکتے ہیں۔ سپاہیوں میں پہلے سے تیار رہی ہو رہی تھی۔ اور لوگوں کو خصوصاً مسلمانوں کو ملک میں پہلے سے بظن کیا جا رہا تھا۔ بیشک مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس حادثہ کو اسلامی سازش کے ضمن میں رکھنا چاہئے۔ جس کا خاص مدعا حکومتِ بھارت سے نفرت و بدگمانی پھیلانا اور غلط خبریں لخوا اور بے بنیاد قہقہے پھیل کر لوگوں کو انقلاب کیلئے آادہ کرنا تھا۔ جہاں تک پتہ لگایا جاسکتا ہے اس سازش کی ابتداء ملام یا ان کے دیگر ہراز شلا حسن عسکری وغیرہ سے ہوئی۔ چاہے جو ہو مگر اس میں شک نہیں کہ شیدی قبرستان ظنیہ و ایران کے بادشاہوں کے پاس سفارت لیکر گیا تھا ان حکومتوں سے استدعا کی گئی تھی کہ ایک اسلامی سلطنت کی مدد کو یہ قابلِ غور ہے کہ متعدد واقعات با یکدیگر جمع ہو گئے ہیں معتبر شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قبر کی روانگی بھی شہر سے بالکل دو سال قبل ہوئی تھی۔ اور اس کی واپسی کا وعدہ بھی عین ایامِ غدر میں تھا۔ یہ تحقیق ہو چکا ہے پھر اس کا توازن اس پیشین گوئی سے کرتا ہوں جو مسلمانوں میں تھی کہ جنگِ پلائی شہر سے لیکر۔ اس سال تک انگریزوں کی حکومت ہندوستان پر رہے گی۔ اب ہم بخوبی ان مصالح کو سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو

گذشتہ شان و شوکت کے پھر واپس آنے کا یقین دلا یا تھا۔ میں سیریزادہ حسن عسکری کا خواب بیان کر چکا ہوں جس کی غرض مصنوعی خواب سے بادشاہ اوران کے اہلین کے حسب منشا و خیالات کا اظہار اوران پر تصرف کرنا تھی۔ یہیں تو یہ حالات لایحی معلوم ہوں گے کہ بے شک یہ اُن باطل پرست دلوں پر منتش ہو گئے تھے جن کے سامنے پیش کئے گئے تھے جس شخص کے لئے کہا جاتا تھا کہ وہ صاحب کرامت ہے گو وہ دروغ گو ہی کیوں نہ ہوتا۔ مگر اس کی ہر ایک بات قابل یقین تھی۔ اور سیریزادہ کا خواب ان کی امیدوں کو تقویت پہنچانے کا ایک نسخہ تھا۔ یہیں محمد درویش کی عرضی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو اس نے مسٹر کالون ٹھنٹ گورنر کو ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو لکھی تھی کہ حسن عسکری نے بادشاہ دہلی کو یقین دلا یا ہے کہ شہزادہ ایران نے بدشہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور عیسائیوں کو اس نے تباہ کر دیا ہے اور کسی ایک کو زندہ نہیں چھوڑا۔ بہتیروں کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا ہے اور بیشک بہت جلد ہی اپنی فوجیں براہ کابل و قندھار دہلی آجائیں گی۔ اور وہ آگے لکھتا ہے کہ کل میں اور خصوصاً بادشاہ کے ملاقاتی کوہ میں شب و روز شاہ ایران کی آمد کا تذکرہ رہتا ہے اور حسن عسکری نے بادشاہ کو یقین دلا دیا ہے کہ اسے مکاشفہ عنبی ہوا ہے کہ شاہ ایران کی سلطنت بیشک دہلی تک ہو جائے گی اور وہ بادشاہ دہلی کو تاج بخش دے گا۔ اور دہلی کی قمت پھر جاگ اٹھے گی۔ محرراً آگے لکھتا ہے کہ قلعہ میں اور خصوصاً بادشاہ کو اس خبر سے بہت مسرت ہے اور یہ سن کر اتنی خوشی ہوتی ہے کہ نذر اور نیازیں کیجاتی ہیں اور حسن عسکری روزمرہ ڈیڑھ گھنٹہ قبل شام شاہ ایران کے جلد آنے اور عیسائیوں کے پامال ہوجانے کا ولفیہ پڑھا کرتا ہے اور ہر ایک جمہرات کو ان مراسم کی ایک کیلئے کئی خان کھانے کے اور میٹھا میل ثابت ہے کہ پیسے اور کپڑا وغیرہ بادشاہ کے یہاں سے عسکری کو بھیجا جاتا ہے۔

اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں مذہبی شینیت کو کتنا دخل ہے۔ اور ایسٹلای
سازش کتنی مکمل اور بلا شرکت غیرے عقی اگر ہم گذشتہ سینہریوں کا نظارہ کرتے
ان باطل پرستانہ مراسم کو ادا ہوتے بچشم خود دیکھتے اور وہ دعائیں جو شاہ
ایران کی آمد عیسائیوں کی تباہی کے لئے مانگی جاتی تھیں نفیس نفیس سنتے تو بیشک
سال گزشتہ کے واقعات حائلہ کی جو علی الدوام یاد رہیں گے دردناک تصویر قبل از
وقت ہی ہماری نظروں میں پھر جاتی۔ اگر ہم ان دستاویزوں و عرضیوں کو بھی دیکھیں
جن میں سے بے غنا و ٹپک رہی ہے تو ہم مسلمانوں کے کینہ کو سمجھ سکتے ہیں جو صرف
دنیا ہی پر موقوف نہیں رہتا بلکہ عقی میں بھی ہمارے عذاب ابدی پر جو شخص ان کا
نقد و کردہ ہے خوشیاں مناتے ہیں کسی شخص کو دریافت کرتے بن نہیں پڑتی کہ
آیا دراصل ہندوستان میں لاکھوں شریف النفوس بھی اس رنگ میں رنگے ہوئے
ہیں۔ یا صرف جن کا خیال انگریزوں کی نسبت ایسا ہوا؟ میں اس پر بغیر اظہار خیال
کئے اس کو اپنے سامعین کی رائے پر چھوڑتا ہوں۔ مسٹر آڈویل بھی بتاتی ہیں کہ انہوں نے
محرم کے زمانہ میں مسلمان عورتوں کو اپنے بچوں کو یہ دعائیں سکھاتے سنا کہ ان کے مذہب
کی فتح ہوا و یہ دعائیں عموماً انگریزوں پر لعن و طعن سے ملبو ہوتی تھیں۔ مظلوم و
بیگناہ عورتوں اور بچوں کی موت کے بعد بھی ان کے غصہ و حسد کی آگ ٹھنڈی نہیں
ہوئی۔ یا ترس و رحم کی خفتہ آواز ان کے سینوں میں نہ جاگی۔ بلکہ لوکل اخبارات سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس کردہ ترین قتل کے بعد ۲۰ مسلمان حض پر کھڑے ہوئے قیدیوں
پر لعنت کر رہے تھے۔ کیا یہ ایسی غصہ ریت تاب سنگدلی و صداوت کا پتہ نہیں دیتا جس
کا بہت مشکل سے لعین آئے گا۔

دوسرا مسئلہ جس پر میں رائے زنی کروں تقسیم چپا تیاں ہیں جو سبکدلی کی تمام
تھیں پھر خواہ وہ گورنمنٹ کے نام سے تقسیم کی گئی ہوں اور یہ مقصود رہا ہو کہ عوام کے

ذہن نشین کرادیں کہ آئندہ صرف ایک مذہب اور ایک کھانا رہے گا یا بموجب دوسرے
 قول کے ان کا یہ مدعا ہو کہ لوگوں میں جوش و طیاری کے آثار نمایاں ہو جائیں۔ اور ایک دیگر
 مل کر آنے والے حادثہ کے لئے ہوشیار ہو جائیں۔ بہر حال یہ تدبیر نہایت خطرناک
 تھی اور ایسے لوگوں میں ہنگامی پیدا کرنے والی تھی جو اس قسم کے جذبات سے قبل ازیں
 نا آشنا تھے۔ دیہاتی لوگوں پر اس سے کوئی قوی اثر نہیں پڑا۔ اور اس کی وجہ
 غالباً حکومت کا سرعت سے اس طرف توجہ کرنا اور اس کا مذاکرہ کر دینا تھی۔ اور
 شاید یہی دلچسپ ہو گا اگر ہم طشت از بام کرویں کہ ایسی کارروائی کی ابتدا کونہ کر اور
 کہاں سے ہوئی یہ کارروائی اور آٹے میں بٹریوں کے ملانے کی افواہ بلاشبہ ایک ہی جڑ
 سے نکلی ہیں اور دونوں کو اسلامی سازش کی گھڑی ہوئی فطرت کی طرف منسوب کرنا صاف
 بیانی یا استدلال قطعی کی حد سے باہر نہیں ہونے دیتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو سپاہی
 اپنی پہلی لغزش جذبات پرنا دم ہوتے ہیں۔ اور مسلمان سپاہیوں پر ملامت کرتے ہیں
 کہ انہوں نے بادجہ نہیں گراہ کیا۔ اور ان کی کارروائیوں کے دوران میں دوسرا
 ثبوت یہ ہے کہ گو ہم اسلامی سازشوں کی کھوج میں جہاں تک ہماری تحقیقات
 لائی پہنچ گئے۔ مگر ہمیں کوئی ایسا کاغذ دستیاب نہیں ہوا۔ جس سے یہ معلوم ہو
 کہ ہندوؤں نے بھی جماعت بن کر ہمارے خلاف سازش کی۔ یا ان کے برہمنوں
 اور پنڈتوں نے بھی عیسائیوں سے جہاد کرنے کی تبلیغ کی ہو۔ ان کے پاس کوئی
 بادشاہ تخت نشین کرانے کے لئے نہیں تھا۔ کوئی مذہب تلوار سے اشاعت پھیلانے
 کے لئے نہیں تھا۔ ایسی حالت میں چپاٹیوں یا پسی ہوئی بٹریوں کو آٹے میں ملانے
 کی غلط بیانیوں ان کی طرف منسوب کرنا گویا بغیر کسی محقول وجہ کے الزام لگانا
 ہے۔ اس اسلامی سازش میں استقلال و چالاکی بھی پائی جاتی ہے۔ جس کے
 وسیلہ سے یہ اپنا کام کئے جاتی ہے۔ چپاٹیوں کی تقسیم کو جب جلدی سے

بندر دیا گیا تو اس کی جگہ کوئی اور شگوفہ کھلانا چاہئے تھا۔ چنانچہ ہر دیکھتے ہیں کہ
 ہڈیوں کا آٹے میں ملانا "بہت ہوشیاری کے ساتھ چپاٹیوں کے سلسلہ میں جوڑا
 گیا۔ چنانچہ مشہور ہو گیا تھا کہ "ایک مذہب ایک کھانا" یہ بے شک والی اور بیوقوف
 کی چپاٹی تھی۔ تجویز کرنے والوں نے سوچ لیا تھا۔ کہ چپاٹیوں اور انگریزی مداخلت
 سے بچہ مناسب ہے اور یہ چپاٹیاں شور و شر کی بحیث بنکر خوب کام چلائیں گی
 اور اسی لئے آٹے اور ہڈیوں کی آمیزش سے انہیں اور تقویت پہونچ گئی پھر سپاہیوں
 میں یہ پھیلنا کہ گراڈ ٹرنک روڈ کی دوکانوں پر بھی آٹا ملتا ہے جہاں سے کوٹج کرتے
 وقت سپاہیوں کو عبور خریدنا پڑتا تھا۔ یہ انقلابیوں کی دلی خواہش تھی۔ انہوں نے
 عام طور پر پشور کر دیا۔ اور نقین دلا دیا تھا کہ گورنٹ لوگوں کو جسبراً عیسائی بنا
 رہی ہے۔ ان کی بازی خود ان کے ہاتھ تھی۔ اور سیرا خیال ہے کہ انہیں انتہا سے
 زیادہ کامیابی ہوئی۔ میں ضرور اعتراض کروں گا کہ چپاٹیوں سے لیکر ان کے ایک
 چھوٹے سے معمولی کام میں بھی ایک زبردست حال معلوم ہوتی ہے اور ان کا وہ جہاز
 صاف نظر آتا ہے جس میں انقلابی سوار تھے۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کوئی معمولی قابلیت کام نہیں کر رہی تھی۔ اور انقلابیوں
 نے اپنی طرف سے کوئی مفید اندکوشش اٹھا نہیں رکھی تھی۔ ہم اس زمانہ کے دوسری اخبارات
 کا حوالہ دیتے ہیں۔

ہم کہیں گے کہ کتنی چالاکی سے عقیدہ کو ہیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے۔ چپاٹیاں ہڈیوں
 کا سفوف۔ مچرب کارٹونس۔ خیر یہ تو سب ہندوؤں کی طرف منسوب کئے گئے
 ہیں۔ لیکن ایک دوسری غذا مسلمانوں کے لئے درکار تھی۔ اور ہم سمجھ سکتے ہیں کہ
 کتنی صفائی سے اس حکمت عملی کو بنا لیا گیا ہے۔ پہلا پرچہ شاہ ایران کے حکم سے
 شروع کیا گیا ہے۔ جو اس نے فوجوں کو طہران میں جمع ہونے کے لئے دیا۔ پھر آگ

بیان کرتا ہے کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دوست محمد خاں کے خلاف شاہ ایران کی ایک چال ہے اپنے مقصد کو چھپانے اور دوست محمد خاں کے درپردہ انگریزوں سے اٹھنے اور فتح پانے کی۔ ایڈیٹر یقین رکھتا ہے کہ بہمہ وجہ تینوں طاقتوں میں یقینی اتحاد ہو گیا ہے۔ دوسرا اقتباس ۲۶۔ جنوری ۱۸۵۷ء کا ہے۔ اور ایڈیٹریوں کہتا ہوا شروع کرتا ہے کہ بادشاہ فرانس یا شہنشاہ ترکی نے ابھی تک انگریزوں یا ایرانیوں سے متحد ہونے کا اعتراف نہیں کیا ہے لیکن دونوں طرف کے سفیر سر دوسلطنتوں میں خفیہ آتے جاتے ہیں اور تحالف بھی لیجاتے ہیں۔ بعض لوگ ایڈیٹر کہتا ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ شاہ فرانس و شہنشاہ ترکی انگریزوں کے قضیہ میں نہ پڑیں گے لیکن زیادہ تر لوگ کہتے ہیں کہ وہ شاہ ایران کے طرفدار ہونگے روسیوں کی بابت یہ ہے "پھر آگے کہتا ہے کہ" انہوں نے اپنی طیاروں کو پوشیدہ نہیں رکھا ہے۔ اور وہ ایرانیوں کو فوج اور مال سے امداد کرتے رہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ درحقیقت صرف روسی ہی اس جنگ کے بانی مہمائی ہیں اور ایرانیوں کی آڑ کھڑ کر اپنے اغراض فتح ہندوستان کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ روسی فوج جوارے گرمیدان میں آجائیں گے اب یہاں صرف ایران و روس ہی ہندوستان کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں۔ بلکہ فرانس و ترکی بھی۔ ان کی مدد پر آمادہ ہیں۔ اور غریب انگریزوں کو دوست محمد خاں کے افتخاروں تک کا سہارا نہیں۔ خیر ایڈیٹر صاحب کو ایسی شفقانہ ہولناک خبریں سننا کہ کہنے دیجئے کہ ناظرین صادق الاخبار منتظر ہیں۔ کہ پردہ عنیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ دوسرے اقتباس میں ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ ایران نے اپنے درباریوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو مختلف مقامات کی حکومت عطا فرمائیں گے۔ جن میں سے ایک بلخی دوسرا اھلکہ تیسرا لپنا اور تاج مہدان بادشاہ دہلی کو بخش دیگا۔ یہی علوم جو ہمارے سامنے موجود

ہیں۔ حضرات! آپ کو یاد ہو گا۔ کہ صادق الاخبار کی کئی کاپیاں محل میں جایا کرتی تھیں۔ اور ہر ایک شخص ان خوشیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے جو ایسی خبریں خصوصاً زار روس کا چار لاکھ فوج جوار لیکر آنا پڑ کر ہوتی ہو گی۔ نیز اس کا بے شمار ذخائر جنگِ شہرِ ہند کے لئے ایرانیوں کی مدد میں بھیجنا وغیرہ لیکن صرف اہل قلعہ یا شہرِ ادول ہی کو اس کے سنسنے سے خوشی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ تمام آبادی جو انہیں سنتی اسے خوشی کے پھولی نہیں سماتی۔

سر جیمز فیلس میٹ کا ف نے ہمیں بتایا ہے کہ ایرانیوں کے ہرات کی طرف بڑھنے کا چرچہ زبانِ زد عام تھا۔ اور روسیوں کی فوج کشی کا بھی تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں ہر ایک اخبار کا کابل میں نامہ نگار رہتا تھا۔ اور شہرِ کیم کی نقل و حرکت کا خیالی پلاؤ لکھا جاتا تھا۔ اور وہی گواہ بیان کرتے ہیں کہ سپاہیوں میں اس وقت تحریکِ سرگرم تھی۔ اور غدر کے پانچ یا چھ ہفتہ قبل لائونل میں یہ خبر صحیح بتائی جاتی تھی کہ ایک لاکھ روسی شمال کی طرف سے آرہے ہیں۔ اور کمپنی کی حکومت شہر ہو جائے گی۔ اور فی الحقیقت روسیوں کے آنے کی خبر عام طور سے جا بجا پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی غلط افواہوں کا زہر اپنا اڑ کر رہا تھا۔ پھر غدر کا ناگہانی ہو پڑنا یا مجرب کار تو سول کا پہانہ ہمیں اندھا بنانے کے لئے ہے۔

صادق الاخبار کے اقتباس میں ہم نے پڑھا تھا کہ دوست محمد خاں انگریزوں کا مشتبہ دوست ہے اور درپردہ ایرانیوں سے ملا ہوا ہے پھر یہ بھی کتنی صفائی سے لکھا ہے کہ چار وجوہات کی بنا پر شاہ ایران انگریزوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا ہے۔ پہلا ہرات جسے کسی موقع پر ہندوستان کا دروازہ کہا تھا۔ دوسرے روسیوں کی غیبی امداد سے ملے گی۔ تیسرے شہرِ فائے ایران ہند پر فوج کشی کرنے کے لئے متحد ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا کا سیاب کر دیا۔ جو تھے تمام ایران کا

جہاد کے لئے اٹھ کھڑا ہونا۔ شگون و معجزات بھی اسلامی قلب کو جنبش دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ چنانچہ صادق الاخبار مورخ ۱۵ ستمبر ۱۷۵۷ء سے ثابت کر دیگا جس کی سرخی یہ ہے۔

صانع مہنسی۔ مقامی خبریں۔

حال ہی میں دیہات سے ایک شخص آیا ہے اور ایڈیٹر سے بیان کرتا ہے کہ کئی مقامات پر بے موسم کی ہولی جلائی گئی ہے جس شخص نے یہ بیان کیا اس کو حقیقی طور پر معلوم ہوا ہے کہ بے موسمی ہولی کا سبب یہ ہے کہ تین لڑکیاں کٹھی پیدا ہوئی تھیں اور تینوں اسی وقت ہونے لگیں۔ پہلی نے کہا کہ آئندہ سال بڑی آفات کا ہے اور دیہات تمام قوم کو تکلیف پہنچائیں گی۔ دوسری نے کہا جو زندہ رہیں گے وہ بچیں گے تیسری لہوی اگر ہندو اس موسم میں ہولی جلائیں تو ساری آفتوں سے بچے رہیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مجھے احتمال ہے کہ ایسے بیانات و واقعات ان لوگوں پر اثر نہیں کر سکتے۔ جو مغربی خیال کے ہیں۔ ہرات کا لے لینا۔ ایرانی شرفاء کی دعائیں اور ان لڑکیوں کی پیشین گوئیاں ہمارے لئے اس قابل بھی نہیں کہ ہم ان کو نظر اٹھا کر بھی دیکھیں۔ لیکن اگر ہم ایشیائی خیالات و عقائد کو اسی پیمانہ میں جانچیں جو ہمارے اپنے خیالات کے جانچنے کا ہو تو ہم بہت بڑی غلطی کر رہے ہونگے۔ اگر مذکورہ ایڈیٹر لیل بیانات پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ جن کے لئے لکھے گئے تھے۔ کتنی خس پوشتی سے ان کے عقائد چھادی ہیں۔ ان کی پیشین گوئیوں کا پورا اثر نا۔ حسن عسکری کے خواب اور شیدی قنبر کی سفارت اور اسلامی قدیمی روایات سب کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ کیا ہم اب بھی نہیں سمجھ سکتے کہ قلعہ اور اخباری پریس میں کتنا گہرا تعلق تھا کیا یہ واقعات

اتفاقہ تھے، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک سپر زاوے کے خواب و باری مقصود ہے اور اخبارات کی من گھڑت القافیہ ایک ہی مسئلہ پر بحث کرے؟ ہم ان دلفریبیوں کو دیکھ چکے ہیں جن سے ہندو سپاہیوں کو قابو میں لایا گیا تھا۔ اور کیا ہم یہاں اس محرک روح کو نہیں پہچان سکتے۔ کیا یہ واقعات اسلامی غرور اور قصب اور مذہبی جنگ کے لئے نفسانیت کو نہیں ظاہر کرتے اور کیا انگریزوں سے اتنی نفرت ان کی ذاتی خصوصیات پر بنی نہیں ہے۔ اور ۱۹۔ ارج کے صادق الاخبار میں لکھا جا چکا ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ ۹۰۰۔ ایرانی سپاہ مع افغان کے ہندوستان میں داخل ہو گئی ہے۔ اور ۵۰۰۔ ایرانی سپاہ تبدیل لباس دہلی میں موجود ہے۔ "مانا کہ یہ بیان ایک شخص صادق خاں نامی کے اظہار پر جو خود بھی تبدیل لباس میں تھا لکھا گیا تھا اور جس نے اپنا صحیح نام پوشیدہ رکھا تھا۔ مگر بے شک یہ حالات بھی اس تجویز کا ایک حصہ تھے اور اخبار کی سرگرم تحریک میں انہوں نے بھی سہارا دیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب نے اپنے ناظرین کے خیالات کو اس مضمون سے جوش دلانے کے لئے عمدہ آمیز مضمون پیش کر کے باغیانہ تحریک کا فرض ادا کیا ہے۔ دریافت کیا جائے کہ شہر کے مقتدر اخبار میں بغیر کسی پتہ یا سند نہادت کے ایک گناہم شخص کا بیان کیونکر دیا جاسکتا ہے؟ یہ فقط ایرانیوں کی سازش کو جو ہمارے یقین میں بالکل لغو ہے۔ نہیں ظاہر کرتا۔ بلکہ ایڈیٹر صاحب اور ان کے تمام اہالی موہالی کی کہری سازش کا پتہ دیتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ نام یعنی صادق خاں اس اشتہار میں بھی تھا۔ جو جامع مسجد کی دیوار پر چسپاں تھا۔ وہ اعلان اور ۵۰۰۔ سپاہیوں کا افسانہ لازم و ملزوم ہیں۔ جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچا سکتے تھے۔ اگر کوئی اعلان کے لئے باز پرس کرتا تو جواب تیار تھا۔ کہ اس کا لانے والا پانچ سو تبدیل لباس والے سپاہیوں کے ہمراہ دہلی پہنچا تھا۔ ہیں اگر ایرانیوں کے دخول پر یقین نہ کیا جاتا تو کیا اعلان بطور ثبوت موجود تھا؟

اس ابلہ فریبی کی تہہ پر چڑھ گیا ہے اور جوں جوں ہم اس معاملہ میں مزید غور کرتے ہیں ان حیلوں اور چالوں کا جو ایسے مناسب طریق سے عمل میں لانی گئیں۔ یقیناً زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

اعلان کی ایک طرف ڈھال دوسری طرف تلوار بالکل بے معنی ہونگی۔ مگر معزوف افسروں کا قصہ جو اسے پورا کرنے آئے کیا ہے؟ اعلان سرتاپا غلط ہے۔ اور ہمارا یقین کلی ہے کہ سازش اور اسلامی سازش کی کھلی ہوئی حالت ہے۔ بیشک کسی اور طرف اس اعلان کو منسوب کرنا غیر ممکن ہے۔ پھر وہ کون تھا جو اعلان لایا اور لکھا؟ میں یقین کرتا ہوں کہ ایڈیٹر اخبار سے اس کا جواب مل سکتا ہے۔ جس نے اس مضمون کو کثرت سے شائع کیا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مضمون اس کا حسب دلخواہ ہے جس پر وہ پوری طرح حاوی ہے۔ اس کے پاس اس کی اصلی نقل ہے۔ اور اسی سے اس کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ اور بلاشبہ پوری طرح اس کو علم ہے کہ اعلان کا لکھنے والا کون ہے۔

میں نہیں چاہتا کہ ایک ہی مضمون پراچار ہوں اور اخبارات کے اقتباس پیش کر کے اسلامی سازش کا ثبوت دیے جاوے۔ مگر اس میں ہی اسلامی سازش مجھے نظر آتی ہے۔ اور دیگر شہادت سے بھی اس کا ثبوت میرے لئے دشوار نہیں۔ ہر حال ایک اور اقتباس ہے جسے یہاں چھوڑ دینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔

مورخہ ۱۳۔ اپریل کے پرچہ کا اقتباس ہے اور سر تھوڈی فلس میت کا کت کی شہادت کے مطابق جو انہوں نے بیان کیا ہے کہ غدر سے پندرہ روز قبل مجسٹریٹ کے نام ایک گناہم درخواست آئی تھی کہ شہر کا کشمیری دروازہ انگریزوں سے چھپن لیا جائیگا کیونکہ شہر کا استحکم مضبوط مقام ہی ہے۔ جو کہ شہر اور دہلی کی چھاؤنی کو باہم ملاتا ہے۔ دیکھتے صادق الاخبار کا وہ اقتباس جس میں لکھا ہے کہ میرے دوست نے اس اعلان کی اپنی نقل کر لی

ہے۔ پس سب سے پہلے جب کبھی شہر میں ہنگامہ برپا ہوگا۔ اس دروازے پر قبضہ کیا جائے گا۔ اس سے بچہ مناسب ہے۔ تشریفوں شکاف کہتے ہیں کہ گویہ درخواست کبھی موصول نہیں ہوتی۔ مگر معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ لکھی گئی تھی۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دنوں ہندوستانیوں کے خیالات کیا تھے؟ پس کوئی شک نہیں رہا کہ وہ اقتباس بھی اسی مخرج سے نکلا تھا۔ اور اس درخواست کے مضمون کی سچی تفسیر تھا۔ جسے ایڈیٹر نے بلا خوف و خطر چھاپ دیا۔ کتنی حکمت اور دانائی سے تجویز گھڑی گئی تھی۔ تاکہ صرف انہیں لوگوں کی سمجھ میں آ سکے۔ جو اس راز سے واقف ہوں۔ مگر اب سب پر روشن کر دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر کہتا ہے کہ "مجمہر ٹریٹ کی عدالت میں کئی درخواستیں گزری ہیں۔ اور ان میں یہ لکھا ہے کہ آج سے ایک ہفتہ کے بعد کشمیر پر حملہ کیا جائیگا۔ جس کی خوبصورتی و فرحت افزائی کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

"اگر ایک کباب شدہ جانور کشمیر میں پہنچ جائے تو اس کے بھی بال و پرواں پیدا ہو جائیں گے۔ اور یہ ارضی بہشت کہنے والوں کے قبضہ میں آجائے گی۔"

دریافت کیا جائے کہ دہلی کے مجمہر ٹریٹ کو درخواست دینے والے کیونکر کشمیر لے سکتے تھے۔ اور اب کون نہیں سمجھ سکتا کہ شہر دہلی کے کشمیری دروازہ کو اس کے مہنام ملک سے موسوم کر کے پر وہ ڈھانپ دیا ہے اور خوبصورتی و فرحت افزائی کو کشمیری دروازہ کی گذشتہ خوبصورتی پر محمول کیا ہے۔ میں یہاں غور کرنے کے لئے نہیں ٹھہر جاتا کہ آیا مرغ سبیل و سوختہ جاں کی تخیل کلامی سے موجودہ مزم مراد ہیں یا کیا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ دروازہ پر قبضہ کر لینے سے انہیں اپنے لئے بچے ہوئے بال و پروا درست ہو جانے کی امید تھی۔ اور اس کے ذریعہ مرتبہ اعلیٰ پر پرواز کرنا

لے گذشتہ شوکت و عظمت۔

چاہتے تھے۔ ۱۳ اپریل کو یہ بیان کرنا کہ آج کی تاریخ سے ایک مہینہ بعد بہت سخت ہنگامہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی اس جگہ افسروں پر فیر کئے گئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ایڈیٹر صاحب صادق الاخبار کو سازش سے ضرور واقفیت تھی۔ ورنہ وہ اتنی صحیح پیشین گوئی کی اقلیم میں بلند پروازی کر کے نہیں پہنچ سکتے۔

ایڈیٹر کی مذکورہ بالا دانشندانہ خبر اور جواں نعت کی نا تجربہ کارانہ گفتگو ایک دوسرے کی مثال ہیں۔ اور فی الواقع تحیر خیز ہیں۔

۱۱۔ سنی کو حملہ کیا گیا جس کی اطلاع پیشتر دی جا چکی تھی۔ اور اس کے بعد وہی ہوا جو ذکر ہو چکا ہے۔ پس کیا میرے سامعین میں سے کوئی ہے۔ جو کہے کہ بہت گہری اور خفیہ سازش کو اس سے کچھ واسطہ نہیں!

یہ یزید کا اس سے گہرا تعلق رکھنے کا ثبوت یہیں تمام نہیں ہو جاتا۔ بلکہ کچھ اور

بھی ہے۔ ”موجود“ جیسی جو صرف بادشاہ کا لازم ہی نہیں بلکہ ان کا مخصوص خاص اور جیشہ ان کی خدمت میں رہنے والا تھا۔ مسٹر ایوریٹ کو علیحدہ لے جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اپنی فوج سمیت کمپنی کی فوج سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لو۔ کیونکہ ہوسم گروا میں ہر جگہ روسی دکھائی دیں گے۔ مسٹر ایوریٹ خندہ زن ہوتے ہیں اور اسے اس شخص کی بے وقوفی تصور کرتے ہیں۔ لیکن اب ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں کہ وہ کوئی بڑی گہری بات تھی۔ چنانچہ ان کی دوسری ملاقات میں جو غالباً ایک ماہ بعد ہوئی۔ جبکہ غدر برپا ہو چکا تھا۔ ”موجود“ کہتا ہے ”کیا میں نے نہیں چلے آنے کے لئے نہیں کہا تھا؟“ اور پھر تاکید کی شرح بیان کرتے ہوئے شیدی قبر کا پورا قصہ بیان کرتا ہے۔ کہ وہ کیونکر شاہ دہلی کی سفارت لے کر قسطنطنیہ گیا۔ اور اس نے روانگی کے وقت کہ جانے کا کیسا بہانہ کیا۔ مجھے یہ تشریح بالکل تعجب خیز دکھائی دیتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

ہنگامہ میرٹھ ہی صرف بغاوت کی بنا نہیں تھی۔ بلکہ بغاوت کی مڑی عرصہ سے بہت بڑا حال قائم رہی تھی۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان ویسی افسران اور اہل رجسٹری دہلی میرٹھ میں کوئی گہری سازش نہیں تھی؟ مسٹر ایوریٹ بھی آخر عیسائی تھے۔ جنہیں باغیوں نے اپنے ہمراہ ملا ناچا۔ اور خبر نہیں کہ اگر ان کی بجائے کوئی مسلمان افسر ہوتا تو بیشک وہ عیسائیوں کے محکوم رہنے پر بادشاہی ملازمت کو ترجیح دیتا اور جس زمانہ میں بادشاہ کی ملازمت اختیار کرنے کی ان سے استدعا کی گئی تھی میرٹھ کے کورٹ مارشل کی خبر دہلی میں بالکل نامعلوم تھی کیا اس سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ تیاری بہت عرصہ پہلے سے ہو رہی تھی اور ان سے کہا کس نے تھا کیا صرف ایک خانگی ملازم ایک ادنیٰ اردی گوہ کتا ہی منظور نظر کریں نہ ہو بلکہ اپنے آقا کے حکم کے ایک رسالدار اور پوری پلٹن کو گورنمنٹ کی ملازمت سے بے طرف کر کر خود ملازمت دے سکتا ہے؟ اتنے بڑے گروہ کو شاہی ملازمین کے واسطے بادشاہ کے اور کون عطا کر سکتا ہے؟ میں استدعا کرتا ہوں ان لوگوں سے جو میرے مخاطب ہیں۔ کہ ان سوالات پر خوب غور کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ کیا ملوم کی شرکت اس سے ثابت نہیں ہوتی؟ ہمیں مکند لال سکریٹری سے بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ تین سال قبل کچھ پیدل سپاہ متعینہ دہلی بادشاہ کی مرید ہو گئی تھی۔ اور اس موقع پر بادشاہ نے ہر ایک کو ایک شجرہ دیا تھا۔ جس میں ان کے متقدین کے ہمارے احکام تھے۔ جو ایک دوسرے کے مرید ہوتے گئے تھے۔ اور خود بادشاہ کا نام بھی ان میں شامل تھا۔ اور ایک ایک سرخ رومال اپنی برکت کی علامت کے طور پر دیا تھا۔ اب سے تین سال قبل شیدی قبیلہ کی سفارت ایران وقوع میں آئی تھی۔ اور مسلمانوں کی سازش کی ابتدا بھی اسی وقت سے ہوئی۔ ایک ہی موقع کا انتخاب کرنا۔ جس میں ایک طرف تو بے انتہا زہد و تقویٰ کی نمائش۔ دوسری طرف بادشاہی شان کا غیسر معمولی دکھاؤ۔ پوری طرح ہمیں بتاتا ہے کہ ضرور

ان دونوں باتوں میں کوئی نہ کوئی پولٹیکل چال مضمر تھی۔ لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے ان نمائندوں کا اسناد کروا دیا تھا۔ لیکن گواہ کہتا ہے کہ اس روز سے فجر میں اور بادشاہ میں تقاروف ہو گیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ مسرور قرار و اجرم میں پانچ باتیں اور اضافہ کی گئی ہیں۔ یعنی پیرزادہ حسن عسکری کے بیان کردہ خواب اور پیشین گوئیاں، شہیدی قنبر حبشی کی سفارت مظنطنیہ و ایران، ہندوؤں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کا مدبرانہ منصوبہ۔ ہندوستانی پریس کی مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کی تحریک اور آخری یہ کہ ویسی فجر کے ہندو مسلمانوں کو ایسی اور دیگر قسم کی تدبیروں سے وفاداری سے منحرف کرنا کیا ان پانچوں باتوں میں مزم کی شرکت کا پتہ ملتا ہے یا نہیں؟ اگر سوال ہذا کے جواب میں جیسا کہ مجھے یقین ہے اعتراف کیا جائے تاہم ایک بات اور باقی رہ جاتی ہے جو شاید اہم ترین ہے یعنی آیا وہ ان تمام معاملات میں مقتدار ہے یا مقتدی؟ یا حقیقی متحرک کر نیوالے میر قافلہ اور مشپار ہے؟ یا رہنما یا تابع فرمان؟ یا کٹھنہ پتلی یا مرشدانہ چالوں سے مذہبی تعصب کی ترقی کے لئے کوشاں؟ میں یقین کرتا ہوں کہ کئی آدمی سوخرا الذکر کی طرف اشارہ مانل ہوں گے معلومہ اسلامی تعصب سب سے پہلا حملہ آور تھا اس خاص مذہب کا کلبہ و تعصب حکومت کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ مغویانہ سازش اس کا وسیلہ موزم اس کے دانشمند کارکن اور ہر ایک ممکن جرم بھیانک انجام۔

میرا خیال ہے کہ علاوہ شاہی خاندان سے وابستہ ہونے کے ملام ہندوستان میں مذہبی شان و لاویزی سے دیکھے گئے ہیں۔ پولٹیکل اور مذہبی پی ہر دو متحدہ قوتیں تھیں جنہوں نے ملام کو سازش میں مدعو کیا۔ اسلامی جوش و تعصب ہم ہر جگہ پاتے ہیں۔ جو کاذبات سے عیاں ہے اور عرضیوں میں وہ چمک رہا ہے اور اپنے اعمال میں نہایت قوی الاثر ہے۔ اس کے موثر حملہ سے غلطی ملنا بہت مشکل نظر

آتا ہے۔ شہزادہ مرزا عبدالکدام اپنے ملاقاتی اور بچکے وقت کے دوست کو لوٹ لینا پھر اپنے چچا کو قتل کرنے کے لئے بھیجا اس کی مبالغہ آمیز مثال نہیں ہے۔ پھر ایک مسلمان امیر مرزا تقی بیگ پشاور کی جو گورنمنٹ برطانیہ کی ملازمت میں معزز عہدہ پر ممتاز ہوئے اور معقول تنخواہ پانے کے باوجود اپنی کتابوں میں سے کتنی سلیم الطبعی سے حوالہ دیتا ہے۔ کہ "ایک انقلاب ہو گا۔ اور حکومت برطانیہ بالکل نیست نابود ہو جائیگی۔ اس سے بھی زیادہ کریم بخش دہلی کا سیکرٹری والا اسکا متبع پایا جاتا ہے۔ جو انگریزی تنخواہ پاتے ہوئے فارسی کی تعلیم و تعلم سے فائدہ اٹھا کر دوسری رجسٹریوں میں خفیہ مرسلات بھیجتا ہے کہ سیکرٹری کے ساختہ کارٹوس مجرب کئے گئے ہیں۔ اور سپاہیوں کو اس معاملہ میں اپنے انگریز امینوں کا اگر وہ کچھ کہیں تو یقین نہ کرنا چاہئے۔ غور کیا جائے کہ شخص کشا بڑا خائن ثابت ہوا۔ پھر جبکہ بادشاہ کی فوجیں سیکرٹری پر حملہ آور ہو رہی تھیں تو کسی سرگوشیاں کر رہا تھا کیا اس کی سازش میں شرکت کرنے سے کوئی انکار کر سکتا ہے جبکہ ظاہر انگریزوں کی نوکری کر رہا تھا۔ مگر باطن میں ان لوگوں سے ملا ہوا تھا جو انگریزوں کی تباہی کے درپے تھے؟

میں بہت خوشی سے ایک بات کا حوالہ دیتا ہوں۔ وہ محمود رویش کی درخواست ہے جو ایک حیرت انگیز خط ہے جسے مسٹر کالون لٹننٹ گورنر آگرہ کو اس فریضہ دیہا در شخص نے بھیجا تھا۔ اور یہاں اس کا ذکر کئے بغیر نہ رہنا چاہئے۔ جو کہ ایک مسلمان کی طرف سے برطانیہ کی وفاداری میں ایک بہترین مثال ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ اس دوسری درخواست کو شامل نہیں کر سکتا۔ جو جنی ٹنٹ خاں کی طرف سے بتائی جاتی ہے۔ جو بادشاہ کو ارسال کی گئی تھی۔ اور کہتے ہیں کہ لکھا ہوا تھا۔ "عورتوں اور بچوں کا قتل ناجائز ہے۔ پھر درخواست کی گئی تھی کہ ملائے دین سے فتوے لیا جائے۔ چنانچہ جب سے میں نے اسے عدالت میں پیش کیا ہے۔

اس کے اس وقت کچھ جانے میں بھی کئی شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ اور عجب نہیں کہ وہ بی پر قبضہ ہو جانے کے بعد بفرض النعام و منافع حاصل کرنے کے لکھی لی ہو۔ اس کے ایسا ہونے کا یقین اس وجہ سے ہوتا ہے۔ کہ بنی بخش خاں حبیبی حیثیت کا آدمی بادشاہ کو ایسی نصیحت کرنے یا تحریر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ کہ سپاہ کو پہلے اپنا غصہ بادشاہ پر اتارنا چاہئے۔ چنانچہ بنی بخش خاں ڈینگ مارتے ہیں کہ میں نے ایسا لکھا۔ بے شک کچھ مثالیں ایسی ہیں جن میں مسلمانوں نے انگریزوں سے اچھا سلوک کیا۔ اور وہ بوجہ قلیل ہونے کے بہت دلچسپ ہیں۔ ہم اس سے استنباط کر سکتے ہیں۔ کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کا ان کے پیروں کے دل پر اثر نہ ہوا۔ ورنہ ایسی تعلیم ایسے اصول علم الہی۔ کیا انہیں خوشخواری و معویانہ جرائم کی طرف لے جاتے۔ یہاں تک کہ عام انسانیت بھی ان کے افعال سے بالآخر ہے۔

(سرکاری وکیل صدمہ کے سبب عقل سے خارج ہو گیا تھا ورنہ ایسے

الفاظ نہ کہتا۔ کیا اس کو عیسائیوں کے وہ مذہبی جہڑن یاد نہ آئے جنہوں

نے یورپ میں لاکھوں سگینا ہوں کا خون بہا دیا۔ حسن نظامی)

ایڈریس ہند کے درمیان میں نے بار بار مسلمانوں کی سازش کا ذکر کیا ہے اور

ہم بے شک ۱۸۵۷ء کے واقعہ ہائے کو اسی کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ میں نے تبتانے

کی کوشش کی ہے۔ کہ ملزم ہندوستان میں بطور پیشوائے دین کے ہیں۔ اور اس

سازش میں بھی بطور لیڈر کے شریک رہے ہیں۔ میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ پریس

نے اور مسلمانوں نے مل کر ہندوؤں کو بھڑکایا۔ اور خصوصاً فوجی سپاہ کو

اشتعال دلایا۔ ہیرم لائٹ کیولرائی کے سواروں کا کارتوس لینے سے انکار

کرنا ثابت کر سکتا ہے۔ کہ ایسا ہی ہے۔ ان ۸۵ سواروں میں سے زیادہ حصہ

مسلمانوں کا تھا۔ اور ان لوگوں کی کوئی ذات پات نہ تھی۔ اس حالت میں اگر گائے یا سور کی چربی بھی کارٹوسوں پر لی گئی ہوتی۔ تاہم ان کے پاس کوئی مذہبی اعتراض نہیں تھا۔ درکیل صاحب بالکل غلط کہتے ہیں۔ سور کی چربی کو ہر مسلمان حرام سمجھتا ہے۔ (سن نظامی)

کپتان مائینو ہیں بتاتے ہیں کہ انبالہ کے سپاہیوں میں مسئلہ کارٹوس پر چرب بحث ہوتی تو مسلمان ہنستے تھے۔ اسی سے ہم جان سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا مقصد کھلم کھلا بغاوت تھا۔ اور اسی حرکت کرنے کا کوئی قابل پڑ پرائی عندر یا معافی کے لائق کوئی وجہ وہ نہیں رکھتے۔ اور پھر اگرچہ ان کی تکلیفوں کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ تاہم انہوں نے بغاوت کی۔ اور ہندوؤں کو بے دھرم ہو جانے کا خوف دلا کر اپنے ہمراہ شامل ہونے کی ترغیب دی۔ میں نے جو یہ کہا کہ ہندوؤں کو شامل ہونے کی ترغیب دی تو اس کا ہمارے پاس بین ثبوت ہے اور وہ ایسی بات ہے جس میں مسلمان اپنے شاکی دوستوں کی سہرومی نہ کر سکے۔ اور ہندوؤں کو بھی اس حکمت عملی کے ڈھونڈھ لگانے میں زیادہ خور کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ایک گواہ جس کا حوالہ بار بار دیا جا چکا ہے ہم سے بیان کرتا ہے کہ لڑائی کے بعد ہی فوراً ہندوؤں نے اپنے رفیق مسلمانوں کو ملاست کرنی شروع کی کہ تم نے ہمیں درغلا یا۔ اور تذبذب میں پڑ گئے کہ کیا دراصل انگریزی گورنمنٹ ہمارے مذہب میں دخل دینا چاہتی تھی۔ ہندو سپاہیوں کی کثیر تعداد نے کہنا شروع کیا کہ اگر ہمیں یقین ہو سکا کہ ہماری جان بخشی کر دی جائے گی۔ تو ہم پھر گورنمنٹ کی ملازمت میں آجائیں گے لیکن مسلمان اس کے برخلاف کہتے رہے کہ بادشاہ کی ملازمت انگریزی ملازمت سے بدتر ہے بہتر ہے اور نواب راجہ بادشاہ کو فوج کثیر سے مدد دینگے اور آخر کار ہم ہی فتنہ مند ہونگے۔

اگر ہم ان واقعات پر سرسری نظر ڈالیں جو دوران کارروائی میں وقتاً فوقتاً ہمارے

پیش ہوتے رہے ہیں۔ تو ہم دیکھیں گے۔ کہ صرف مسلمان ہی غلش دار پیکار ہیں جو باہم جڑے ہوئے ہیں۔ (اسلامی اخوت تو ہمیشہ عیسائیوں کو خار کی طرح کھٹکا کرتی ہے۔ وکیل صاحب کو اس پر جس قدر غصہ آئے کم ہے۔ حسن نظامی، ایک مسلمان پیرزادہ اس کے فرضی خواب اور بنادنی طاقت اعجاز۔ ایک مسلمان بادشاہ اور ان کی ضعیف الاعتقادی وار کتاب جرائم۔ ایک مسلمان خفیہ سفارت اسلامی طاقتوں ایران و ترکی کو برا بھلا کہنے کے لئے بہاری طاقت کے زوال کی نسبت مسلمان پمیشین گویاں ہماری حکومت مثلاً اسلامی حکومت کا خیال، مسلمانوں کا کیا ہوا جا بڑا نہ قتل۔ اسلامی غلبہ کی خاطر جہاد۔ ایک مسلمان پریس کا اشتعال دلانا۔ اور مسلمان سپاہیوں کا بغاوت کرنا۔ ہندوؤں کے متعلق میں ضرور کہوں گا کہ یہاں اس پر زور افروز کیا جائے۔ اور روشنی ڈالی جائے۔ کیونکہ وہ تو فقط ہمیشہ اپنے پیش قدم ہمسائے کے حکم پر دار رہے ہیں۔

اسلامی سازش کی بحث اب ختم ہو گئی۔ میرا یہ دعا نہیں ہے کہ دیگر سازشی ہماری پیش نظر کارروائیوں سے بری ہو گئے۔ کیونکہ یہاں میں نے صرف ان لوگوں کو منتخب کیا ہے جو مجھے سب سے زیادہ بڑھ کر ذمہ دار نظر آئے۔ میں بیٹھنے کے قبل چاہتا ہوں کہ ایک سوال کروں۔ اور کپتان مارٹینز کی شہادت میں سے جواب دوں کیا تم نے کبھی سپاہیوں کو یہ شکایت کرتے سنا ہے کہ انگریز پادری ہندو ستائیوں کو زبردستی عیسائی کر دیتے ہیں؟

جواب۔ جی نہیں۔ عمر کبھ میں کبھی نہیں (اس موقع پر مجھے ناظرین کو سر سید احمد خاں کی کتاب اسباب نجات ہند پڑھنے کی سفارش کرنی چاہئے جس سے وکیل صاحب کی غیب تردید ہوتی ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ عیسائیت پھیلانے کا خطہ بھی غدار کا بڑا سبب ہے۔ حسن نظامی) میں نہیں جانتا کہ وہ ایک شمشیر بھی اس کا خیال کرتے ہوں؟ میں یقین کرتا ہوں

کہ کوئی افسر ایسا نہیں ہے۔ جسے سپاہیوں کے طرز عادات سے بخوبی بہت واقفیت نہ ہو۔ یا
ایکے احساسات و جذبات کو نہ جانتا ہو۔ بلکہ اس خیال کی تصدیق کروں گا کہ عیسائی مشن کا
ہندوستان میں کوئی خوف نہ تھا۔ مناسب طریقے سے تبلیغ مسیحیت ہندوستانیوں اور فریضہ
کو خوف نہیں دلاتی۔ اگر وہ عقائد و نصیحت جو فقط تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے یہاں کجائے تو کسی
مذہب کو تعصب نہیں ہو سکتا۔ پیروان مسیح کی تعداد میں ترقی کی کوشش جہاں تک مجھے
معلوم ہے ہندوستانیوں میں بری نظر سے نہیں دیکھی جاتی۔ اور اگر اسے اسکی اصلی شان
سے پیش کیا جائے تو کوئی شک نہیں کہ انکی آنکھوں کے سامنے سے موجود تاریکی کا پردہ
دور ہو جائیگا اور معلوم ہوگا کہ مسیحیت کوئی ذات نہیں ہے اور وہ ہر چیز کہاں کا حکم دیتی ہے
اگر یہ تو غیر گھٹانے والا خیال ان کے دلوں سے دور ہو جائے تو ساتھ ہی ہندوؤں کا خوف
بھی غائب ہو جائے گا۔ وہ دیکھیں گے کہ مسیحیت کو زبردستی پھیلانا غیر ممکن ہے۔
اور ان کے دل سے بغاوت کا یہ قوی ترین ہتھیار نکال ڈالنا چاہئے۔ لیکن اگر میں
یوہنی کہتا چلا جاؤں تو حکومت کی پالیسی کی جھنجکی کر رہا ہوں گا۔ پس میں عدالت کا
شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ وہ بغور میری طرف متوجہ رہی۔ اور ساتھ ہی مسٹر مرنی مترجم
کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس میں اور دیگر مقدمات میں قابل قدر اعانت
کی۔ مشرقی علوم میں انہیں کامل دستگاہ ہے۔ زبانی انہما رات میں طراری اور
مستعدی جس سے تمام مختلف نوشتوں کو ترتیب دیکر پڑھنا۔ اور بغیر معمولی وقت
کے دستاویزوں کا صحیح اور ان کے مفہوم کو قائم رکھتے ہوئے ترجمہ کرنا ثابت کرتا
ہے کہ فارسی اور اردو پر انہیں پورا عبور ہے۔ ان کی کاغذات کے علاوہ جو لوٹ
ہیں۔ نہایت قیمتی ہیں۔ اور میرے کہنے کے بغیر خود ہی مسٹر مرنی کی مترجمانہ اصلی
قابلیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر میں اس طرح ان کے احسانات کا اعتراف نہ کروں
تو ضرور میں افسوس ہر دو ناقص رہ جاؤں گے۔

دہلی

۹۔ مارچ ۱۸۵۵ء

ایف جے۔ ہیئرٹھ میجر
ڈپٹی ایڈوکیٹ جنرل وکیل سرکار

عدالت تجویز رائے جو ریاں کے لئے ختم ہوتی ہے

تجویز و رائے جو ریاں

عدالت اس شہادت پر جو اس کے پیش نظر ہے متفق ہے کہ ملزم محمد بہادر شاہ
سابق بادشاہ دہلی تمام جرائم کے مجرم ہیں جو ان کے برخلاف بیان کئے گئے ہیں۔

ایم ٹاؤن لفٹنٹ کرنل

پریسیڈنٹ

دہلی

۹۔ مارچ ۱۸۵۵ء

ایف جے۔ ہیئرٹھ میجر

ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل

منظور کیا گیا اور بحال رکھا گیا

این۔ پی۔ میجر جنرل

کمانڈنگ میجر ڈویژن

سرمارن کیپ

۹۔ اپریل ۱۸۵۵ء

عدالت تین بجے سے غیر معین وقت تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔

ضمیمہ کارروائی مقدمہ محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی

شہادت حکیم حسن الدخاں سابق طبیب بادشاہ دہلی

لاٹوالینبرف گورنر جنرل کی طرف سے بادشاہ کا نذرانہ دیا جانا موقوف ہو گیا تو وہ ہمیشہ مخوم رہتے تھے۔ پہلے تو انہوں نے اس معاملہ کے متعلق انگلستان کو لکھا۔ اور پھر ہمیشہ اس حکم کے برخلاف شکایت اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ نیز اس سے بہت رنجیدہ تھے کہ ان کی خواہش تھی کہ چھوٹا لڑکا مرزا جواں بخت ولیعہد سقر کر دیا جائے۔ اور حق تھا سب سے بڑے لڑکے مرزا فتح الملک کا اور جواں بخت کی کی ولیعہدی کی مخالفت کی تھی۔ تھوڑے عرصہ بعد مرزا حیدر ولد مرزا خان بخش پسر مرزا سلطان شکوہ اپنے بھائی مرزا مراد کے ہمراہ لکھنؤ سے آئے اور انہوں نے بادشاہ کو رضا مندر کے ایجنٹ لفٹنٹ گورنر کو لکھنے کی ترغیب دی کہ انہوں نے (بادشاہ نے) شہزادوں کو گورنٹ آفس میں اپنا ایجنٹ مقرر کیا ہے۔ مگر لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے منظور نہ کیا کیونکہ شہزادوں کو ایسے کام پر مقرر کرنے کا قاعدہ نہیں تھا۔ جاتے وقت لکھنؤ کے شہزادے اپنے ہمراہ کئی کاغذات لیتے گئے جن پر بادشاہ کی مہر ثبت کرائی گئی تھی۔ اور ان شہزادوں کو حرم سرانے شاہی میں بھی بٹارسوخ تھا۔

لکھنؤ میں مرزا حیدر نے شاہ عباس کی درگاہ پر بادشاہ دہلی کی طرف سے ایک علم چڑھایا اور عہد کو ایک تحریر سی رقعہ دیا جو شیل کا لکھا ہوا تھا اور جس پر بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی۔ اس رقعہ میں تحریر تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ عقائد اختیار کر لئے یہ اطلاع دو تین شہزادوں سے ٹپی۔ جو سنی مذہب رکھتے تھے۔ نیز کئی سنیوں کی عوضیوں سے بھی معلوم ہوا۔ جو بادشاہ دہلی کے نام سے موصول ہوا۔

تھیں۔ ان میں سے میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔ امین الرحمن خاں ہاشمہ دہلی
مگر لکھنؤ میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ رشیدی بلال جو پہلے بادشاہ کے ہاں ملازم
تھا۔ مگر پھر لکھنؤ جا کر ملازمت کر لی تھی۔ جب یہ حالات دہلی میں معلوم ہوئے۔ تو
کئی علماء بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں آگاہ کیا جائے
کہ یہ کیا بات ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مرزا حیدر نے بادشاہ کی مہر تمام کاغذات
پر لگائی ہے جو خود اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اور بادشاہ نے بھی ایک فرمان مجتہد کو دیا
ہے۔ پھر بادشاہ نے آگے کہا کہ ان کے فرمان میں صرف یہ لکھا ہے کہ وہ (بادشاہ)
اہلبیت سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اور جو ان سے محبت نہ کرے وہ مسلم نہیں
ہے۔ بعد ازاں بادشاہ کی درخواست پر لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے اس فرمان
کی نقل لکھنؤ سے سنگوا دی اور اس کا فہم لینے والے مضمون لکھا جو درخواستوں
میں ظاہر کیا گیا تھا۔ اس وقت یہ یقین کر لیا گیا تھا۔ کہ بادشاہ نے علاوہ مجتہد کے
فرمان کے کچھ شاہ اودھ کو بھی لکھا ہو گا جو خود شیعہ تھے۔ اور مرزا حیدر نے ضرور بادشاہ
دہلی کو ان سے منکر فتح پانے کی امید دلائی ہوگی۔

ایک سال بعد معتبر خبر ملی تھی کہ مرزا نجف ایران گیا ہے۔ جو مرزا حیدر کا
بھائی اور بادشاہ دہلی کا بھتیجا تھا۔ مولوی بکر کی بتائی ہوئی یہ خبر بھی اخبار میں
شائع کی گئی تھی کہ مرزا سے شاہ ایران نہایت عمدگی سے پیش آیا۔ میں نے مرزا علی بہ
سے جو مرزا نجف کا بڑا گہرا دوست تھا۔ دریافت کیا کہ آیا مرزا نجف بادشاہ
دہلی کا کوئی خط شاہ ایران کے پاس لیکر گیا ہے۔ اس نے اس کی تصدیق کی اور
بتایا کہ خط کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ مذہب قبول کر لیا ہے اور آپ
ان کی امداد کیجئے۔ مزید یہاں اس خط میں بادشاہ دہلی نے اپنی خراب حالت کا
شکوہ کیا تھا۔ اور مفلوک الحالی ظاہر کی تھی۔ مرزا علی نجف نے ساتھ ہی یہ بھی

کہا کہ ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ چند ماہ بعد شیدی قبر کے حج کی تیاری کی۔ اور کہ جانے کی اجازت چاہی پیرزادہ حسن عسکری کی مسرت و نصرت مل گئی اور زور راہ کے لئے کچھ خرچ بھی دیدیا گیا۔ اس کے چند ماہ بعد حاکم مل ملازم گورنمنٹ برطانیہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا دراصل شیدی قبر حج کرنے گیا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہ حج کو گیا ہو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایران گیا ہے۔ میں نے بہا مجھے علم نہیں لیکن خواجہ سرائوں سے خطیہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دراصل وہ ایران گیا ہے۔ اور پیرزادہ حسن عسکری کی معرفت رات کے وقت اسے چند کاغذات دینے گئے تھے جس میں بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی۔ اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قبر مرزا آفتاب کے پاس گیا تھا کہ کچھ خط و کتابت کا جواب لائے۔ یہ تمام حالات سنیں تو سے پوشیدہ رکھے گئے تھے۔ اور میں بھی ان میں شامل تھا کہ بادشاہ کا مذہب مرزا حیدر نے تبدیل کر دیا تھا۔ اس کا ذکر بھی کرنا چاہئے۔ کہ بادشاہ دہلی ان تمام خبروں کے سننے کے شائق رہتے تھے جو ایران اور بوشہر سے تعلق رکھتی تھیں۔

مرزا حیدر کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ وہ بادشاہ دہلی کا خاص رشتہ دار یعنی بھتیجہ تھا۔ اور لکھنؤ سے ایک ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ پاتا تھا۔ وہ خاندانی شیعہ تھا اور اس کے دادا سلیمان شکوہ اور اس کے والد خان بخش دو بوشہر مذہب کے تھے۔ ان کے مذہب میں یہ بڑا ثواب ہے کہ غیر مذہب والے کو اپنا ہم مذہب بنا لیا جائے۔ علاوہ ان میں اس نے دنیاوی فائدہ کو بھی نظر انداز نہ کیا ہوگا۔ جو اسے تین ہفتہ بادشاہوں کے ہونے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ یعنی بادشاہ دہلی و لکھنؤ و ایران۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ایران سے خط و کتابت کرنے کی تجویز سب سے پہلے مرزا حیدر نے بنائی تھی جس نے اپنا ذاتی نفع بھی سوچا تھا۔ اور یہ بھی خیال

کر لیا ہوگا۔ کہ بادشاہ دہلی کے شیعہ ہونے کا وہاں شاہ ایران کو بڑی بے اختیار بات مرزا نجف کے جانے کے قبل ہی معلوم ہو جائے۔ تاکہ بادشاہ اس سے خاطر و مدارات سے پیش آئے۔ بہادر شاہ بادشاہ اپنے پولیسکل منصوبوں کو پوشیدہ رکھنے کی بہت کم پرواہ رکھتے تھے۔ ان کے معمولی معمولی ملازم ان پر اچھا خاصہ اثر رکھتے تھے۔ چنانچہ خواجہ سراؤں سے کچھ بھی مخفی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ہر ایک مقام پر جا سکتے تھے۔ بادشاہ اپنی بیگمات کو پولیسکل معاملات میں شریک کرتے تھے۔ اور ان کی سنتے تھے۔ چنانچہ زینت محل بیگم کے خوش کرنے کو انہوں نے اس کے رٹکے مرزا جو ان سخت کو اپنا لپیٹہ بنانا چاہا تھا۔ حالانکہ وہ بالکل کم سن اور اس مرتبہ کے لائق نہ تھا۔ خواجہ سراؤں کے قبضے میں تمام راز رہتے تھے۔ کیونکہ انہیں کہیں جانے کی ممانعت نہ تھی۔ حتیٰ کہ خلیفہ انور میں بھی ہیدسٹرک جا سکتے تھے چنانچہ محبوب علی خواجہ سرا بادشاہ کے تمام معاملات کا مختار تھا۔

میں نے وہ خط بھی نہیں پڑھا جو بادشاہ دہلی نے شاہ ایران کو لکھا تھا۔ البتہ جو کچھ سننا تھا من و عن بیان کر دیا۔ میرے خیال میں بادشاہ دہلی نے ضرور مالی اور فوجی امداد چاہی ہوگی۔ بادشاہ روپیہ کی پستش کرتے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ طبع میں پڑکر باوجود ضعیف العمری کے اپنا مذہب تک تبدیل کر دیا تھا۔

میں نے کبھی نہیں سنا کہ شاہ ایران کے خط میں ویسی فوج کو گورنمنٹ سے باغی کرانے کی تجویز بادشاہ نے کی ہو۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کیا گیا ہوگا۔ کیونکہ اس وقت ایسا چہرہ نہیں تھا۔ بادشاہ دہلی نے صرف ایران سے قربت کرنے کا خیال کیا تھا۔ مجھے خواجہ سراؤں سے معلوم ہوا تھا۔ اور اسی وقت ان پر مہر شہت کی گئی تھی۔ اور شہیدی قبر کو دیکر ہدایت کی گئی تھی۔ کہ انہیں لیجا کر مرزا نجف کو دیدے۔ اور گزشتہ خط کا اور اس کا جواب لائے۔

میں جانتا ہوں کہ ان کا خدات میں جو شیدی قبر کو دیے گئے تھے۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو خواجہ سرحد در بتاتے۔ شیدی قبر ایران روانہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد اخبار میں شائع ہوا کہ مرزا نجف ایران پہنچ گیا ہے۔ شیدی قبر کے جانے کے ایک سال بعد صدر ہند اور گورنمنٹ برطانیہ کے زیر نگین آ گیا۔ اور ہندوستان گڑھی میں بھی شیدی کی روداگی کے بعد بڑا گامہ ہوا تھا۔

بہادر شاہ گورنمنٹ کی مرضی کے موافق نہیں تھے۔ گورنمنٹ کا خیال تھا۔ کہ ان کی وفات کے بعد قلعہ کو شاہی خاندان سے خالی کر لیا جائے گا۔ اور گورنمنٹ کا یہ ارادہ مرزا فتح الملک کو وسیعہ کی طرح سے بدوشتا۔ اس وجہ سے بادشاہ اکثر کہا کرتے تھے کہ مرزا فتح الملک جس کی جانشینی کے بادشاہ مخالفت تھے) کو اپنی وسیعہ پر خوشی منانے کا بہت کم موقع ملا ہے۔ کیونکہ بادشاہ کے بعد ان کے جانشین کا کچھ اختیار نہ رہیگا۔ نہ اسے قلعہ میں رہنے دیا جائیگا۔

ایران کی لڑائی کے دوران میں بعض شہزادوں کا خیال تھا کہ اگر روس نے ایران کی مدد کی ہوگی تو انگریزوں کو ضرور شکست فاش ہوگی۔ اور ایرانی ضرور ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ بادشاہ کو بھی اس رائے سے اتفاق تھا۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ مرزا نجف نے ایران سے کوئی خط لکھ کر دہلی میں پہنچایا ہو۔ البتہ (اگر کوئی خبر بھی ہو) تو اپنے بھائی مرزا حیدر کو براہ راست لکھ کر بھیج دے گی۔

بادشاہ کو ایران سے مدد پہنچنے کی امید تھی۔ راہبیل نے ہندوستانی والیان ریاست پر اثر قائم رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرزا حیدر جب سے یہاں سے گیا۔ تو پھر واپس نہ آیا اور بھی شخص سازشوں کا بانی مہمانی تھا۔ پہلے اس نے ہی شاہ ایران کو خبر روانہ کرتے

کی صلاح دی تھی۔

بادشاہ لارڈ ڈائمنبرون کے مخالف تھے۔ کیونکہ انہوں نے مرزا جواں بخت کو ولیعهد کے مرزا فتح الملک کو تخت نشینی دیدی تھی حکومت برطانیہ سے یاسی اور انصر سے عواماء ناخوش نہ تھے۔ اور مذہب مسیحیت کے دشمن تھے۔

مرید کرنے کی وجہ سے بادشاہ بہ نسبت دنیاوی رہنما ہونے کے دینی رہنما زیادہ مانے جاتے تھے۔ صرف فوجی لوگ ہی ان کے مرید نہ ہوتے تھے۔ بلکہ ان کو لوہاروں آدمی اپنا پیشوا ماننے لگے تھے۔ یہ رسم بہت قدیمی ہے۔ بہادر شاہ کے والد ماجد بھی مرید کیا کرتے تھے۔ اور بادشاہ نے سرخ رنگین رومال دینا خواہجا دیا تھا۔ پیرزادگان دہلی نے جوشا بان دہلی کے روحانی معلم تھے۔ لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ بادشاہ روحانی معاملات میں زمین پر روحانی خلیفہ الہی ہوتا ہے۔ اور اس کی پیشوائی ہر طرح مسلم ہے۔

میرے ناں حضرت حضرت خواجہ شاہ غلام حسن صاحب نے ایک روز حکیم صاحب کے سامنے بادشاہ سے اس قسم کا ذکر کیا تھا۔ کہ بادشاہ اسلام خلیفہ کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر یہ کوئی تعلیم نہ تھی۔ اور بادشاہ خواہاں کو جانتے تھے اور یہ اسلام کا مسلمہ سلسلہ ہے۔ (حسن نظامی)

علاوہ ازیں اس میں ایک فائدہ عظیم یہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے تمام دنیاوی اور دینی احکام قبول کر لیتا ہے۔ سب سے پہلے بادشاہوں میں مرید کرنے کا رواج بہادر شاہ کے والد نے قائم کیا تھا۔ اول الذکر نے بہت سے لوگوں کو مرید کر لیا تھا۔ اور مریدوں سے صرف ایک سلسلہ میں جمعیت لیتے تھے میں نے کبھی نہیں سنا کہ جن سپاہیوں نے بادشاہ سے بیعت کی تھی۔ ان کے ہاں ملازمت بھی کی ہو۔ قدر سے پہلے کوئی مرید نہیں آیا۔ اور نہ کسی کو سرخ رومال دیا گیا۔ مزید برآں پانچ مہینہ تک زمانہ

قیام دہلی میں کوئی سپاہی جمعیت کے لئے بھی حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ مرزا اسٹل کے مضبوط شدہ کاغذات میں بھی کسی مرید کی کوئی ایک درخواست بھی دستیاب نہیں ہوئی اور نہ ان کا تذکرہ پایا گیا۔ اور یہ کاغذات میری نظر سے گزر چکے ہیں۔ کارٹوس کے ہنگامہ کے بعد پانچ مہینہ تک کوئی شخص آکر مرید نہیں۔ اگر کوئی ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا۔ ہمیشہ مسلمان ہی بادشاہ کے مرید ہوتے تھے۔ اور کسی ذات کا کوئی شخص مرید نہ ہوتا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ بادشاہ نے ہندوستانی فوجوں سے کوئی خط و کتابت کی ہو۔ لیکن وہ دیسی فوج کی نسبت جب کبھی کہیں لڑائی ہوا کرتی۔ تو متفکرانہ طور سے دریافت کیا کرتے تھے۔ اور چونکہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے ناخوش تھے اس لئے اس کی زک اور ہزہریت کی خبریں شوق سے سنتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ماسوا برطانیہ کے جو حکمران آئے گا۔ وہ ان سے بوجہ نسل شاہی ہونے کے نہایت عزت و توقیر سے پیش آئے گا۔ مگر تھوڑے دنوں بعد ان کو یقین ہو گیا۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کی تباہی کے ساتھ ہی ان کی خوش اقبالی بھی ان کے ہاتھوں سے ختم ہو جائیگی۔

مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ الحاق پنجاب کے بعد بسبب موقوفی بہتہ کے دیسی رجمنٹوں کی بغاوت کی خبر بادشاہ کو پہونچی تھی۔ اور مجھے وہ مہینہ تو یاد نہیں جبکہ کلکتہ کی رجمنٹ کے سب سے پہلے نے کارٹوس لینے سے انکار کرنے کی خبر پہونچی تھی۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے۔ کہ کلکتہ کے کسی انبار

سے اطلاع موصول ہوئی تھی۔ اور حسب کارٹوسوں کا چرچا پھیلا ہوا تھا۔ تو یہ قیاس کہ ایسا کہ جتنا زیادہ چرچہ ہو رہا ہے۔ اتنا ہی جوش و غضب ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل جائیگا۔ اور دیسی فوج برطانیہ کو تاراج کر کے اس کی حکومت کا ماتمہ کر دے گی۔ اس وقت بادشاہ نے ظاہر کیا تھا کہ اس وقت ان کی حالت نہایت عمدہ ہوگی۔ کیونکہ جو طاقت حکمرانوں کے

ان کی قدر و منزلت کرے گی۔

خاندان شاہی کے شہزادے کہا کرتے تھے کہ بہ سبب قلت روپیہ فوج یا تو
نیپال چلی جائے گی۔ یا ایران۔ مگر بادشاہ کے پاس نہ ٹھہر گئی

گو نئے کار تو سوں کا اجراء ظاہری بغاوت کا باعث مانا جاتا ہے مگر اصل
ایسا نہیں ہوا۔ ویسی فوج کے بعض افراد بہت روز سے اس کی کوشش کر رہے
تھے۔ کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ سے ناخوش تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان سے بہت جا برائہ
برتاؤ کیا جاتا ہے۔ نئے کار تو سوں کا ہانا اپنے حسب طلب پا کر انہوں نے اپنا کام
نکالا۔ انہی باغیوں اور سازشیوں نے اسے اپنے اغراض کی نٹی بنا کر اور کچھ اور
ندہ جی عضو ملا کر تمام فوجوں کو حکمرانوں سے برگشتہ کر دیا۔ نیز انہیں یقین دہا کہ انہی
کی بدولت گورنمنٹ قائم ہے۔ اور گورنمنٹ ان سے نہیں لڑ سکتی۔ عام لوگ
راہبیت سے بالکل بے بہرہ تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ گورنمنٹ نے ہمارے
ندہ جی کو برباد کرنے کی ٹھانی ہے۔ اور دراصل یہی امر غور طلب ہے۔ کیونکہ کمانڈر انچیف
نے خود ہتھیہ کیا تھا کہ وہ دو سال میں تمام ہندوستان کو عیسائی کر لیں گے۔ اور اسی
وجہ سے باغیوں کی عیسائیانہ چال چل گئی۔ اور ناداؤت پہلک نے ان کی بات
کو سچ جانا۔

میرے خیال میں تو ویسی فوج بہت پہلے سے گورنمنٹ کی مخالف تھی۔ اور اگر
نئے کار تو س جاری بھی نہ کئے جاتے۔ تاہم وہ بغاوت کا کوئی دوسرا بہانہ ڈھونڈ
لیتی۔ کیونکہ اگر سپاہیوں کو محض ندہ جی وجوہات مانع ہوتے تو وہ فوراً لڑ کر

سارے انسانی خیالات کا سب سے پاکیزہ ہوتے ہیں۔ سپاہیوں کو یقین دہا کہ ان کا مذہب
خطرہ میں ہے اور اس کی حمایت میں وہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اگر لازمت ترکہ کر دیتے تو کیا ہوتا
ہوتا۔ عہدہ ان کو ایسا کرنے سے روکتے تھے۔ (حسن الشخان)

چھوڑ دیتے۔ اور اگر انہیں ملازمت کرنی ہوتی۔ تو وہ بغاوت نہ کرتے۔
بادشاہ کا خیال تھا کہ گورنمنٹ لوگوں کے مذہب میں مغل ہونا چاہتی ہے۔
مگر میں سمجھا دیا کرتا تھا۔ کہ یہ صرف ہمدعاؤں کی اڑائی ہوئی بات ہے۔ اور
انگریز بڑے عقلمند ہیں۔ وہ ایسا کوئی کام نہ کریں گے جس سے کسی کے مذہب میں
مداخلت ہو۔ اور وہ کسی فوج کو جس سے عمدہ خدمات کی توقع رکھتے ہوں۔ کبھی صدمہ
نہ پہنچائیں گے جب کبھی میں سمجھاتا بادشاہ میری رائے سے اتفاق کرتے۔ مگر پھر فوج
سراؤں اور مدعاہوں کے بہکانے سے اپنے دیرینہ خیال پر آ جاتے تھے۔

میری موجودگی میں میرٹھ سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی تھی۔ دو مشنہ کو
طلوع آفتاب کے بعد ایک والنٹیر سپاہی جولاہوری دروازہ پر تعینات تھا۔ آیا۔
اور دیوان خاص کے خدمتگاروں سے کہا کہ میرٹھ میں سرکاری فوجوں نے بغاوت
کر دی ہے۔ اور وہ بہت جلد وہی پہنچنے والے ہیں۔ اس خبر کے ایک گھنٹہ بعد ہی ملی
چھاؤنی کی جرنیل قلعہ میں کھس گئی۔ اور اس کے بعد میرٹھ کی فوج آئی۔

میری موجودگی میں کبھی ایسا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ کہ میرٹھ میں کارٹوسوں سے
انکھار کرنے کی بنا پر سپاہیوں کو کورٹ مارشل ہوا ہے۔ اور یہ غیر ممکن نہیں ہے
کہ پانچ یا چھ روز بعد بذریعہ اخبارات معلوم ہو گیا ہو۔

مجھے یقین نہیں ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کی طرف سے تحقیق حالات
کے لئے میرٹھ بھیجا گیا ہو۔ نہ میں نے سنا کہ زمینت محل نے میرٹھ کسی کو روانہ
کیا ہے۔

بادشاہ کو اس وقت حیرت ہوئی جب ایک بیک فوجیں ان کے پاس آئیں
مجھ کو خود منتخب تھا کہ بغیر اطلاع اور بے شان و گمان یہ کیونکر آئیں۔ تاہم جیسے
کارٹوسوں کا ذکر سنا تھا یہ خیال کر لیا تھا۔ کہ کچھ نہ کچھ آفت ضرور آکر رہے گی

اسی روز شام کو جبکہ فوجیں آئی تھیں۔ میں نے بادشاہ کو سمجھا دیا تھا کہ ایسے لوگوں سے بھلائی کی امید رکھنا بے سود ہے۔ جنہوں نے اپنے مالکوں سے بغاوت کی ہو۔ اور پھر میں نے لفٹنٹ گورنر آگرہ کو بادشاہ کی طرف سے لکھ دیا تھا۔ اور اطلاع دیدی تھی۔ کہ فوجوں نے اپنے انگریز افسروں کو قتل کر ڈالا ہے اور بادشاہ کی بے بسی کا ذکر کر کے مدد طلب کی گئی تھی۔

صبح مجھے بادشاہ سے دو بدو ہوا گفتگو کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ کیونکہ قلعہ فوجوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور میں کوئی گفتگو نہیں کر سکتا۔

بادشاہ باغیوں کی آمد کے لئے پہلے سے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ جب میں نے اور غلام عباس وکیل نے آکر کہا کہ قلعہ دار صاحب اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے درخواست کی ہے کہ دو توپیں لاہوری دروازہ پر اور دو پالکیاں کیتان ڈگلز کے مکان پر پہنچا دی جائیں۔ تو انہوں نے فوراً حکم دیدیا اور کچھ عذر نہ کیا۔

کوئی نہیں بتا سکتا کہ چپاٹیوں کی تقسیم کا کیا مطلب تھا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سب سے پہلے یہ تہہ بیکس نے نکالی تھی۔ قلعہ کے تمام لوگ حیرت میں تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور میں نے بذات خود بادشاہ سے اس سئلہ پر گفتگو نہیں کی مگر دیگر لوگ ان کے روبرو اس کا چرچہ کرتے اور پیچھے ہوتے تھے۔ کہ یہ کیا امر ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ چپاٹیوں کی ابتدا فوجوں میں صوبہ اودھ سے شروع ہوئی تھی۔ پہلے پہل میں خود حیرت میں تھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مگر سمجھتا تھا کہ یہ کسی خاص معاملہ کی طرف دلالت کرتی ہیں بعض کا خیال یہ تھا کہ چپاٹیوں کی ایجاد فوج سے ہوئی جو کسی رمز کی طرف اشارہ کرتی ہیں بعض کا اعتقاد تھا کہ ان میں کچھ جادو ہے کیونکہ وہ تمام ملک میں پھیل گئی تھیں۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ کس جگہ سے

پہلے کی تھیں۔ اور ابتدا کس شخص نے کی۔ بعض کا قیاس تھا۔ کہ کسی کامل بزرگ کی ایجاد کی ہوئی ہیں۔ تاکہ ملک کے لوگوں کا مذہب اچھوتا رہے۔ جس کی نسبت خیال تھا کہ گورنمنٹ خراب کرنا چاہتی ہے۔

مجھے افسرانِ فوج سے معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے بغاوت اس وجہ سے کی کہ گورنمنٹ نے کارٹوسوں میں چربی اور آٹے میں ہڈیاں ملائی تھیں۔ تاکہ لوگوں کا وہم خراب ہو جائے۔ اور عموماً ان کے ہتھیار اٹھانے کا یہی سبب بتایا جاتا ہے۔ لیکن میں نے حیدر حسن سے جو ویسی افسروں کا گہرا دوست تھا۔ یہ سنا ہے کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ اگر ہم لوگ باہم متفق رہے تو گورنمنٹ کی فوجیں ہمیں شکست نہ دیکھیں گی اور ایک روز ہم تاج و تخت کے مالک بن جائیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ویسی فوجوں نے ملک گیری کی ہو جس میں بغاوت کی تھی۔ اور مذہب کی آمیزش صرف ان کے اصلی ارادوں کی پردہ پوشی تھی۔ اگر وہ مذہب کے لئے لڑ رہے ہوتے تو کبھی لوگوں کے مکانات نہ لٹتے۔ اور طرح طرح کے ظلم نہ کرتے بلکہ صرف گورنمنٹ برطانیہ سے سرگرم جہال رہتے۔ بغاوت کرنے کے بعد فوجیں اکثر کہا کرتی تھیں کہ اب وہ تلج و تخت کی مالک ہیں۔ اور مختلف شہزادوں کو مختلف صوبہ جات میں لیجا کر حکومت دی گئی۔

نمبر ۳۔ ویسی پیادہ رجمنٹ نے کہا کہ انہوں نے غدر سے قبل ہی میرٹھ کی فوجوں سے مشورہ کر لیا تھا۔ اور تمام چھانڈنیوں سے بذریعہ خط و کتابت مل کر لیا تھا۔ کہ سب دہلی میں آکر جمع ہوں۔ ویسی پیدل کے اس بیان سے مجھے خیال گزرا کہ دہلی کے سپاہیوں کے نام جو خطوط موصول ہوئے تھے۔ ان میں اسی قسم کی باتیں ہوئی ہوں گی۔

دہلی کی باغی رجمنٹوں نے کئی اور رجمنٹوں کو اپنے ہمراہ شامل کرنے کے لئے

تحریر کیا تھا۔ اور بادشاہ نے بیٹیک باغی افسروں کی درخواست پر بیچ، غیرہ کی فوجوں کو شامل ہونے کے احکام جاری کئے تھے۔ وہی کے باغیوں کے خطوط کا مضمون بالعموم یہی ہوتا تھا۔ کہ ”ہم میں کے ہتھیار یہاں آگئے ہیں۔ کیا تم بھی حسب وعدہ فوراً آؤ گے۔“ باغی افسروں کی استدعا پر بادشاہ منشیوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ جیسا وہ افسر چاہیں لکھ دو۔ فوج کی بغاوت کے متعلق میں اور کچھ نہیں سکتا۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا۔ وہ بتا دیا۔

قبل از بغاوت فوجوں نے طے کر لیا تھا کہ اپنی اپنی جھاوٹی کے انگریز مرد و عورت کو اور بچوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ گر میں مفصل نہیں بتا سکتا۔ کہ انہوں نے کیا بندوبست کیا تھا۔ اتنا میں جانتا ہوں کہ ان کی جملہ تدابیر اس وقت کی تیار کردہ نہیں تھیں۔ جب ہنگامہ برپا ہو چکا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ باغیوں نے اپنا کام شروع کرنے کے لئے کوئی خاص تاریخ مقرر کی ہو۔ اگر کی ہوتی تو ان کے خطوط میں ضرور اس کا حوالہ ہوتا حالانکہ کسی خط میں کچھ نہیں تھا۔ میرا دعائے قسم کے حسب ذیل جملوں سے ہے۔
تم نے غلام تاریخ کو بغاوت کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن تم اب تک نہیں آئے۔ پس تم نے اپنا وعدہ وفانہ کیا۔

میں نے ہنگامہ برپا ہونے کا اوپر ذکر کیا ہے۔ میرا مقصد میرے لکھنے کے ہنگامہ سے ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہنگامہ مذکور اچانک نہیں برپا ہوا۔ بلکہ عرصہ دراز سے تدبیریں نچت و نہت ہو رہی ہوں گی۔

میرے لکھنے کی بغاوت کا وقتاً ہونا اس سبب سے ہو گا کہ ان کو انگریز افسروں کے جبر و انتقام کا خوف تھا۔ چنانچہ گلاب شاہ افسر کو لرائی نمبر ۳۰۰ میرٹھ یہاں آکر بیان کرتا ہے کہ انہوں نے ”گورنمنٹ“ فوجوں کو بے ہتھیار کر دیا ہے۔ اور

سواروں کو ناخوذا کر لیا ہے۔

نے کارٹوسوں کے ساتھ ہی سپاہیوں کو اور کئی تکالیف و پریشانییں جبر سے ان میں گورنمنٹ کی طرف سے بدلتی پیدا ہو گئی تھی۔ فوجوں کو کم رخصت ملنے لگی تھی۔ بھتہ بند کر دیا گیا تھا۔ فوجوں کو جہازوں پر سمندروں میں روانہ کیا جاتا تھا۔ وغیرہ۔ لیکن انہوں نے سب سے بڑا ہجر اپنی لہاوت کا باعث اجرائے کارٹوس قرار دیا تھا۔ ان کی دیگر تکالیف پر چنداں التفات نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور اس کا سبب بالکل روشن ہے یعنی کارٹوس کو بدنام کرنے سے انہیں ایک مذہبی موقعہ ہاتھ آ گیا تھا۔ اور انجان لوگوں کو پورا یقین تھا کہ بلیک وہ مذہب کے لئے راز ہے ہیں۔

باغی گورنمنٹ برطانیہ کے لئے بہت حقارت آمیز الفاظ استعمال کرتے تھے۔ وہ انہیں نصاریٰ۔ کفار۔ وغیرہ ناموں سے یاد کرتے تھے۔ لیکن بالکل پایہ ثقاہت سے گریہ ہوئے الفاظ استعمال نہ کرتے تھے۔ وہ اکثر کہتے تھے کہ گورنمنٹ کسی رئیس کو کچھ زمین یا کوئی علاقہ نہ دے گی۔ اور ہندوستانیوں سے مہربانی سے پیش نہ آئے گی۔

وہی فوج میں ہندو مسلمان دونوں گورنمنٹ سے ناخوش تھے۔ مگر شہر میں روہی میں مسلمان بہ نسبت ہندوؤں کے زیادہ ناراض تھے۔ اور ان کی ناراضگی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ بقر عید کے موقع پر گاؤ کشی کا جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور مقامی حکام کا فیصلہ مسلمان آبادی کے موافق نہ ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی شہور تھا۔ کہ گورنمنٹ سور کا گوشت کھلا کر ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتی ہے۔

نصاریٰ کا تعلق ترجمہ نزاریں (شہر نزارہ سے ہے) اور عیسائی ہے لیکن صرف عیسائیوں کے لئے متعلق ہے۔

بعد ازاں یہ افواہ ہوئی کہ (نمبر ۱۱)۔ کسی سپیل اسپاہیوں نے اپنے افعال شیخ سے توبہ کی ہے۔ اور ان کی توبہ کا ثبوت یہ ہے کہ مخفی طور پر وہ رحمت سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ بات یہ تھی کہ بعض لوگوں نے ترقی خواہ اور سرفرازی عہدوں کے لئے اپنے امردوں کو درخواستیں دی تھیں۔ چونکہ ان کی درخواستیں نامنظور کی گئیں۔ اس وجہ سے وہ زکری جھوڑ کر چلے گئے۔

شہزادے یا اہل قلعہ پہلے سے آگاہ نہیں تھے۔ کہ دہلی والیئر رحمت نے گورنمنٹ کے برخلاف میرٹھ کی فوجوں سے سازش کی ہے۔ یہ صرف اس وقت آشکارا ہوا جب باغی فوجوں کے امردوں نے دہلی میں اس کا تذکرہ کیا۔ میرے خیال میں ہندوستانی رؤسا اور سپاہیوں کے مابین بغاوت کے قبل کوئی خط و کتابت نہیں تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رؤسا کے خطوط میں ضرور کچھ نہ کچھ اشارات ہوتے۔ مزید برآں باغی فوجوں کا کچھ حصہ ان والیان ریاست کے پاس چلا جاتا جو سازش میں شریک ہوئے تھے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ لہذا میرے خیال میں باغیوں نے خود ہی اپنی مرضی سے ہنگامہ برپا کیا۔ کسی دلی ملک کی تحریک پر نہیں۔ کیونکہ موخر الذکر حالت میں یا تو خود باغی ہی جا کر اپنے محرکوں سے مل جاتے یا انہیں شرکت کرنے کے لئے طلب کرتے۔

دیہاتی باشندوں پر باغی فوجوں کا کچھ اثر نہیں تھا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ ان سے بہت نرمی سے پیش آتے نہ کہ ان کے مکانات کی لوٹ مار اور ان پر جبر و تعدی روا رکھتے۔ ہنگامہ برپا کرنے کے پیشتر باغی دہلی کی مسلمان آبادی سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ اگر ملے ہوئے ہوتے دہلی کے مسلمانوں پر ایسا ستم نہ ہوتا جسے جیسا کہ انہوں نے توڑا۔

شہر کے روہیل طبقوں کی تحریک کی ضرورت نہ تھی۔ اس وقت کی بل چل اور

محشر خیزی نے انہیں سپاہیوں سے متفق ہونے کی ہر رانی تھی۔ میرا خیال ہے کہ گوجروں اور سپاہیوں کے درمیان کوئی مسامحہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن سپاہیوں نے بعد میں دہلی کے قریب وجوہ میں رہنے والے چند گوجروں کو بادشاہ سے دونوں طرف سے دوائے تھے۔ جو انگریزی کپ کی رسد لوٹ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک شخص راؤ نامی کو ضلع بلند شہر میں سکندرہ کے متصل ایک تقارہ عطا کیا گیا تھا جو اسی منصب پر مامور تھا۔

دوران ہنگامہ میں حکومت انگریزی کو برا اور خراب نہیں کہا گیا جن لوگوں نے سپاہیوں کا حد سے بڑھا ہوا ظلم دیکھا تھا۔ وہ کیونکر حکومت انگریزی کے خلاف کہہ سکتے تھے۔

کیولرائی امیروں میں گلاب شاہ پیدل رجمنٹوں میں انسران الکر نڈر رجمنٹ بادشاہ کے ملازموں میں مشیدی ناصر خان اور سنت خواجہ سرخی خاص اشخاص تھے جنہوں نے انگریزوں کے قتل کی تحریک کی۔ سبب یہ ہے کہ گلاب شاہ اور اس کی جماعت باغیہات کش میں مقیم تھے۔ اور شاہی ڈپوڑ ہی پر خواجہ سراؤں کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔

میں نے اس معاملہ میں بادشاہ سے گفتگو کی تھی۔ اور اس وقت خواجہ سرخی موجود تھے۔ ان لوگوں نے (خواجہ سراؤں نے) گلاب شاہ کی درخواست پر انگریزوں کے قتل کا حکم دینے کے لئے التماس کیا۔ اور میں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ دیوبی فائدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی ان کا ہا کر دینا زیادہ مفید ہو گا۔ اور پھر میں نے ان سے کہا کہ مفتیان شرع سے عورتوں اور بچوں کے خلاف قتل کا فتوے کے کر انسران کو دیکھائیں۔ اور یہ بھی سمجھایا کہ انہیں اگر حالات میں رکھا جائے تو کسی

ایک طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کے آگے کر دے کہ ایک اور مار لو اور اگر تجھ کو کوئی ایک میل بیگاری میں لیجائے تو تو بیل اس کے ساتھ چلا جا۔

بہر حال سرکاری وکیل کی پرچوش تقریر پر یہ حاشیہ کافی سمجھا جائیگا اور یہ سمجھنے میں کچھ دشواری نہو گی۔ کہ سرکاری وکیل نے اسلام پر جس قدر لازم لگائے وہ سب غلط اور ذاتی جویش کا نتیجہ تھے۔

حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ بہادر شاہ میں پیر زادے حضرت حسن عسکری کا جبکہ جبکہ ذکر آیا ہے اور مقدمہ کی ضرورت سے ان کا حال عین مشتبہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم کتاب ہذا کے سلسلے میں صاف اقتباس سے شہادت دینی چاہتا ہوں کہ وہ بزرگ بالکل بے عیب اور پاک نفس تھے باوجود ان پر جو رینج ان کو حاصل تھا وہ ان کی جان لینے کا باعث نہ ہوا۔ جناب ذاب محمد خضر صاحب طوی پیشتر تحصیلدار نے اپنے والد مرحوم کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت حسن عسکری کی صورت اسی نورانی تھی کہ جو ان کو دیکھتا تھا یا سحر ہو جاتا تھا وہ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی کے خلیفہ تھے ذاب خضر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے ارشاد کیا کہ بیٹا اگر تم حضرت حسن عسکری کو دیکھتے تو تم کو یہ خیال ہوتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صحابی جا رہا ہے۔

افسوس ہے کہ حضرت حسن عسکری کو بھانسی ویدی گئی اور آج ان کا ذکر نامناسب الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ گردنیا کا انصاف اور سہروردستان کی اقوام حضرت حسن عسکری کے نام کو شہیدیت کے ساتھ یاد رکھتی ہیں۔

حکیم حسن رضا صاحب موم

مقدمہ بہادر شاہ میں حکیم حسن رضا صاحب کا نام جبکہ جبکہ آیا ہے اور ان کی شہادت

تمام مقدمہ کی جان ہے وہ وہی کے ممتاز پیدل میں تھے طبی اور دینی معلومات اعلیٰ درجہ کی رکھتے تھے۔ مدبری میں ان کے دل کو خاص و سنگاہ حاصل تھی۔ ان کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے دور اندیش شخص تھے۔ اور انہوں نے باغی افواج کے ابتدائی طرز عمل سے سمجھ لیا تھا کہ ان کا انگریزوں کے سامنے ٹھیرنا ناممکن ہے اور وہ وقت بہت مہلک و بالابہ جبکہ انگریزوں کی فوج کرلیں گے اور ہندوستان پر ان کا پورا تسلط ہو جائیگا۔ اس واسطے انہوں نے اپنی پالیسی میں ہنر کی کہ ایک طرف بادشاہ کو نیک صلاحیں دیتے رہے اور دوسری طرف انگریزوں سے بھی خفیہ میل ل قائم رکھا اور یہی وجہ ہوئی کہ باغی افواج نے ان کو انگریزوں کا آدمی سمجھ کر قتل و قہد کا کئی مرتبہ ارادہ کیا۔ اور ان کا گھر بھی ڈھا گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عدسے لیکر آج تک دہلی میں ان کا نام نہایت نفرت و حقارت سے لیا جاتا ہے۔ اور بہادر شاہ کے نام سے چند اشعار عجب جگہ پڑے جاتے ہیں جن میں حکیم احسن الدفان کو بہادر شاہ نے یہودی کہا ہے اور ان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی کا باعث قرار دیا ہے۔

بچپن میں میں نے خود اپنے والدین سے خصوصاً والدہ صاحبہ سے حکیم احسن الدفان کے خلاف بہت سخت اور بُری بُری روایتیں انگریزوں کی تائید کی تھیں مگر آج جب میں نے مقدمہ بہادر شاہ کو پڑھا تو ایسا نا میری رائے یہ ہو گئی کہ حکیم احسن الدفان مسلمانوں اور ہندوستان اور بہادر شاہ کے خدار نہ تھے۔ انہوں نے جو کام کیا ملک و قوم کی ہمدردی کی وجہ سے کیا۔ اس میں ان کی ذاتی غرض کو کچھ دخل نہیں تھا۔ تمام الزامات کی تردید ان کی شہادت کرتی ہے جو شخص حکیم صاحب کے بیان کو غور اور انصاف سے پڑھے گا وہ فوراً سمجھ جائیگا کہ حکیم صاحب نے نہایت عقل مندی سے بادشاہ کو اور مسلمانوں کو الزامات نہادت سے بچانے کی کوشش کی ہے اگر وہ انگریزوں کے دوست اور ملک و قوم کے دشمن ہوتے تو ان کی شہادت سرسری و کالی کے حسب منشاء ہوتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ استغاثہ کے خلاف ہے۔ کہا جائیگا کہ شہادت کے بعض حصے مجرموں کے خلاف بھی پائے جاتے ہیں۔ میں اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور انہی حصوں نے چنگو

حکیم صاحب کی ایمانداری کا قائل کیا۔ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ ایمان اور سچائی سے کہتے ہیں ایک طرف انہوں نے بادشاہ اور شاہی خاندان کو بناوٹی الزامات سے صاف کیا دوسری طرف جو اہلی قصور تھے ان کا بھی اقرار کر لیا۔ لڑکیا انصاف سے آنکھ بند کر لی جائے اور کیا انقلاب پسندوں کے کسی ایسے جرم کو جو ان سے سرزد ہوا بیان نہ کیا جائے۔ اور کیا غدر شہداء میں باغیوں سے جرائم سرزد نہ ہوئے تھے۔ مجھے امید ہے کہ دہلی کی موجودہ نسل اور انبوائی نسلیں حکیم حسن الدغاں کے ساتھ آئندہ غنا اور نفرت کو دلیں نفرت باقی نہ رہینگے کہ مقدمہ بہادر شاہ کی شہادت نے ان کو ملک و قوم کا اہلی دوست ثابت کر دیا۔

بہادر شاہ کے اشعار جو حکیم صاحب کی ہجو میں پڑے جاتے ہیں یا جو عام چرچے ان کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ اشعار بہادر شاہ نے نہ کہے ہوں یا ممکن ہے کہ ان کو بھی کسی نے حکیم صاحب کی طرف سے بہکا دیا ہو۔ اور عوام کی شہرت تو کسی اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ یہ تو ہمیشہ بات کا تین گڑھ بنالیا کرتے ہیں۔ ان کے دربار میں اکثر بے گناہ کو گناہگار اور گناہگار کو بے گناہ بنا یا جا چکا ہے جس کی مثالیں آجکل بھی ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ جو لوگ حکومت سے ساز باز رکھتے ہیں۔ ان کو پہلک کا شیرخوار سمجھا جاتا ہے اور جو پہلک کے غیر خواہ ہیں ان کو حکومت کا خوشامدی خطاب ملتا ہے۔

زینت محل حکیم صاحبہ مرحومہ

یہ بہادر شاہ بادشاہ کی حرائق سی بی تھیں۔ مرزا جلال بخت انہیں کے لڑکے تھے جو ان کی شادی دہلی میں نہایت دہوم و دام سے ہوئی تھی اور تین کے ہوسے لگنے میں "نارنگہ" اور "شاد" کی شہنشاہ کے افسانے شمس العلواء آزاد نے انجیات میں لکھے ہیں۔ ایام غلامی ان پر بھی شہ کیا گیا تھا کہ انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں اور انگریزوں نے ان سے حوال بخت کو بادشاہ بنانے اپنی طرف لایا ہے۔ اسی واسطے باغیوں نے کئی مرتبہ بہادر شاہ سے یہ مطالبہ کیا

کہ زینت محل ہمارے سپرد کر دی جائیں۔ تاکہ ہم ان کو اس ہرم کی سزاویں جیسا کہ بادشاہ کے اپنے بیان میں فرمادھا ہے۔

مگر مقدمہ کی روداد سے اور انگریزوں کے ان خطوط سے جو غدر کے زمانہ میں ان کے پاس میں آتے جاتے تھے۔ اور جن کو جان کے لیے میں نے چھاپ دیا ہے۔ کہیں زینت محل کے ساز و باز کا اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اور دشمنوں نے ان کی نسبت عداوت سے یہ ہے کہ ہر کسی خراڑا رکھی تھی سب سے جڑا ثبوت انگریزوں سے سازش نہ رہنے کا یہ ہے کہ غدر کے بعد لکھے رہنے کے کارکن دیباچہ پیش کردیا گیا جو آج تک ریاست پیشالہ کے ہند میں ہے اور دشمنانہ کے درمیان یہ عمارت اس بھی موجود ہے اس کا پھاٹک بے شک نظر آتا ہے جس کے اوپر بہادر شاہ کی کبھی ہوئی اور خاص ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخ کندہ ہے۔ اگر زینت محل انگریزوں سے ساز و باز رکھی ہو تو ان کے رہنے کے کارکنان غیروں کو نہ دیا جاتا۔ یا ان کے اور ان کے بچوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک ہوتا جیسا کہ مرزا آہی بخش کے ساتھ کیا گیا۔

مرزا آہی بخش صاحب حوم

مجھے تعجب ہے کہ مقدمہ بہادر شاہ میں مرزا آہی بخش صاحب کا نام کہیں نہیں آیا۔ حالانکہ انہوں نے انگریزوں کی بڑی مدد کی تھی جس کے صلہ میں غدر کے بعد بارہ سو روپے ماہوار ان کی پنشن ہفتہ کی گئی اور جو ان کے تین لاکھوں مرزا سلیمان جاہ شریاہ جاہ۔ اقبال شاہ کو تقسیم ہو کر ملتی رہی اور اب ان کی اولاد کو مل رہی ہے۔ تیموریہ خاندان کے جتنے لوگ وہی ہیں سرکاری منشا سے مرزا آہی بخش صاحب کا خاندان ان لوگوں کا سروپر سمجھا جاتا ہے۔ جو وہ اتیں مرزا آہی بخش صاحب کی نسبت انگریزوں سے ساز و باز کرنے کی مشہور ہیں۔ میں ان کو لکھتا نہیں چاہتا۔ اس واسطے کہ مقدمہ ہذا کی سب سے مرزا آہی بخش صاحب کا نام ہی کہیں نہیں آیا۔ لہذا میں بھی سکوت اختیار کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

محفوظ مقام پر اپنے ہی بچوں جیسا سمجھا جائے۔ اور اس کے نتائج بھی جتنا دیکھیں جائیں اور سردار محمد اکبر خاں والی کابل کی نظیر پیش کی جہنوں نے دوران جنگ کے گرفتار شدہ انگریزوں کو بچا یا تھا۔ اور اسی سبب سے امیر دوست محمد خاں۔
 محمد اکبر خاں کے والد کو کس طرح آزادی ملی جو انگریزوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے تھے
 میری ہی باتوں کا اثر تھا کہ بادشاہ نے انگریزوں کے قتل کو منسوخ کر دیا۔
 اور دودھ تک یہی حالت رہی لیکن بعد میں درخواست کنندوں نے بادشاہ
 پر بہت زور ڈالا کہ وہ اس کی منظوری دیں۔ اور خواجہ سرایعنی بسنت و ناصر نے قیدیوں
 کو گلاب شاہ کے حوالہ کر دیا۔ جس نے سب حوض لہجہ قتل کر ڈالا۔

اگر بادشاہ ان بچوں اور عورتوں کا

کے مطالبہ کرنے پر سمجھا دے۔

اغلب تھا کہ

اور قتل

کی

سب سے پہلے باقاعدہ سوار آئے۔ پھر والٹیر رجمنٹ دہلی قلعہ میں داخل ہوئی۔
سواروں کے ہمراہ والٹیروں کی دو کمپنیاں تھیں۔ جو قلعہ کے دروازوں پر متعین
کی گئی تھیں۔ والٹیر رجمنٹ کے امیروں نے چلا کر کہا "یہ میرٹھ سے آئے ہوئے سوار
ہیں۔ اور ایسی پیدل بھی بہت جلد آئے والے ہیں۔ چنانچہ میں نے دہلی رجمنٹ
کے امیروں کے اقبال سے استنباط کیا کہ دہلی اور میرٹھ کی رجمنٹوں میں گہری
سازش تھی۔ دیگر چھاؤنیوں کے سپاہیوں کو ان لوگوں نے کبھی دہلی آنے کے
خطوط یا احکام نہیں کھے۔ البتہ صرف ان کے خطوط میں یہ تحریر ہوتا تھا کہ

۱۰۔ ماغیوں نے دہلی کو منتخب کیا۔
۱۱۔ نر ویک تھی اور میرٹھ

الحاق اودھ کا دہلی میں بہت چرچہ ہوتا تھا۔ مگر دہلی کی اسلامی آبادی بسبب سنی ہونے کے اسے بُری لگا ہوں سے نہ دیکھتی تھی۔ نیز ان کے ایک مولوی امیر علی نامی کو مع چار پانچ سو سنیوں کے ہندو مان گڑھی کے موقع پر بادشاہ اودھ کے حکم سے توپ کے منہ اڑا دیا گیا تھا۔ اور وہ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ شاہ اودھ کو اتنے بے گناہ سنیوں کے خون بہانے کی سزا ملی ہے۔ جو اس کا ملک چھن گیا۔ دہلی کے ہندو باشندوں سے بھی میں نے کوئی ایسی بات نہ سنی جس سے معلوم ہو کہ وہ الحاق اودھ سے ناراض تھے۔ البتہ سپاہی کہا کرتے تھے کہ جس طرح انگریزوں نے اودھ پر قبضہ کیا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ تمام ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ اسباب بغاوت میں الحاق اودھ بھی ایک سبب ہو۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ سپاہیوں کے اظہار خشکی و رنج کا کوئی محل ہی نہ تھا۔ کیونکہ ان کا کچھ کھوپا نہیں گیا تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے انہیں حکومت اودھ کے ظلموں سے نجات مل گئی تھی۔ جو سپاہی دہلی میں تھے۔ انہوں نے تو بالخصوص الحاق اودھ پر کبھی ناراضگی ظاہر نہیں کی۔ میں کہتا ہوں اگر الحاق اودھ نہ بھی ہوتا۔ تب بھی سپاہی بغاوت کرتے۔ کیونکہ ان کی تدا بیر بار آور ہو چکی تھیں۔ لکھنؤ کی تین یا چار رعبطوں نے بادشاہ کو عرضی بھیجی تھی۔ کہ اودھ پر پورا قبضہ کر لینے کے بعد وہ دہلی کی طرف بڑھیں گی۔ اور انہوں نے انگریزوں کو پہلی گارڈ میں محصور کر لیا ہے قدرت اللہ خاں رسالدار ایک سو سواروں کے ساتھ تمام اودھ کی فوجوں کی طرف سے عرضی لے کر آئے تھے۔ اور جواں نخت کے ذریعہ دربار شاہی میں باریاب ہوئے تھے انہوں نے ایک سکھ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ جو بادشاہ کے نام کا ڈھالا ہوا تھا۔ سکھ پرندرجہ ذیل الفاظ کندہ تھے۔

”سراج الدین بہادر شاہ غازی“

عوضی دہندوں نے یہ بھی کہا کہ فی الحال فرزند واجد علی شاہ کو انہوں نے گدی نشین کر دیا ہے تاکہ وہ وزیر بہادر شاہ کی حیثیت سے رہے اور انکی فرمانبرداری کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے اس قسم کا اقرار نامہ بھی لکھو لیا گیا ہے کہ جب بادشاہ کی مرضی ہوگی تب مستقل طور پر گدی نشین کیا جائیگا۔ بادشاہ نے سخت خاں کو حکم دیا کہ منظوری اور بندوبست کا ایک فرمان لکھ دیا جائے وہ سنہری اشرفیاں جنہیں قدس آباد خاں نے پیش کیا تھا۔ اور جن پر بادشاہ کا سکھ تھا۔ ابھی کشف صاحب دہلی کے قبضہ میں موجود ہیں۔ میری دانست میں واجد علی شاہ نے ان کا ردائیوں میں حصہ نہیں لیا۔ اور اگر واجد علی شاہ دہلی نئی خاں نے حصہ لیا ہوتا تو پوشیدہ نہ رہتا اور علاوہ اس کے موخر الذکر لکھنؤ میں موجود نہ تھے۔ خود واجد علی شاہ اور ان کے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹا لڑکا بھی گدی نشین نہیں ہو سکتا تھا۔

میرا خیال ہے کہ اودھ کی فوجیں پہلی گارڈ پر قبضہ کرنے کے بعد ہی دہلی روانہ نہیں ہوئی ہوگی بلکہ انتظام اودھ میں مصروف ہوگئی ہوگی۔ میں جانتا ہوں کہ واجد علی شاہ کے فرزند کا حکم جسے باغیوں نے گدی نشین کیا تھا۔ برائے نام تھا۔

میں نے کبھی نہیں سنا کہ قیام کلکتہ کے زمانہ میں واجد علی شاہ (اور بادشاہ) سے کوئی خط و کتابت ہوئی ہو۔ نہ مجھے ایسا یقین ہے کہ ایسا ہوا ہوگا۔ علی نقی خاں سے بھی کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ البتہ سابق میں کچھ عرصہ تک مرزا حیدر کی وساطت سے ہوتی رہی تھی۔ لیکن جب اس نے لکھنؤ میں مشہور کروا کہ بادشاہ دہلی نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا ہے۔ اور بادشاہ نے دہلی میں انکار کیا۔ کہ انہوں نے نہیں کیا۔ تو مرزا حیدر نے بادشاہ کو لکھنا چھوڑ دیا۔ اور پھر دہلی بھی نہیں آیا۔ اور چونکہ شاہ دہلی و شاہ اودھ کا قاصد بھی مرزا حیدر تھا۔ اور وہ شاہ اودھ کے ہمراہ کلکتہ بھی نہیں گیا تھا۔ لہذا ان دونوں میں خط و کتابت نہیں ہوئی۔ میں نے کبھی

سہا ہی سے نہیں سنا کہ خود بادشاہ اودھ یا ان کے کسی اہل خاندان نے انہیں بناوٹ کی تحریک کی ہو۔ اودھ کی فوجوں کی نسبت اور کچھ میں کہہ نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ دہلی نہیں آئی تھیں۔

دورانِ بناوٹ میں میں نے سنا تھا کہ مرزا حیدر لکھنؤ میں ہے مگر دیگر با اثر و ساد کی طرح وہ بھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیرِ نگیں بیلی کار میں محصور ہے۔

دورانِ ہنگامہ میں بادشاہ دہلی اور مرزا حیدر میں کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی ان کے تمام تعلقات اسی روز سے منقطع ہو گئے جب کہ مرزا نے بادشاہ کا شدید ہوجانا لکھنؤ میں شہر کر دیا تھا۔ اب میں بیان کرتا ہوں کہ کن رجمنٹوں اور کن مقامات سے عرضیاں موصول ہوئیں۔

منہج

منہج کی فوج نے ایک درخواست بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی تھی کہ وہ آگرہ پہنچ گئے ہیں اور شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر انگریز قلعہ بند ہو گئے ہیں جن کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ آگے لکھا تھا کہ "ان کے پاس بھاری توپیں نہیں ہیں۔ لہذا وہ دہلی آکر توپیں لیجائیں گے اور قلعہ فتح کریں گے۔ اپنی درخواست میں ذکر کیا تھا کہ وہ انگریز افسروں کو مار کر آگئے ہیں۔ یہ عرضی متھرا سے لکھی تھی اور خوش خان و سہرا سنگھ صدر داران کی طرف سے تحریر کی گئی تھی۔ درخواست مذکورہ ایک شتر سوار لایا تھا۔ جو بخت خاں نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی۔ اور منہج فوج کی بہت تعریف بیان کی بادشاہ نے ایک حکم جاری کرنے کی ہدایت کی کہ وہ دہلی آجائیں۔ اور پھر ایک حکم لکھا گیا۔

جہانپوری

قاصد نے جہانپوری افواج کا، درخواست لاکر خواجہ سراؤں کو دی جنہوں نے بادشاہ کے سامنے پیش کی۔ لکھنے والوں نے درخواست کی تھی کہ انہوں نے

اپنے انگریز افسروں کو مار ڈالا ہے۔ اور اب دہلی آنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں یہ لکھ دینے کی ہدایت کی کہ وہ آجائیں۔

وانا پور (وینا پور)

غدر کے ڈھائی ماہ بعد دہلی فوج کے افسر کے ذریعہ دینا پور کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جس میں لکھا تھا کہ یا تو ہم لوگ روانہ دہلی ہو گئے یا ہونا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ آجانے کے لئے لکھ دیا جائے۔ میں یقیناً نہیں کہہ سکتا کہ واقعی فوجیں آئیں یا نہیں۔

الہ آباد

دوسرا ہی سافروں کے بھیس میں آئے اور الہ آباد کی فوجوں کی درخواست پیش کی۔ جو غدر کے ڈیڑھ ماہ بعد افسران و الشیر رحبت کے ذریعہ بادشاہ کے حضور میں پہنچائی گئی۔ انہوں نے بادشاہ کی خیر خواہی کا اظہار کیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ وہ دہلی آنا چاہتے ہیں۔ انہیں جواب بھیج دیا گیا کہ آجائیں۔

علی گڑھ

غدر کے ڈھائی ماہ بعد دہلی کے ایک فوجی افسر کی معرفت ایک درخواست پیش ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قاعدہ کے ذریعہ آئی تھی یا بذریعہ واک ہر حال مضمون یہی تھا۔ کہ عرضی دیئے وائے روانہ ہونے والے ہیں۔ انہیں جواب لکھ دیا گیا کہ وہ آجائیں۔

مستحضر

غدر کے میں روز بعد قاصد مستحضر سے ایک درخواست لایا تھا۔ جو والشیر رحبت کے افسروں نے بادشاہ کے سامنے پیش کی۔ لکھنے والوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ دہلی روانہ ہو گئے ہیں۔ اور اپنے ہمراہ ایک خزانہ لارہتے ہیں۔ حسب معمولی

جو اب دیا گیا تھا تو اسے عرصہ بعد یہ فوجیں ایک لاکھ روپیہ لیکر حاضر ہوئیں۔

بلند شہر

مرزا نسل نے ایک سپاہی کو بلند شہر کا تھا بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ وہ ایک درخواست ہمراہ لایا تھا۔ جس میں مذکور تھا کہ فوجیں تمام خزانہ جو ان کے قبضہ میں ہے لیکر دہلی آرہی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہ تیس ہزار روپیہ لائی تھیں مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ دہلی آتے آتے وہ پانچ حصہ خود بخود ختم کر چکی تھیں۔

روڑ کی

مجھے یقین ہے کہ ایک سپاہی مسافر کے بھیس میں آیا تھا۔ اور روڑ کی افواج کی طرف سے ایک عرضی ہمراہ لایا تھا۔ جو غدر کے ڈیڑھ ماہ بعد بندہ علیہ افسران منبر ہوا۔ جرنیل بادشاہ کے حضور پیش کی گئی۔ مضمون یہ تھا کہ سالکان دہلی روانہ ہونے کے خواہش مند ہیں۔ اور دل و جان سے بادشاہ کی خدمت کرنی چاہتے ہیں حسب دستور جواب دیا گیا اور تقریباً ۳۰۰ خندق کھودنے والے مزدور قادیان کی زیرکمان آئے مرزا حاضر سلطان سے اور اس افسر سے بہت راہ ورسم تھی۔ اور بادشاہ پر بھی اس کا اچھا اثر تھا۔ وہ اکثر فوج کی روانگی کے وقت (مشورہ کیلئے) طلب کیا جاتا اور بخت خاں سے ملکر شہر کے ساتھ کاروں سے روپیہ فراہم کر نیکا حکم حاصل کر چکا تھا۔

فرخ آباد

بخت خاں نے دہلی آتے وقت فوج کا کچھ حصہ فرخ آباد میں چھوڑ دیا تھا۔ غدر کے دو ماہ بعد بادشاہ کو حقیقت حال سے اس نے مطلع کیا۔

ہاشمی

دو سوار ہاشمی سے درخواست لائے جس میں تحریر تھا۔ کہ وہ لوگ بادشاہ کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ اور اب مذہب کی خاطر لڑنے کے لئے دہلی روانہ ہونے

فالے ہیں۔ مجھے خیال ہے کہ غالباً گلاب شاہ کمانڈر افواج میرٹھ نے بناوت کے
کچھ ہفتہ بعد یہ درخواست پیش کی تھی۔

سرسہ

سرسہ سے تین درخواستیں موصول ہوئی تھیں۔ ایک پنجاب گوری شنکر
افسر ٹکپور محبت "دوسری ایک کپورانی رسالدار کی طرف سے جس کا نام یاد نہیں رہا۔
تیسری شہزادہ محمد عظیم شہزادہ کے سرٹ کی تھی۔ ان میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ شاہی
خدمات کو اعلیٰ طریقہ سے انجام دے چکے ہیں۔ اور تمام ضرورتیں شدہ لے کر واپس
آ رہے ہیں۔ غدر سے کچھ ہفتہ بعد دو تصدیق کے ذریعہ یہ عرضیاں موصول ہوئی
تھیں۔ حسب دستور جواب تحریر کر دیا گیا۔ تھوڑے روز بعد فوج میں ہزار روپیہ
۲۰۰ پیل اور ۵ یا ۶ بھٹریں لے کر دہلی میں وارد ہوئیں۔

کرناٹ

کرناٹ کی فوجوں کی کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔

نصیر آباد

دوسپاہیوں نے ایک درخواست لاکر پیش کی جس میں حسب معمول تحریر تھا
کہ ہم وہی آنا چاہتے ہیں۔ مرزا محل نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی۔ اور حسب دستور
جواب تحریر کیا گیا۔ دو یا ڈھائی ہزار کے درمیان پیدل سپاہ توپوں کی مسنون
لٹاؤ لے کر وارد ہوئی۔

ساگر پور

مجھے یقین ہے کہ غالباً ان مقامات سے درخواستیں آئی تھیں اور جواب
روانہ کر دیئے گئے تھے۔

پنجاب افریز پور

ایک سپاہی نے جو فقیر کے بھیس میں تھا افریز پور افواج کی ایک درخواست پر پنجائی تھی۔ مرزا نعل نے وہ بادشاہ کے حضور میں گذرانی۔ قاصد سے کہا گیا کہ دوسرے روز حکم لکھا جائے گا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ فریز پور سے آ رہا ہے اور فریز پور کی فوجیں دہلی آنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اور انہوں نے گورنمنٹ برطانیہ سے بھارت کر لی ہے میں نے مجھ کو اس درخواست کو نہیں دیکھا۔ نہ مرزا نعل نے مجھ سے بتایا کہ فریز پور سے کوئی درخواست موصول ہوئی ہے۔ غدر سے چھ ہفتے بعد اور سخت خاں کے آنے کے قبل یہ درخواست آئی تھی۔

انبالہ

ایک سپاہی انبالہ چھاؤنی سے فقیر کے بھیس میں آیا تھا۔ اور درخواست ہمراہ لایا تھا۔ لیکن میں یقینی نہیں بنا سکتا کہ آیا جواب تحریر کیا گیا تھا یا نہیں۔

پھلور

اگر مجھے ٹھیک یاد ہے تو شاید ایک افسر میلی رجمنٹ (نمبر ۲ پیدل رجمنٹ) فوج پھلور کی طرف سے ایک درخواست لایا تھا۔ لیکن اس کے ہمراہ کوئی فوج نہیں تھی۔ ابتدائے ہنگامہ کے دو ماہ بعد عرضی آئی تھی۔ اور سالانہ نے تحریر کیا تھا۔ کہ وہ پھلور میں بادشاہ کی خدمت انجام دینے کے بعد دہلی روانہ ہو جائیں گے۔ معمولی جواب روانہ کیا گیا تھا بہت عرصہ بعد ۲۰۔ آدمی دہلی پہنچے۔

حالت رھر

مجھے خیال ہے کہ شاید مسافروں کے بھیس میں چند سپاہی دہلی آئے تھے۔ اور حالت رھر فوج "ورن سمت رجمنٹ" (نمبر ۱۱۔ ویسی پیدل) کی طرف سے درخواست کی تھی۔ یہ واقعہ معمولی سمجھوتہ تھا۔ اور ویسا ہی جواب دیا گیا۔

سیالکوٹ

کوئی سپاہی سیالکوٹ سے درخواست لیکر نہیں آیا۔ البتہ غدر کے دو پہنچنے سے بھی زیادہ عرصہ بعد باغی رجمنٹ کے ایک افسر نے ایک درخواست بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی۔ سائلوں نے دہلی آنے کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ جواب دہانہ کر دینے کا حکم ہوا۔ میں نے خیال نہیں کیا کہ آیا کوئی فوج آئی یا نہیں۔

جہلم

جہلم سے بہت عرصہ بعد یعنی آغاز غدر کے تین ماہ بعد درخواست موصول ہوئی تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ قادیان کمانڈر سرفریڈر کی کی محضرت پیش کی گئی تھی۔ مضمون حسب معمول اور ویسا ہی جواب تھا۔

راولپنڈی

دوپاہی برہمن سیاحوں کے بھیس میں راولپنڈی سے عرضی لائے تھے۔ جس میں دہلی آنے کی خواہش اور بادشاہ کی خدمت کرنے کی التجا تھی عرضی مذکورہ افسران میسرٹ رجمنٹ نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی موافق معمول لکھا یا گیا۔ بغاوت کے دو ماہ بعد یہ درخواست موصول ہوئی تھی۔

لدھیانہ

میں نے سنا تھا کہ ایک درخواست لدھیانہ سے موصول ہوئی۔ اور مجھے یقین ہے کہ آئی ہوگی۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ کس کے توسل سے آئی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ غالباً جواب بھی دیدیا گیا تھا۔ مجھے اس کا مضمون یاد نہیں رہا۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ انہوں نے دہلی آنے کی خواہش کی تھی۔ اور غالباً غدر سے دو ماہ بعد درخواست موصول ہوئی تھی۔

ان مقامات کی افواج نے کوئی درخواست نہیں روانہ کی۔ بنارس

اعظم گڑھ۔ گورکھ پور۔ کانپور۔ میرٹھ۔ مہارنپور۔ بجنور۔ مراوا آباد۔ فتح گڑھ۔ فتح پور۔ بریلی۔ بدایوں۔ اگرہ شاہجہانپور۔ غازی پور۔

نیز ان افواج کی طرف سے کوئی عرضی موصول نہیں ہوئی۔ امرتسر ہوشیار پور۔ کانگرہ۔ لاہور۔ ایک پشاور۔ ملتان۔ گوگیرہ۔ ڈیرہ اسماعیل خاں۔ ڈیرہ غازی خاں۔ شاہ پور۔ خان گڑھ۔ پالیا۔ نیز کلکتہ یا بارک پور۔ یا دیگر مشرقی چھاؤنیوں سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ بمبئی یا سندھ کی فوجوں کی کوئی درخواست نہیں آئی۔ لیکن باغیوں نے بادشاہ سے کہا تھا کہ انہیں بمبئی کی فوج نے لکھا ہے کہ وہ دہلی آ رہی ہے۔ میں نے یہ ایک بار یاد دہرائنا تھا۔ لیکن میں یقینی نہیں کہہ سکتا کہ آیا کوئی درخواست آئی تھی یا نہیں۔

ایک درخواست علاقہ گوالیار کے کسی مقام سے جس کا نام میں بھول گیا ہوں موصول ہوئی تھی جس میں تحریر تھا کہ وہاں پچاس توپیں اور سیگڑیں کا اتنا سامان ہے کہ پانچ سو گاڑیاں اس کے لیجائے کے لئے چاہئیں۔ لیکن دریائے چنبل جو دریاں میں حائل تھا۔ طغیانی پر تھا۔ اس وجہ سے وہ عبور نہیں کر سکتے۔ غدر کے دو ماہ بعد درخواست مذکورہ موصول ہوئی تھی۔ اور جواب لکھ دیا گیا تھا کہ حسب دریا کا زور کم ہو جائے تب آئیں۔

دہلی کے باغیوں اور بیکانیر۔ جیسلمیر۔ جو دھپور۔ بے پور۔ جھجر۔ الور۔ کوٹہ۔ بونڈی۔ کی فوجوں کے درمیان کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ نہ ان کی کوئی دستاویز دہلی میں موصول ہوئی۔ بادشاہ کے پاس جھجر۔ بلب گڑھ۔ اور سنسرخ۔ نگر کے روسا کی اور دلی و ادخاں۔ والی مالا گڑھ۔ ضلع بلند شہر کی درخواستیں آئی تھیں۔ انہوں نے بادشاہ کی وفاداری کا اعتراف کیا تھا۔ اور حاضر دربار ہونے کے لئے محذرت چاہی تھی اور لکھا تھا کہ اگر وہ آجائیں تو تمام امور مملکت درست ہو جائیں گے۔

ہو جائیں گے۔ نواب بھجور لے تین سو سواروں کو اپنے خسر عبدالصمد خاں کے نزدیک روانہ کیا تھا۔ بلب گڈھ سے پندرہ سو سوار روانہ کئے گئے۔ فرخ نگر سے کچھ فوج نہیں آئی۔ ولی داد خاں نے فوج اور توپوں کے لئے لکھا تھا۔ مگر عرصہ تک کچھ روانہ نہ کیا۔ بناوت کے وقت خود ولی داد خاں دہلی میں موجود تھے۔ پھر انہیں دو آب کی حکومت دیدی گئی اور وہ دہلی سے چلے گئے۔

خان بہادر خاں نے ایک درخواست اور ایک سفیر نجات خاں کی معرفت روانہ کیا تھا۔ نیز ایک اٹھی۔ ایک کوتل گھوڑا جس پر چاندی کا سانسو سامان تھا اور ایک سو ایک طلائی اشرفیاں پیش کی تھیں۔ لاکھ رام نے کئی بار فوج طلب کی۔ رائے مذکور نے چالیس ہزار روپیہ روانہ کیا۔ جو بذریعہ نجات خاں خزانہ میں داخل کر دیا گیا۔ باغیوں کی استدعا پر مندرجہ ذیل رؤساء کو شقے تحریر کئے گئے کہ فوج و سامان جنگ لے کر فی الفور چلے آئیں۔

بھجور بلب گڈھ۔ فرخ نگر۔ خان بہادر خاں بریلی۔ بچے پور۔ اور۔ جو دھ پور۔ بیکانیر۔ گوالیار۔ بھابائی۔ اور۔ جلیسر۔ بھابائی کو دوست لکھے گئے۔ مگر انہوں نے کسی کا جواب نہیں دیا۔ نجات خاں کی معرفت راجہ پٹیلہ کو ایک شقہ تحریر کیا گیا جس میں مذکور تھا کہ ابوالاسلام کی سفارش سے مہاراجہ کا قصور بادشاہ نے معاف کر دیا ہے اور انہیں مدد دینے اور نفیس نفیس آکر انگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے لکھا گیا۔ ایک شقہ رئیس جموں کے نام لکھ کر نجات خاں کے حوالہ کیا گیا کہ اسے روانہ کر دیں۔ انہوں نے پہلے ایک درخواست (جسے جعلی تصور کیا گیا تھا) روانہ کی تھی۔ جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ راجہ گلاب سنگھ نے لکھی ہے۔ اس میں راجہ نے لکھا تھا کہ وہ فوجیں لے کر دہلی روانہ ہوں گے۔ اور راہ میں مہاراجہ پٹیلہ کی سرکوبی کریں گے اور امیر دوست محمد خاں راجہ جموں کے دوست ہیں۔ لہذا وہ بھی بادشاہ

کی خدمات سے محروم نہ رہیں گے۔ رئیس اعظم جموں کو مع فوج لیکر دہلی میں آنے کا شقہ تحریر کیا گیا۔

رئیس مجھڑ بلیجہ گڈھ فرخ نگر۔ اور خان بہادر خاں بریلوی کے جواب آئے۔ مگر مندرجہ ذیل ریاستوں میں سے کوئی جواب نہیں آیا۔

جے پور۔ الور۔ جودھپور۔ ہیکانیر۔ گوالیار۔ جلیہ۔ برہنپالہ۔ جموں۔ ان رؤساء نے جواب نہیں بھیجے۔ کیونکہ وہ بادشاہ کے طرفدار نہ تھے۔ جودھپور اور گوالیار کے راجگان نے برٹش گورنمنٹ کی وفاداری میں ثابت قدمی دکھائی۔ اور گوان کی فوج باغی ہو گئی تھی۔ تاہم وہ خود برٹش گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ بنے رہے۔ بھرت پور میں کوئی شقہ نہیں بھیجا گیا۔ کیونکہ دہلی کے سپاہیوں نے کہا کہ راجہ بالکل نابالغ ہے۔ اور وہاں کا کام گورنمنٹ برطانیہ خود کرتی ہے۔

اندور سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی نہ وہاں سے کوئی پیام آیا۔ باغی کنور سنگھ شاہ آباد کو کوئی خط نہیں لکھا گیا نہ پیام بھیجا گیا۔

راجہ ہمارس یا راجہ دیوان یا نواب باندرا سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی

نہ وہاں کا کوئی پیام آیا۔ نہ ان میں سے کوئی خود آیا۔

راجگان ناگپور اور بادشاہ کے ماہن کوئی خط و کتابت نہ ہوئی۔

بھاولپور۔ کپورتھلہ۔ یاہنپالہ سی۔ زیر قلم کے رؤساء کو بھی خط نہیں بھیجا گیا۔

راجہ نیپال کو کوئی خط نہیں لکھا گیا۔ نہ وہاں سے کوئی آیا۔ باغی فوجوں کے

دہلی میں مجتمع ہوجانے کے بعد ان کی رلے کے موافق راجگان و والیان ریاست کو شقہ لکھے گئے اس وقت انہوں نے راجہ نیپال کو لکھنے کی خواہش نہیں ظاہر کی اس لئے نہیں لکھا گیا۔

والی۔ گجرات یا نظام کن یا رؤساء بلوچستان۔ امیر افغانستان رؤساء دکنہ خیمبر

سے بادشاہ کی کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔

پہلے تو فوجوں نے الزام لگایا کہ شاہی ملازموں نے ان رؤسا کو جنہوں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا شے نہیں لکھے۔ مگر جب خود انہوں نے لکھے اور کوئی جواب نہیں آیا تو وہ کہنے لگے۔ کہ یہ سب غیر وفا دار ہیں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کو نیست کر دینے کے بعد ان سے بھی سمجھیں گے۔ مخبروں نے فرج سے کہا کہ والیان ریاست نتیجہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور ابھی سنے ہوئے خوف کھاتے ہیں۔ گوری شنکر مخبروں کا متنازعہ امر کہا کرتا تھا کہ دہلی کے سامنے والی پہاڑی کی انگریزی فوجیں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہیں۔ اور جو ہنی یہ نکال دی جائیں تو سب تدابیر درست ہو جائیں گی۔ سپاہی کہتے تھے کہ پہاڑی پر صرف دو انگریز جہنٹیں ہیں جن میں سے دو تین سو آدمی تو مارے جا چکے ہیں۔ جب باقی ماندہ بھی مارے جائیں گے۔ تو برٹش فرج خود بخود پہاڑی چوڑوے گی۔ فرج کے کسی افسر نے نواب بہاؤ پور کو لکھنے کی خواہش نہیں کی اور نہ وہاں سے کوئی درخواست آئی۔ میرا ایسا خیال ہے۔ کیونکہ بادشاہ اور نواب مذکور کے درمیان پرانی عداوت تھی۔ وہ یہ کہ جب نواب بہاول خاں سابق رئیس بہاول پور دہلی سے گذرے تو ان کے فرزند کو دیوان خاص میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ اور کہا تھا کہ جب تک وہ ہتھیار کھول کر اور زیورات اتار کر نہ آئے۔ اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور دودھ کے کسی حاکم کی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ مولوی لیاقت علی میٹھواے مجاہدین کی ایک درخواست الہ آباد سے موصول ہوئی تھی جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ دہلی آ رہا ہوں۔ اور کچھ کار و طلب کیا تھا۔ تاکہ مسافر جلد رخصت ہو جائے۔ انہیں کوئی جواب نہیں روانہ کیا گیا۔ کیونکہ وہ خود آ رہے تھے۔ لیکن جب وہ آئے تو تخت خاں نے بادشاہ سے ملاقات کرائی۔ اور وہ فی الفور لکھنؤ واپس چلے گئے۔ یہ بناوٹ شروع ہونے کے تین ماہ بعد کا واقعہ ہے۔

نانا کے پاس سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ لیکن آغازِ قدر کے دو ماہ بعد ایک ایجنٹ دمر سٹا نانا کی طرف سے آیا تھا۔ اور مرزا اعلیٰ نے اسے دربار میں حاضر کیا تھا۔ مرزا اعلیٰ کی استدعا پر نانا کو بھی شریک جنگ ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ ایجنٹ مذکور پھر واپس چلا گیا۔

کسی ساہوکار کی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ البتہ فوج کے منشا سے سیٹھ لکشمی چند کو ایک کم لکھا گیا تھا کہ وہ ایک لاکھ روپیہ قرض دے اور اپنا کوئی معتد سینب خواجی مقرر کرے۔ سیٹھ سے کہا گیا کہ جو مالکذاری آمدنی اطراف و جوانب سے جمع ہوگی اسے دیدی جائیگی۔ اور قرضہ پر سود بھی ملے گا۔ مگر سیٹھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جہاں تک میں واقف ہوں کسی گورنمنٹ ملازم کی کوئی درخواست نہیں آئی۔ لیکن یہ سنا تھا کہ ایک شخص سلمان جسے گورنمنٹ نے اعلیٰ عہدہ پر متاثر کیا تھا۔ چھوڑ کر ولی داد خاں سے مل گیا ہے۔ مگر میں اس کا نام نہیں جانتا۔ مفتی صدر الدین صدر امین۔ کرم علی خاں مہمفت۔ مولوی عباس علی صدرا مین دہلی۔ اور مرزا محمد علی بیگ تحصیلدار مہرولی کو بھی شتے لکھے گئے۔ کہ گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ کر ہماری ملازمت کرو۔ گراہوں نے منظور نہ کیا۔ جب بخت خاں نے علما سے دین کو جامع مسجد میں اکٹھا کر کے مجبور کیا کہ بیان کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ سے جہاد کرنا چاہئے تو مجھے کہا گیا ہے کہ اس نے بخت خاں نے مفتی صدر الدین کو مہر لگانے پر مجبور کیا تھا۔ مگر رمی عباس علی بخت خاں کے وہاں پہنچنے کے قبل ہی دہلی چھوڑ کر اپنے وطن پید گئے تھے۔ اگرہاں کسی اور جسے سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ البتہ مولوی فیض احمد جو صدر پورڈ کے آفس میں ملازم تھے۔ بذات خود دہلی آئے اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ انہیں عدالت کا حاکم مقرر کیا گیا۔

ایک شفقہ نواب راسپور کو بھی لکھا گیا۔ مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بخت خاں نے نواب راسپور کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب وہ دہلی بخت خاں نواب صاحب کے ہاں گئے تھے تو انہوں نے ظاہر کیا تھا۔ کہ وہ غیر جانبدار رہیں گے۔

نواب امین الدین خان۔ ضیاء الدین خاں جاگیر داران لودھرا۔ برادر نواب بھجر۔ حسن علی خاں۔ نواب حمید خاں۔ کے نام سے تحریر کئے گئے۔ یہ سب دہلی میں رہتے تھے اور راجست سنگھ چچا مہاراجہ پٹیا لہ کو بھی تحریر کیا تھا۔ حسب ہدایت یہ سب دربار شاہی میں حاضر ہوئے مگر شفقوں کا جواب کسی نے نہ دیا۔ اور جب فوج دروپیہ کا مطالبہ کیا گیا۔ تو ہر ایک نے کچھ نہ کچھ عذر پیش کر دیا۔ اور دیا کچھ نہیں۔ چنانچہ فوج نے انہیں لوٹنے کا قصد کیا تھا۔ اور ایک مرتبہ اپنے ارادہ کو حد تک تکمیل تک بھی پہنچا دیا۔ مرزا ابوبکر بادشاہ کے پوتے جو قاعدوں کی ہولناکی کے افسر تھے حمید علی خاں کے مکان پر جا پڑے اور خوب لوٹ مار مچائی۔ بعد ازاں نواب کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے آئے ضیاء الدین خاں و امین الدین خاں نے فوج کی سرپرستی پر آمادگی ظاہر کی۔ اس وجہ سے وہ لوٹ سے بچے رہے۔ ایک شفقہ رئیس ٹھوڑی کو بھیجا گیا۔ مگر کچھ جواب نہیں ملا۔

اب میں بیان کرتا ہوں کہ ملک کی عام آبادی میں کہاں کہاں سے دغا بیز موصول ہوئیں۔

ضلع گوردگانوہ

زمینداران گوردگانوہ نے بادشاہ کو ایک درخواست ارسال کی جس میں بتیسی کا ذکر کر کے التجا کی تھی۔ کہ کوئی امن ظلم و ستم کے لئے وہاں مقرر کر دیا جائے۔ سو نوی نہیں تھی نے جو اور سے آئے تھے اپنے بھائی رجب کا نام مجھے یاد نہیں رہا کی سفارش کی کہ وہ وہاں مقرر کر دیا جائے۔ کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ کے دور حکومت میں وہ اسی ضلع

میں مقرر تھا۔ چنانچہ یہ شخص ضلعدار مقرر کیا گیا۔ مگر میں آگاہ نہیں ہوں کہ آیا وہ گورنر کا وہ
 گیا یا نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ زوال دہلی کے پندرہ یا بیس روز قبل یہ مقرر ہوا تھا۔
 فیض الحق نے بھی کئی تحصیلداروں کو ضلعدار کی نیابت میں مقرر کیا تھا۔

ریواڑی

راؤ تارا رام مستقل ناظم ریواڑی نے بخت خاں کی معرفت اپنا ایک ایجنٹ اور ایک
 درخواست بادشاہ کے حضور میں ارسال کی تھی۔ تحریر کیا تھا کہ علاقہ کا انتظام ہوتا ہے
 اور فصل خریف کی جو آمدنی ہوتی تھی۔ وہ سب مصارف فوج میں خرچ ہو گئی۔ اور اگر
 علاقہ مکمل سے جاگیر میں دیدیا جائے تو وہ پینتالیس ہزار روپیہ کا نذرانہ پیشکش
 کریگا۔ بغاوت کے تین ماہ بعد یہ لکھا تھا۔ اور زوال دہلی کے دس روز قبل پینتالیس
 ہزار روپیہ تارا رام نے خزانہ شاہی میں داخل کر دیا تھا۔

بادشاہ پور

زمینداران بادشاہ پور نے ایک تحصیلدار کے لئے درخواست کی ضلعدار کو
 ایک تحصیلدار مقرر کرنے کی ہدایت کی گئی۔

ضلع دہلی

شہر شاہ کے باہر کسی سے خط و کتابت ہوتی نہ کوئی قابل ذکرات وقوع میں آئی۔

ضلع روہتک

باشندگان روہتک نے کوئی درخواست نہیں بھیجی۔ مگر انہوں نے فوج کو رسید
 پہنچانے کا بندوبست کیا تھا۔

حصار

گارد حصار جیل اور امنران محکمہ مالگذاری آمدنی نے بادشاہ کو عرضیاں بھیجی

۱۵ ڈپٹی کمشنر یا حاکم ضلع ۱۵ دوبارہ انگریزی قبضہ

تھیں۔ لکھنے والوں کے نام یاد نہیں۔ انہوں نے بیان کیا تھا۔ کہ وہ دہلی آنے کے لئے
بے چین ہیں۔ غدر شروع ہونے کے دو ماہ بعد یہ خبریں موصول ہوئی تھیں۔

کرناٹ

اس ضلع سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔

میرٹھ

اس ضلع سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

بلند شہر

دلی داو خاں کا حال بیان کر دیا ہے۔ اور کسی دوسری جماعت سے بالکل
خط و کتابت نہیں ہوئی۔

سہارنپور و مظفرنگر

ان اضلاع میں کہیں سے کوئی درخواست نہیں آئی۔

بجنور

اس ضلع کے زمینداروں کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جس میں
بادشاہ سے التجا کی گئی تھی۔ کہ بندوبست کر دیا جائے۔ جواب میں ہدایت کی گئی۔ کہ
فوجیں ضلع مذکور کی طرف آکر انتظام کر دیں گی۔

ہراؤ آباد

نہ کسی جماعت نے کچھ لکھا نہ وہاں کے کسی مفید کی کوئی درخواست آئی۔

پرلی

خان بہادر خاں کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جہاں تخت خاں نے گورنر
کو دیا تھا۔ انہوں نے ایک گھوڑا۔ ایک ہاتھی اور ایک سو ایک طلائی مہریں بادشاہ سے
نذر کیں۔ میں انہیں بٹکانا موصول کیا۔ جو تخت خاں کے ذریعہ دربار میں حاضر ہوا تھا

ایک شقہ تحریر کیا گیا اور بہایت کی گئی۔ کہ مال گزاری کی وصول شدہ آمدنی میں سے (اپنا) خرچ نکال کر باقی روانہ کر دے۔

بدایوں

اس ضلع کے کسی حصہ سے کوئی درخواست نہیں آئی۔

پہلی بھیت

یہاں سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

ضلع مختصراً

برادر ڈنڈی خاں جاگیر دار گڑھی ضلع مختصراً نے اپنے بھتیجے کے ہاتھ ایک خواست اپنی جاگیرات ضبط شدہ کو از سر نو عطا کئے جانے کے لئے روانہ کی تھی جنہیں گورنمنٹ برطانیہ نے ضبط کر لیا تھا۔ ابتدائے خدر کے تین ماہ بعد یہ درخواست موصول ہوئی تھی۔ بخت خاں نے اس پر سفارش کی اور قاصد کو فوج میں شامل کر کے گورنمنٹ نو جوں پر حملہ کر دیا۔ وہ شخص اس موقع پر زخمی ہوا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد مر گیا۔ ساکا نام امرا و بہادر تھا بخت خاں نے اس کے متعلقین کے لئے حقوق و وامی لوہ کر لئے۔ مگر ان تک منظوری پہونچ نہ سکی۔

ضلع آگرہ

اس ضلع سے کوئی پیام نہیں آیا۔ البتہ مولوی فیض احمد خود اس شہر سے آئے

جیسا میں ذکر کر چکا ہوں۔ وزیر خاں ڈاکٹر ادب اسٹنٹ سرجن بھی یہاں آئے تھے۔ بخت خاں ان کے سفارشی تھے اور انہیں آگرہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا

فوج اور بہت خاں دہلی سے فرار ہوئے نو وزیر خاں بھی ان کے ہمراہ تھے۔

لواء انصاف قاضیوں کے ضلع علی گڑھ۔ کانپور۔ فتح گڑھ

دہلی بھی کچھ دیر نہ دیر خارج کے درمیان کوئی نامہ و پیام نہیں ہوا۔

مین پوری

راجہ مین پوری کی ایک درخواست فوجین مانگنے کی آئی تھی۔ مرزا مثل کو حکم ہوا کہ افسران فوج سے مشورہ کر کے کچھ فوج مین پوری روانہ کر دی جائے۔ مگر دوسرے روز افسروں نے کہہ دیا کہ فوجیں یہاں سے جاتا اس وقت تک پسند نہیں کرتیں۔ جب تک کہ گورنمنٹ برطانیہ کو دہلی سے نہ نکال دیں۔ اسی قسم کا جواب راجہ مذکور کو بھیج دیا گیا۔ اس ضلع کی کسی اور جماعت کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

اضلاع گورکھ پور و فتحپور۔ سہوہ

میری یادداشت میں نہیں ہے کہ ان اضلاع یا ضلع کمانوں سے کوئی درخواست وصول ہوئی ہو۔

ضلع الہ آباد

میں کہہ آیا ہوں کہ مولوی لیاقت علی اس ضلع سے آئے تھے اور مستقل گورنمنٹ ہوئے تھے۔ کسی اور جماعت کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

راجہ باندا متصل ریلواں

ان رئیس کو کوئی شفعہ نہیں بھیجا گیا تھا نہ انہوں نے یہاں کوئی درخواست بھیجی۔ لی کہ اضلاع عظیم گڑھ شہنشاہ جہانپور۔ اٹا وہ۔ غازی پور۔ بنارس۔ گیا۔ بادشاہ اور ان اضلاع کے درمیان کوئی پیام رسانی نہیں ہوئی۔

بندیل کھنڈ۔ جیلپور۔ ساگر۔ مالوہ۔ واملاک وکن۔ آئی۔

میری یادداشت میں نہیں ہے کہ ان اضلاع اور دہلی کے مابین کوئی خط و کتابت نظام حیدر آباد وکن اکیچہ۔ گجرات مشرقی صوبجات کلکتہ۔ بارکھانے گورنر

مونگیر۔ وینا پور وغیرہ

نظام اور بادشاہ کے مابین کوئی خط و کتابت نہیں ہوئیہ دربار میں حاضر ہوا تھا

خط و کتابت ہوتی جسوجات مشرق کی نسبت بھی مجھے خیال ہے کہ نہیں ہوتی۔

پٹنہ

نہ نواب پٹنہ نے یا اور کسی جماعت نے بادشاہ کو کچھ لکھا نہ بادشاہ نے انہیں
دہلی سے کوئی شفقہ وغیرہ تحریر کیا۔

پنجاب

پنجاب میں کسی جماعت نے کوئی درخواست نہیں بھیجی۔ زمینداران باری دو آب ضلع
کو نہ بادشاہ نے کچھ لکھا نہ وہاں سے انہوں نے کوئی درخواست بھیجی۔ مجھے اس کی خبر نہیں
کہ فوجیں اہل پنجاب کو اشتغال ولا رہی تھیں یا نہیں۔ اقوام ہندو اور بادشاہ میں کوئی پیام
رسانی نہیں ہوئی۔ اخوند سوات اور بادشاہ میں کوئی پیام رسانی نہیں ہوئی۔ مگر وہاں کی جنگیں
کے ذریعہ دربار شاہی میں باریاب ہوئے تھے اور کہا گیا تھا کہ یہ اخوند کے پیچھے ہوئے ہیں جسکی
انہیں بادشاہ کے سامنے لیگئے۔ یہ لوگ ولایتی (افغانی) تھے ایک نے جو خضر شخص علیہ السلام ہوتا تھا۔
اخوند کی طرف سے ایک تلوار بادشاہ کی نذر کی نیز ایک تحریر دی جس پر اخوند کی ہر حق اور کہا تھا
کہ یہ قاصدا اخوند کے خلیفہ میں ہمیں یہ تھا کہ شہر میں مشہر کر دیا جائے کہ اخوند سوات اور اس کے
پیرو جہاد میں شامل ہونے کیلئے دہلی آئے ہیں مگر دوسرے روز ایک سید صاحب جھکا نام پر
انہیں جانتا بادشاہ سے کہا یہ شخص اخوند کا بھیجا ہوا نہیں اور نہ یہ شرط اسکا ہے بلکہ اسے جھل
آپے بادشاہ نے بخت خاں کو تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ مگر میں نہیں جانتا بخت خاں نے
اس سے کیا بخت خاں کیا کیا۔ بہر حال اتنا مجھے یاد ہے کہ یہ شخص تین روز کے بعد دہلی سے چلا گیا۔
بادشاہ کی پالیسی حکومت

وہ کہ وہ شہزادوں کو ایک مرتبہ حکم دیا گیا تھا کہ خاص معاملات سلطنت میں ہر وقت
فوج اور حکم دیا جائے اور انہیں سے کرایا جائیگا انشراک افغان اور
اور سفیدوں کا کام ہے اور انہیں سے کرایا جائیگا انشراک افغان اور
الصفات قاضیوں کی عدل۔ یہ بھی اس حکم پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ شہر اوسے جیشیہ
دہلی میں اس کچھ بھی دس نہ دیر۔

حاکمیت سے دخل دیتے رہے باو شاہ نے خود مختلف اشاعت میں تحصیلدار مقرر نہیں کئے تھے بلکہ تخت خاں نے ہوٹل پول۔ شاہدہ میں تحصیلدار اور گوڑگاڑہ میں ایک ضلع دار مقرر کیا تھا۔ مگر کوئی آمدنی جمع نہیں ہوئی شہزادے بھی اپنی فوج کو آمدنی جمع کرنے کیلئے بھیجے گا اور کرتے تھے مگر کبھی بھیجا نہیں مولوی فیض احمد جو اگرہ سے آئے تھے اور شہزادگان مرزا خضر سلطان و مرزا مغل عدالت کیا کرتے تھے شہر میں ایک کوتوال رحیف پولیس آفسر اور کئی تھانیدار مقرر تھے تھانیداروں کے نام مجھے یاد نہیں رہے پہلے سعید الدین خاں سپرنٹنڈنٹ قدرت اللہ خاں باشندہ دہلی کوتوال مقرر ہوئے تھے مگر گوڑوں ظلم و زیادتی کر نیکی وجہ سے تھوڑے عرصہ بعد برخواست کر دیئے گئے۔ اسکے بعد خواجہ واجب الدین کی سفارش سے یہ عہدہ قاضی فیض اللہ کو دیا گیا جو باشندہ دہلی تھے پھر یہ مبارک شاہ رامپوری کو عطا کیا گیا مگر میں انکے نام نہیں جانتا۔ شہزادوں کے علاوہ تخت خاں کو بھی ان معاملات میں دخل تھا۔ بلکہ بادشاہ سے انہوں نے تمام تھانیداروں و کوتوال کے نام احکام جاری کرائے تھے کہ تخت خاں کے احکام کو قبول کریں۔ سپاہی کہا کرتے تھے کہ جب وہ مالک ملک ہو جائینگے تو مختلف شہزادوں کو مختلف صوبجات و دیہات کے امور مملکت کے انتظام کیلئے شہزادوں اور تخت خاں نے متفرق لوگ مقرر کئے تھے، میرٹھ کیلئے کوئی گورنر مقرر نہیں ہوا۔ بلند شہر کی گورنری ولی داد خاں کو عطا کی گئی۔ وزیر خاں ڈاکٹر کو سند عطا ہوئی تھی۔ کہ وہ اوہ کے گورنر مقرر کئے گئے مگر وہ اپنے منصب پر بھی دہلی سے گئے نہیں علیگڑھ کیلئے کسی شخص کا تقرر نہیں ہوا۔ خان بہادر خاں روہیلکھنڈ کے گورنر اور کوئی تقرر نہیں ہوا۔ کوئی شخص راجپوتانہ نہیں گیا۔ اور اگرچہ گوڑگاڑہ میں ایک تھانیدار مقرر ہوا تھا۔ مگر وہ بھی اپنے منصب پر نہیں گیا۔

فوج کی قیادت وانی کی باریش میں کوئی مفصل حال نہیں بتا سکتا۔ بادشاہ سے اس معاملہ میں کبھی شور و غوغا نہیں کی گئی مگر میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ کی فوجوں سے مقابلہ کے جو افواج تھیں وہ علی العموم بیچ اور نصیر آباد کی ہوتی تھیں۔ انوں کے بیوی و دیگر عیش جو حملہ کرنا جاتی تھیں

جو کتنی شخص مرزا نسل کے مکان پر مختلف افسران مکر فیصلہ کرتے تھے کہ کئی کسی باری ہے اس کی سپاہی خود مختار تھے بلاتینز جس زمین میں چاہتے تھے رہتے تھے۔

گوری ٹنکر نے افسروں کو جو گورنمنٹ ملازمت میں ہوں سمجھ کر کے عہدے دینے کی بات حاصل کر لی تھی۔ مگر ایسا ہمیشہ جاری نہ رہا۔ کیونکہ جو لوگ ہمیں خالی ہوتیں ان پر کوئی مقرر نہ ہوتا اور ہر ایک شخص اپنی پچھلی جگہ چاہتا تھا۔

میری دانست میں فوج میں بندوبست پورا پورا نہیں تھا۔ فوجوں نے بخت خاں کو گورنر جنرل کا خطاب دینے کی مخالفت کی۔ اور بادشاہ کو ایک درخواست دی تھی کہ ہم بخت خاں کے زیرِ کمان رہنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ بخت خاں صرف توپخانہ کا افسر ہے اور گورنر جنرل کا عہدہ پانے کے لائق نہیں۔ نہ اس نے کوئی خزانہ لاکر دیا ہے اور نہ کوئی معرکہ لڑا۔ اگر گداری کی ہے پھر لکھا تھا کہ مرزا نسل فرزند بادشاہ نہیں ہیں۔ فوجی امور میں پورا اختیار تھا گورنر جنرل ہونے کے لائق ہیں اور تمام افواج ان کے زیرِ کمان رہنا چاہتی ہیں بادشاہ نے یہ درخواست بخت خاں کو بھیج دی۔ اور اسے دعا کی کہ اس کا مناسب جواب تحریر کیا جاوے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ”فوج میں حصول منقسم کی جائے۔ اول دہلی وسیرٹھ کی رجمنٹوں کو باہم ملا دیا جائے۔ دوم وہ فوجیں جو بخت خاں کے ہیکر ایجنج اور سرسہ سے آئی ہیں۔ پستوریوں اور سیرا حصہ باقی تمام فوج کا ہو۔ بادشاہ کو بلا کر نسل کو بلا کر سب بھجوا دیا۔

بخت خاں کے عروج کا سبب یہ تھا کہ جب وہ پہلے آئے تو انہوں نے بادشاہ کو بہت سی بات کی کہ وہ اپنے فرزندوں کو زیادہ اختیار نہ دیں۔ جو ارشاد ہوا کہ مجھ کو بہت کم است حکم دیا جائے گا کہ ہر ایک کام بادشاہ کی حسبِ مرضی ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ بادشاہ اپنے فرزندوں کی عدول حکمی سے ناراض تھے اور بخت خاں کی یہ خواہش ان کی مرضی کے موافق تھی۔ چنانچہ بخت خاں اس روز سے برابر روز بروز بادشاہ کے اطرافِ خاص

سے سرفراز ہوتے گئے۔

وہابیوں

دوران ہنگامہ میں ایک جماعت وہابیوں ٹونک سے آئی اور شکایت کی کہ فوج نے کچھ مالی امداد نہیں کی۔ وہابی اور کئی مقامات سے بھی آئے تھے۔ بخت خاں بھی وہابی تھے۔ اور محمد رفیع رسالدار مولوی امام خاں رسالدار مولوی عبدالغفور مولوی سرفراز علی بھی وہابی تھے۔ بخت خاں نے سرفراز علی کو پیشوائے مجاہدین مقرر کیا تھا۔ اور وہ ان کی سرپرستی کرتے تھے۔

بخت خاں کے آتے ہی وہابیوں کی کثیر تعداد آکر شامل ہو گئی تھی۔ ان وہابیوں نے ایک اعلان چھپوا کر شائع کرایا تھا جس میں تمام مسلمانوں کو جہاد کے لئے مسلح ہو کر آئیں کی دعوت دی تھی۔ اور لکھا تھا کہ اگر وہ نہ آئیں گے تو دن کے عیال واطفال برباد ہو جائیں گے۔ یہ اعلان بہادر خاں کے اعلان سے زیادہ تفصیل نہیں تھا۔

وہابیوں کے متعدد حصوں۔ مثلاً بے پور، بھوپال، ہانسی، حصار سے آئے تھے اور کچھ ولایتی بھی تھے۔ مگر میں جن مقامات سے کہ وہ آئے تھے۔ تفصیل نہ یاد رکھ رہا البتہ مرزا سفیل کے دفتر میں تفصیل موجود تھی۔

وہابیوں سے باہر سندھ بھی برٹش گورنمنٹ کے استنبہ ہی مخالف تھے جتنے مسلمان

خاص وہابی میں بھی یہی حالت تھی۔ مگر بخت خاں نے علماء و فہما کو جمع کر کے جہاد

لیا کہ تمام مسلمانوں کو اگر یزیدوں سے جہاد کرنا چاہیے تو مسلمانوں میں حد سے زائد تنوع و تعصب بکھڑا نہ اٹھا اور وہ گورنمنٹ سے رٹنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔

بند شہر علیگڑھ، اور میرٹھ وغیرہ میں ہندو گورنمنٹ برطانیہ کے لئے اس

مخالف تھے جتنے مسلمان

افواج

تی

وقتِ پانچویں

ہوا کھل

یا معین

دیباچہ مقدمہ بہادر شاہ

خدا کی شان کے قربان ہونا چاہئے ایک زمانہ تھا ہندوستان میں نعل بادشاہ
 اجم کی حیثیت میں داخل ہوئے تھے۔ بابر و ہمایوں نے بودھی سلطنت کا چراغ گل کیا تھا
 وہ وقت بھی آیا کہ غلوں کی حکومت کا چراغ بھی جھلکا جھلکا کر خاموش ہو گیا۔ بہادر شاہ
 تیموری خاندان کے آخری شہنشاہ تھے اور ان کا نام سراج الدین تھا۔ سراج عربی زبان میں چراغ
 کو کہتے ہیں۔ بہادر شاہ کیا مٹے نعل سلطنت کا چراغ بجھ گیا۔ اس کتاب میں وہ داستان ہے جو
 تیموریہ خاندان کی تاجدار کی خاموشی سے اس میں ان تمام حالات کی تفصیل ہے جن کی
 بنا پر بہادر شاہ دوا می طور پر تخت دہلی سے محروم کر دیے گئے جب یہ کتاب پڑھ لیجائیگی۔ تو
 زوال سلطنت کے تمام اسباب سبب نظر آسانی سے سمجھ جائیگا۔ ضرورت نہیں ہے کہ ان پر
 گفتگو کی جائے۔

۱۸۵۷ء اور ۱۹۱۹ء کی مطابقت

یہ کتاب ۱۹۱۹ء میں انگریزی سے ترجمہ کی گئی تھی اثنائے ترجمہ میں روٹیل کے خلاف ہندوستان میں
 بڑا فساد ہوئے اور سر و احمد آباد میں کچھ انگریز مارے گئے۔ وہی قصور گو جرنل الہ امرتسر لاہور
 اور ٹریا وغیرہ مقامات پر انگریزی فوج نے رعایا پر ہندو فوج کے فیر کئے اور نہروں آدمی لئے مر گئے۔
 اس ہنگامہ کی خصوصیت یہ تھی کہ تمام ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہو گیا۔ مسلمانوں
 نے ہندوؤں کو مسجدوں میں جگہ دی اور جامع مسجد دہلی کے کتبہ پر ایک شہر آرد یہودیٹھ کے کتبہ پر
 انگریزوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کا جھوٹا پانی پیایا۔ مسلمان ہندوؤں کی لاشوں کے ساتھ کندھا دیتے
 کے مر گئے اور ہندوؤں نے مسلمانوں کی لاشوں کو کندھا دیا اور ناز جنازہ میں شرکت کی۔
 غرض ایک تعمیری قوم کے خلاف ہندو مسلمانوں کا کامل اتحاد پایا گیا۔ جو آج تک قائم ہے جبکہ

چار آدمی بھی رہتے تھے تو ان کو آپس ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے اور متحد اور متفق ہو کر کام کرنے کی
 صلاحیت نہ تھی یقیناً ان دونوں قوموں میں ہزار ہا آدمی ایسے موجود تھے جو یورپ سے آئی ہوئی ایک
 اجنبی قوم کی حکومت کو ہندوستان کیلئے باعث عار سمجھتے تھے۔ اور ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح
 انگریزوں کو ہم یہاں سے نکال دیں مگر وہ کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہندوستان میں اگرچہ پچیس کروڑ آدمی
 کا سمندر بھرا ہوا تھا لیکن ان میں کسی قسم کی جنگی یا فوجی یا اجتماعی حالت کا پتہ و نشان نہ ملتا تھا اس
 واسطے وہ سب دم بخود ہوتے بیٹھے تھے اور موقعہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ہندوستان میں اس وقت
 انگریزوں کا عجب داب محض ہندوستانی فوجوں کے باعث سے تھا۔ اور ہندوستانی انقلاب
 پسند لوگ ان فوج انگریزی کی مستحکم وفاداری کے تماشے روزانہ دیکھا کرتے تھے کہ وہی لوگ توار کے
 زور اور ناف کی قوت سے انگریزوں کو اس کے ایک کے حصے فتح کر کر کے دیتے تھے لیکن جب انہوں
 نے دیکھا کہ ان فوج میں انگریزوں سے بدگمانی اور بدلی پیدا ہوئی تو انہوں نے اسی وقت معاملہ
 کو ہاتھ میں لے لیا اور سبک پہلے ایسے طریقے اختیار کئے کہ جن سے ہندو مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے یہی
 وجہ تھی کہ انہوں نے کارٹوسوں پر چربی لگانے والے مسئلہ میں دونوں فریق کے جذبات کو پیش
 نظر رکھا یعنی ہندوؤں سے تو یہ کہا کہ کارٹوسوں پر گائے کی چربی لی ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں
 پر یہ باتوں بھونکا کہ کارٹوس سونہ کی چربی سے چھپنے کے لئے ہیں۔ یہ واقعہ صاف طور پر
 ثابت کرتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد باہمی رضامندی سے نہ تھا بلکہ ایک بیرونی اثراتی
 ہتھیاروں نے پیدا کیا تھا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ جب انگریز فوجیاں ہو گئے تو ہندو مسلمانوں کی باہمی
 رنگ جس پر اتحاد کا طبع ہو گیا تھا گھسنے کے بعد بھراہلی صورت میں نکل آیا۔

مسلمان و بہادر شاہ

ان کتاب میں جس قدر نہاد تین بہادر شاہ بادشاہ کے خلاف جمع کی گئی ہیں اور جن پر
 جن لوگوں کی عاری وکیل نے ایک مولانی تقریر میں کے سامنے کی تھی۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بہادر شاہ
 کے بہادر اسلام و مسلمان اس قدر فتنہ و فساد کے بانی مبنی تھے۔ میں یہ دیا چاہا اسلام کو یا مسلمانوں

کو یا بہادر شاہ کو اعتراضات سے بچانے کے واسطے نہیں لکھتا۔ نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ بہادر شاہ کو بے مقصد ثابت کروں۔ کیونکہ اگر میں ایسا کر بھی سکوں، تو باوجود جواب ہونے کے اگر یہ اس سے قائل نہ ہونگے۔ اور نہ یہ امید ہے کہ بہادر شاہ کا موروثی ملک ان کی اولاد کو بچھڑا لیں و بیجا جائیگا۔ میری خواہش تو صرف اتنی ہے کہ اس کتاب کے بعض اچھے ہونے مضامین ناظرین کو سمجھاؤں۔ اور اسباب غدر کے فلسفہ پر پور خانہ حیثیت سے غور کروں۔ تاکہ اس کتاب کے پڑھنے والے، مقدمہ بہادر شاہ کی وجوہات اور الزامات کو تاریخی روشنی میں دیکھ سکیں۔ اور ان کو معلوم ہو جائے کہ مصفا نہ حاصل مقصد اس فساد کا کیا تھا۔ جو کچھ اس مقدمہ کے دوران میں عدالت کے سامنے استغاثہ نے پیش کیا۔ میرا منصب نہیں ہے۔ اور نہ اتنی جگہ ہے کہ میں اس تفصیل کے ساتھ گفتگو کروں۔ میں تو مکمل طور پر یہ بتانا دینا چاہتا ہوں کہ غدر میں دہلی شہر کے اندر انقلاب حکومت کی جو بے باک بھجائی گئی تھی، اور قدر فہرے اس میں حرکت کرتے ہوئے نظر آتے تھے، ان میں سے ایک شخص بھی سوا صوبہ دار خاں کے غدر کا بانی مہمانی۔ یا محرک یا اس کی ابتدائی سازش کا مشترک بلکہ اس عظیم الشان فساد کی بنیاد رکھنے والے کچھ اور ہی لوگ تھے۔ جو ٹیٹی کی آرٹ میں رہے۔ اور آخر وقت تک سامنے نہ آئے۔ میں یہ نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ مجھے معلوم غدر کے اصلی بانی مہمانی ہندو تھے یا مسلمان۔ والیان ریاست تھے یا عوام۔ خود اودھ کے تھے یا بنگال کے۔ جنوب کے تھے یا شمال کے۔ میرا مقصد تو صرف یہ کہنا بہادر شاہ میں جن لوگوں پر غدر کا الزام لگا یا گیا ہے۔ یا جن پر غدر کرنے کا جرم، یہ ہندوؤں میں تھا، کو بانی غدر کا خطاب دینا بالکل ناجائز ہے۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ غدر میں جن لوگوں نے دہلی گئیں وہ حقیقت میں مجرم نہ تھے۔ اور سب کے سب بگیناہ تھے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ غدر میں اگر بے دلوں نے جن ہندو مسلمانوں کو سزائیں دیں۔ ان میں سے ایک حصہ اس زمانے میں ہی کا تھا۔ سستی تھا۔ اور کچھ ایسے تھے جو غلط فہمی کے سبب بے گناہ مارے گئے۔ میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں

یہ وقت
تھی میں غدر
میں رہا
میں وہاں
بہاوت مکر
بہاوت مکر

بہاوت مکر
بہاوت مکر

بہاوت مکر
بہاوت مکر

بہاوت مکر
بہاوت مکر

کہ جن لوگوں نے عذر میں شرکت کی اور انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور ناجائز خطا
 کئے۔ اور اس کے عوض خود بھی انگریزوں کے انتقام کا شکار ہوئے۔ وہ اصلی باغی عذر صمدی
 بلکہ پردہ کے پیچھے چھپی ہوئی ایک جماعت نے ان کو بھڑکایا۔ اور اس قسم کے خلل و
 جال میں پر آمادہ کیا۔ اور جب انتقام کا وقت آیا۔ تو پردے میں چھپی ہوئی جماعت آرا
 بیٹھی رہی۔ اور اس کے اشاروں پر بھڑک اٹھے والی جماعتیں انگریزوں پر
 سے تباہ و برباد ہو گئیں۔ آج کل مسئلہ میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ کابینہ کی مکروری
 ہیں جن کو سب دیکھتے اور جانتے ہیں اور کام کرانے والے اور لگاتار یہ کہ
 سکتا ہے اور نہ جان سکتا ہے۔۔۔ یہ بھڑکنا چاہئے کہ یہ کوئی خفیہ انجن ہے یا بہت
 ہے یا نہیں بلکہ ہندو مسلمانوں اور اقوام ہندوستان کے چند پرانندہ افراد کا یہ کام

یہ ہے جو اپنے اپنے شہروں، قصبوں اور گھروں میں بیٹھے ہوئے چپ چاپ اپنے
 دوسروں میں پیدا کیا کرتے ہیں۔

اور یہ بالکل نیچرل مسئلہ ہے اور قدرتنا سر حکومت و مغلوب قوم کے اندر

ہو چکا کرتے ہیں۔ جو ایک برس یا دو برس یا ایک صدی یا دو

ہزار برس ہو جاتے ہیں۔

دوسری طرف مناسبت سے شہر دہلی کے اشخاص

ہندوؤں نے
 مقدمہ بہادر شاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ کے عذر میں دہلی شہر تمام باغی قوتوں
 کو جن گیا تھا۔ اگرچہ عذر کی ابتدا میرٹھ سے ہوئی لیکن وہاں کی باغی افواج نے سب
 پہلے دہلی کا رخ کیا یہی حال اور شہروں کا تھا کہ جہاں جہاں فوجیں باغی ہوتی تھیں
 ان تمام جا
 یہاں دہلی کا رخ کرتی تھیں کیونکہ دہلی میں منلیہ سلطنت کے نام چار کے ایک بادشاہ
 جن لوگوں
 موجود تھے جن کو ہندو مسلمان صدیوں کی روایات کی بنا پر دلوں میں اپنا
 بہادر شاہ

بلکہ تھانہ اس کے اندر غفلت کی وہ قدیمی سرفروشانہ و فاختانہ مدح باقی تھی نہ وہ جنگاں
اور محنت کے حامی تھے۔ اور نہ ایسی نازک اور بخندش حالت کو قابو میں کرنے کی ان کے
دل و دماغ میں قابلیت تھی۔

صوبہ دار نجات خاں نے بڑی گہری چال چلی تھی کہ نام بادشاہ کا رہے اور کام میں
کہوں اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر شاہ نے بھی اس نکتہ کو سمجھ لیا تھا۔ اور اپنی کمزوری
اور اپنے لوگوں اور خاندان کی نالائقی کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ
صوبہ دار نجات خاں میں ہر قسم کی قابلیت موجود ہے۔ اسی واسطے انہوں نے تمام اختیارات
نجات خاں کے ہاتھ میں دیدیے تھے۔ اور اس کو لارڈ گوڈرینا دیاتھا۔ مگر بدستی سے مرزا
نجات اس نکتہ کو نہیں سمجھتے تھے ان کو خود مختار بادشاہ بننے کا خیال ہو گیا تھا۔ وہ خیال کرنے
تھے کہ بہادر شاہ چند دن کے دہان میں ولیعہد بن کر چرپے اگر یوں کامیابان صاف
اب میرے سوا کون ہندوستان کا بادشاہ بن سکتا ہے؟ یہ نہ سمجھتے کہ بادشاہی کاٹھنوں کی
سج ہے۔ اس پر سفا آسان نہیں ہے اور اس کیلئے بہت بڑی قابلیت درکار ہے۔

انجام یہ ہوا کہ مرزا نجات نے نجات خاں کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالیں اور ان سے مخالفت
رضاع کی اور نجات خاں بچا رہے پر دو جہت سے اس کے مقابلہ کا بوجھ ٹوٹ پڑا۔ ایک طرف انگریز
دوسری طرف مرزا نجات۔ اسی کشمکش میں فرضیں قابضے باہر ہو گئیں۔ انتظام کی شین بگڑ گئی
ایڈل نے دلی فتح کر لی اور انقلاب کی سکیم و حوالا ہو کر اڑ گئی۔

غدر کا الزام

ان تمام حالات کو سننے کے بعد آسانی سے نتیجہ نکال لیا جاسکتا ہے کہ مقدمہ بادشاہ میں
جن لوگوں پر غدر کا الزام لگایا گیا ہے وہ محض یہ تصور تھے سوائے صوبہ دار نجات خاں
کے بہادر شاہ نے جو تحریری بیان اپنا پیش کیا وہ ایک حد تک بالکل صحیح ہے یعنی غدر کی

سازش سے ان کو کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ اور ان کو انقلابی تحریکوں کا سرپرست ثابت کرنا بالکل ناممکن ہے۔ حضرت پیر زادے حسن عسکری صاحب کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے غیبی اشارات کے سہارا پر بادشاہ کو غدار اور انقلاب پر آمادہ کیا۔ بالکل جھوٹ اور بہتان ہے۔ یہ تسلیم کرنا ہوں کہ حسن عسکری صاحب نے کچھ خواب بہادر شاہ کے سامنے بیان کئے ہونگے اور بادشاہ ان خوابوں کی تفسیر سے خوش ہوئے ہونگے لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ محض خواب دیکھنے کی بنا پر اور حسن عسکری صاحب کے کہنے سے بادشاہ ایک ایسے عظیم الشان انقلاب کے لئے آمادہ ہو گئے کیونکہ بادشاہ کی طاقت اور عقل اور ظاہری ذولت اس بڑے منصوبے کے سرسر خلافت تھے۔ ہر آدمی اپنے تعلق کوئی خواب سنکر یا اچھی مشین گوئی معلوم کر کے قدرتِ ناخوش ہوا کرتا ہے مگر اس کے معنی نہیں ہوتے۔ وہ خواب اور مشین گوئی سے متاثر ہو کر اس قسم کے احمقانہ اور خلافت عقل افعال کیلئے آمادہ ہو جاتے۔ جیسا کہ بہادر شاہ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بالکل قرین عقل ہے کہ وقتِ فتنہ کو ایران یا ترکی میں بھیجا گیا ہو مگر یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے کہ جس کو اسبابِ غدر میں ہی مذکور کیا جائے۔ اگر انگریز بہادر شاہ کی حکمت ہوتے اور بہادر شاہ نے ان کے موردیوں کو اسبابِ غدر قرار کر لیا ہوتا تو کیا وہ یورپ کے بادشاہوں کو بدوکا بلاوانہ دیتے یا اس قسم کی خفیہ سفارتیں بھیج دیتے؟ یہ ہر انسان کی فطرت ہے۔ اگر بہادر شاہ یا حسن عسکری نے ایسا کیا تو کوئی جرم نہ تھا۔ بات نہیں کی۔ کیونکہ اسبابِ غدر کو ترکی اور ایران سے کچھ تعلق نہیں ہوا یعنی نہ ترکوں کے ہندوستان کی کچھ مدد کی اور نہ ایرانیوں نے۔ بہادر شاہ نے اپنے تحریری بیان میں اس جرمِ سرسہر مجبوری کا اظہار کیا ہے۔ ایک مقدمہ کی حالت میں ان کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ اگر آج جبکہ سب معاملات ختم ہو چکے ہیں ایک مؤرخ یہ رائے دے سکتا ہے کہ بہادر شاہ اگرچہ مجبوری سے باغی فوج کے ساتھ ہوئے اور ناجائز قتل و غارت گاہ انہوں نے کیا تو انہیں دیا اور ظلم و ستم سے وہ حد درجہ ناخوش تھے۔ تاہم انقلاب کی حالت دیکھ کر وہ اپنے کان کی ٹانگت کے آثار محسوس کر کے اپنے تابع و تحت کی بجائی کا ان کو ضرور خیال آیا ہوگا۔

نئے فوج کے مجبور کر کے بعد جب انقلاب کی سرپرستی قبول کی ہوگی۔ تو وہ پہلے
جنگ کی روڈ سے چاہتے ہوں گے کہ انگریزوں کا پوری طرح قلعہ فتح ہو جائے۔ اور ہندوستان
ان کا کہیں نام و نشان باقی نہ رہے۔

سفیتان تارست کی نظر میں یہ خیال جرم نہیں ہے۔ ہر دور اور ہر انقلاب کے زمانہ
ریز و فلی پیشہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ اگر بہادر شاہ کامیاب ہو جائے اور انگریزوں پر کسی قسم کا تسلط
پا سید ہو گیا جاتا تو کیا مسئلہ دربار کا سرکاری وکیل انگریزوں کو مجرم ثابت کرنے میں انگریز وکیل
خفیہ سیر کر رہا۔ یہ تو دنیا میں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے جس کے ہاتھ میں لامٹی ہوتی ہے پھینک دینے کی
مرتبہ ارا کی سزاؤں و سلیس وہ جیج کر سکتا ہے۔

اسلام و مسلمین

بانی وکیل کے وجود پر دلدار فقریر بعد مقدمہ پر کی ہے اس کے تمام بڑے بڑے حصوں
چاہیں سمجھتا ہوں۔ اشاروں ہی اشاروں میں میں نے دیکھا صرف ایک چیز باقی ہے جس
کے خلاف کائنات حقیقت سے رو کر نا ضروری خیال کرتا ہوں۔ سرکاری وکیل نے اس بات
مستقبلت زور دیا ہے کہ یہ غدر مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ تھا۔ اور اسلام ابتداء سے اس قسم کی
دوست سازشوں اور غوریزوں کا حامی و مددگار ہوتا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ الزام
یاقینی وجہ سے مسلمانوں اور اسلام پر لگایا گیا ہے ایک تو یہ کہ بہادر شاہ مسلمان تھے اور تمام
مستغیروں کا مرکز بن گئے تھے۔ اور جس قدر ناجائز مظالم جاہل فوجیوں کے ہاتھ سے انگریز عورتوں
پر پہنچ رہے تھے ان کا ذمہ دار و سرپرہا بہادر شاہ کے سوا دوسرا کوئی تھا دوسری وجہ یہ کہ
ایک جمع قوم کو زیادہ کھٹکے مسلمانوں کا رہتا تھا۔ کیونکہ ملک مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے لیا گیا تھا
پارکستان کی دیگر غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں مسلمان ہی سب سے زیادہ حاکمانہ و سپاہیانہ
مادہ رکھتے تھے۔ تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سرکاری وکیل ہندوستان کے اتحاد کو

برٹش گورنمنٹ کے قبضے اور تفرقہ ہندوستان کے خلاف سمجھتا تھا۔ اور شاہ پادشاہ
 رکھنے کی ضرورت ہی اس امر کی شقمانی تھی کہ ہندو مسلمانوں کے اتفاق میں تفرقہ بالکل ناممکن
 جائے۔ اور وہ جب یہی ہوسکتا تھا کہ ایک فریق کی جانب داری ہو اور دوسرے ہتکے ہوا
 رکھ دیے جائیں۔ میں ان تمام وجوہات کو پیش نظر لانے کے بعد سرکاری وکیل کی تہنیت پر
 بیانی کو معاف کر دیا جاسکتا ہوں۔ انہوں نے جو کچھ کہا اور جیسے جیسے الزام مسلمانوں کی تہنیت سے
 اسلام پر لگائے اور جیسا سخت لہجہ اختیار کیا: وہ اگرچہ صداقت کے اعتبار سے بالکل کبھی صحابہ
 اور بودا معلوم ہوتا ہے۔ تاہم ایک ایسے وقت کے انگریزوں کے دلوں کے زخم سے ہرے بھرے وقت
 نیا نیا ہو چکا تھا۔ انگریزوں کو اپنی عمر توں اور بچوں کی دردناک داستانیں یاد نہیں تھیں۔
 اقبال بجا لگتے اسیری بھینٹ مجرم عدالت کے کٹروں میں حاضر تھا۔ سرکاری وکیل اگر انہیں
 تہنیت نہ کرتا تو میں سمجھتا کہ وہ آدمی نہیں تھوڑا تھا۔ انسان جب مایوس ہو جاتا ہے۔ یا تو اس وقت
 زبان درازی کرتا ہے اور یا جب ہر خطہ سے محفوظ ہو جاتا ہے تب اس قسم کی باتیں
 کی جاتیں اس کو پیدا ہوتی ہے۔ البتہ موجودہ سٹوں کیلئے یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ
 سازش اور بغاوت کا حامی نہیں ہے۔ غرض کہ میں جس قسم کے اجازت و اوقات پیش
 اسلام نے کہیں بھی ان کی اجازت نہیں دی تیرہ سو برس سے آج تک تاریخ ایک واقعہ ہے
 ایسا پیش نہیں کرتی کہ اسلام کی اجازت سے اس قسم کی کوئی حرکت کی گئی ہو جیسی غرضت
 پیش آئی۔ البتہ مسلمانوں کے ذاتی افعال کا اسلام ذمہ دار نہیں ہے اگر کوئی مسلمان شراب
 زنا کے چوری اور جوئے کا لٹکاپ اس سے سرزد ہو تو اس کا جواب وہ اسلام نہیں ہے
 کبہ مسلمانوں کی بشری اور نفسانی سرشت پر اس کا الزام رکھا جائیگا۔ کیونکہ کوئی مذہب
 آدمی کو سراسر بے نفس بنا دینے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی عیسائی کسی کے چہرہ
 کا ایک ملا پنچاڑے یا جیرے کسی کو رگیا رہیں پڑ کر لجاوے تو کیا اس کا الزام عیسائیت
 جاسکیگا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں کیونکہ عیسائی مذہب تو یہ سکھاتا ہے کہ اگر کوئی تیرے دشمن کا
 ایک

رجہ کی زد و سہرا بھی اس کے آگے کر دے کہ ایک

ہوتا ہے کہ قبیل اس کے ساتھ چلا جا۔

یہ لیا تھوڑی کاری وکیل کی پرچوش تقریر پر یہ حاشیہ کافی
زیادہ کی کہ سرکاری وکیل نے اسلام پر جس قدر لازم لگا
پالسی بیٹھے۔

غنیہ سیرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم ارا

اہلبیت انور شاہ میں سیر زادے حضرت حسن عسکری کا جبکہ ذکر آیا ہے اور عقائد
ہیں یہاں چلین شنبہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ناظرین کتاب ہذا کے مسئلہ
ن کی تباہی و تباہی دینی چاہتا ہوں کہ وہ بزرگ باکھل سے غیب اور پاک نفس تھے باہ
ماہل تھا وہ ان کی جان لینے کا باعث ہوا۔ جناب ثواب محمد خضر صاحب ہوتے

کے علاوہ اپنے والد مرحوم کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت حسن عسکری کی صورت

مستوران کو دیکھتا تھا۔ مسخر ہو جاتا تھا وہ حضرت شاہ سلیمان صاحب توسل

روایت نب خضر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے ارشاد کیا کہ

ساتھ حسن عسکری کو دیکھتے تو تم کو یہ خیال ہوتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی

ہو گیا۔

منش ہے کہ حضرت حسن عسکری کو چھانسی دیدی گئی اور آج ان کا ذکر نامناسب

یا جاتا ہے۔ مگر دنیا کا انصاف اور سندوستان کی اذام حضرت حسن عسکری کے نام کو

حسن خاندان صاحب حرم

یم حسن الخاندان صاحب کا نام جبکہ جگہ آیا ہے اور ان کی

مارسیوں میں شہابی اور دینی معلومات اعلیٰ و
 سائنس گاہ حاصل تھی۔ ان کی شہادت سے معلوم
 ہوا انہوں نے باغی افواج کے ابتدائی طرز عمل سے سمجھا
 ہے غیر ناممکن ہے اور وہ وقت بہت جلد آیا والا ہے جبکہ اگر
 درہندوستان پر ان کا پورا تسلط ہو جائیگا۔ اس واسطے انہوں نے اپنے
 اہل طرف بادشاہ کو نیک صلاحیں دیتے رہے اور دوسری طرف انگریزوں کو
 ہم رکھا اور یہی وجہ ہوئی کہ باغی افواج نے ان کو انگریزوں کا آدمی سمجھ کر قتل و قتل
 اور ان کا گھر بھی لٹا لیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غدر سے لیکر آج تک دہلی میں ان کا نام
 غارت سے لیا جاتا ہے۔ اور بہادر شاہ کے نام سے چند اشعار جگہ جگہ پڑتے جاتے
 حکیم احسن الدخاں کو بہادر شاہ نے یہودی کہا ہے اور ان کو اپنی اور اپنے خاندان
 میں قرار دیا ہے۔

بچپن میں میر نے خود اپنے والدین سے خصوصاً والدہ صاحبہ سے حکیم احسن الدخاں
 سے محبت اور مہربانی بری روایتیں انگریزوں کی تائید کی تھیں مگر آج جب میں سر
 رشتہ پر چڑھا تو ایسا تا میری رائے یہ ہوئی کہ حکیم احسن الدخاں مسلمانوں اور شہادت
 بادشاہ کے غدار نہ تھے۔ انہوں نے جو کام کیا ملک و قوم کی ہمدردی کی وجہ سے کیا۔ اس کو
 نا اہل غرض کو کچھ دخل نہیں تھا۔ تمام الزامات کی تردید ان کی شہادت کرتی ہے جو غرض کہ
 یہ غدار اور شہادت سے بڑے گاہے غوراً سمجھ جائیگا کہ حکیم صاحب نے نہایت عقلمندی
 کو اور مسلمانوں کو الزامات شہادت سے بچانے کی کوشش کی ہے اگر وہ انگریزوں پر ہمارے
 ہر قوم کے دشمن ہوتے تو ان کی شہادت سے ہر امر ممکن ہوتا۔

یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ اس غارت کے خلاف
 کے خلاف بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کا ارتقاء

مکندلال صاحب سکرٹری

مقدمہ میں ان کی شہادت مستبرائی کی تھی۔ وہ بیادہت کے سریشی تھے اور ان کے
راز جانتے تھے۔ مگر انہوں نے کوئی ایسی بات بیان نہیں کی جس سے کوئی گرفت بادشاہ کے
خلاف حاصل ہوتی

مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ان کی زبان سے نکلا یہ افعال ہے کہ ان کی ذاتی خواہ
سے نہ نکلا۔ بلکہ مقدمہ کی تیاری کے لئے مستغاثہ فراہم کرنے والوں نے ان کو مجبور کر کے
بیان دلایا ہو گا۔

عظیم احسن الدخاں صاحب اور کنداں صاحب کے بیانات سے صاف ظاہر
ہے کہ ایک فرق مسلمانوں کو تصور واکہتا تھا۔ اور دوسرا ہندوؤں کو۔
حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ہندو کے وقت کسی قوم کی خصوصیت نہ تھی ہر قوم اس
کیساں ہندو میں حصہ لیا تھا۔

لیکن وقت کی ضرورت اکثر سداقت کی صورت میں بدل دیا کرتی ہے۔

چھوٹے درجہ کے گواہ

جس قدر اس مقدمہ میں پیش ہوئے۔ وہ عموماً انگریز یا ملازم تھے اور ان میں

کی تیز کوئی

نہ نہ ہو کیا کہتے ہیں۔ اور سب سے کیا کہنا ہوتا ہے۔

مہر حضرت حسن نظامی

بہادر شاہ مرحوم

بہادر شاہ کا کیریکٹر اس کتاب اور اس کے حصوں سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے لیکن
 ایک بات ایسی ہے جس کی نسبت میں بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حالت اسیری میں
 وہ بھی صحیح و راسخ رکھتے تھے اور مقدمہ میں ان کی جرح خاص قانونی نکتوں پر ہوتی تھی حالانکہ بیٹوں
 اور اور پوتوں کی ہلاکت اور ہڑاپے میں اپنے گھر بار کی تباہی کے بعد کوئی بوڑھا آدمی اپنے حواس
 نیا نہیں رہ سکتا مگر بہادر شاہ کی خصوصیت قابل تعجب ہے کہ وہ آخر وقت تک مضبوط رہے
 اقبال اور مقدمہ میں ایسی جرح کی کہ گواہ لاجواب ہو چکے بعض ہندو اور انگریز گواہوں سے جو جرح
 تقریباً ان کے بیان کو بناوٹی ثابت کرنے کے لئے گرفت نما انداز سے کی وہ معمولی دل و دماغ
 زبان کا آدمی نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندو و جو اس کی یہ سلاستی ایک حشک ان کو خود کا شریک
 کی پہچان کرتی ہے۔ اگر موقع خلاف نہ ہو جاتا تو بہادر شاہ ضرور انقلاب سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اور
 سب سے بڑا جہانی کمزوری کے ان کے دماغ میں صلاحیت حکمرانی کی موجود تھی۔

میرزا مغل مرحوم

بہادر شاہ کے بیٹے تھے جن کو باغی افواج کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔ انہوں نے کوئی کام
 نہ کر سکا۔ چنانچہ ان کے لئے ایک نیا ہیرو بنایا گیا۔ وہ صوبہ دار بن گیا۔
 مگر یہ کاموں میں رشتہ انداز ثابت ہوئے۔ اور انہی کی ضد اور جہاں پسندی سے
 آدمی کو بارہ قبضہ دہلی کا موقع دیا۔ اس واسطے کی نظر میں وہ قابل ملامت اور سرکاری نگاہ میں
 کا ایک طاعن کہے جاسکتے ہیں۔

جاسکے گا

عذر دہلی کے بقیہ حصے

عذر دہلی کے بقیہ سات حصے حسب تفصیل ذیل قیمت واکر کے
کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی سے مل گئے ہیں

حصہ اول "التوؤں کی بوندیں" خاندان غلیہ کی تباہی، بادشاہ، شاہزادوں اور

شاہی کی دوسرہ کیفیت۔ عذر دہلی کے متعلق کئی دل ملا دینے والے مرد و عورتوں نے قیمت ۴

حصہ دوم "انگریزوں کی بپا" اس حصہ میں وہ مقام و مقامات عذر دہلی انگریزوں کو پیش

درج کیے گئے ہیں جہاں ایک وقت مرد و عورتوں میں شریکیت ہوئی۔ قیمت ۴ حصہ

حصہ سوم "محاصرہ دہلی کے خطوط" اس میں خطوط کو نشان کیا گیا ہے جو محاصرہ

کے وقت انگریزوں نے شاہ کے دستوں کو بھیجے تھے اور عذر دہلی کی اصلاح کی تھی۔ قیمت ۴

حصہ چہم "گرفتار شدہ خطوط" اس میں وہ خط و کتابت درج ہے جو بادشاہ

ہندوستان میں ہوئی تھی اور جس کو انگریزوں نے قلعہ دہلی سے گرفتار کیا تھا۔ قیمت ۴

حصہ ششم "عذر دہلی کے اخبار" اس میں ان اخبارات کا انشاس درج ہے جو

گوشت انگریزی نے یہ الزام لگایا تھا کہ عذر دہلی کے معاملہ میں انکا بہت کم دخل ہے۔ قیمت ۴

حصہ ہفتم "غالب کا روزنامہ عذر دہلی" عذر دہلی کے حالات، ہندوستان کے مشاہیر

نہضت غالب کے قلم سے، ہیران کی فارسی کتاب "دستنبی" کا سب سے پہلا حصہ قیمت ۴

حصہ ہشتم "دہلی کی جاں کنی" عذر دہلی کے تمام تفصیلی حالات اور اصلی واقعات۔ اس میں

دار و ایاب عکسی تصویریں بھی شامل ہیں۔ قیمت علاوہ محصول الکیے و پیہ مجلد ۴

ملنے کا پتہ

کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو۔ دہلی



DATE 9.05.51

DATE

1951

BOSTON

